

ف - 83

مسائل نماز

وضو - غسل - آذان
اقامت - نماز اور
جمعہ کے نہایت اہم
اور ضروری احکام و
مسائل کا مجموعہ۔



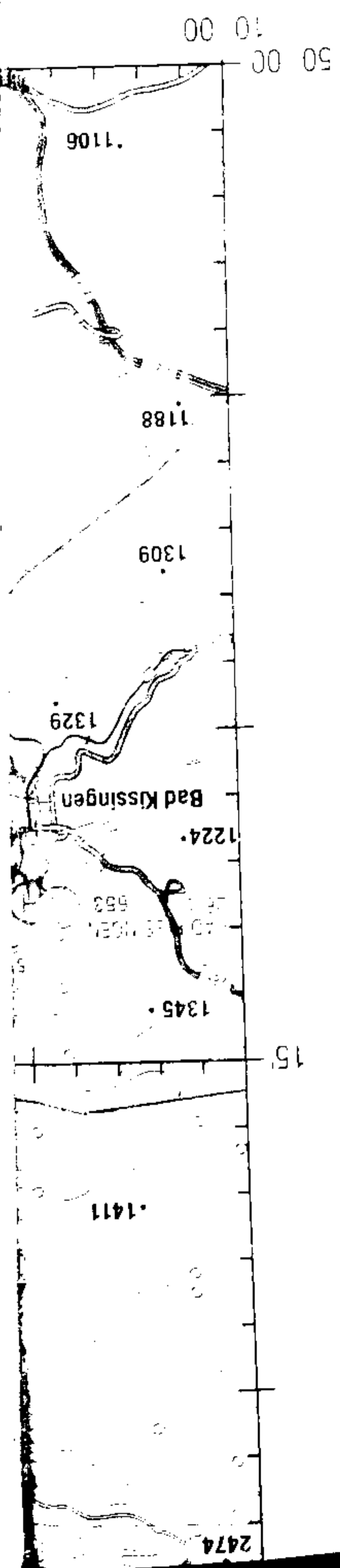
ترتیب و تحریر

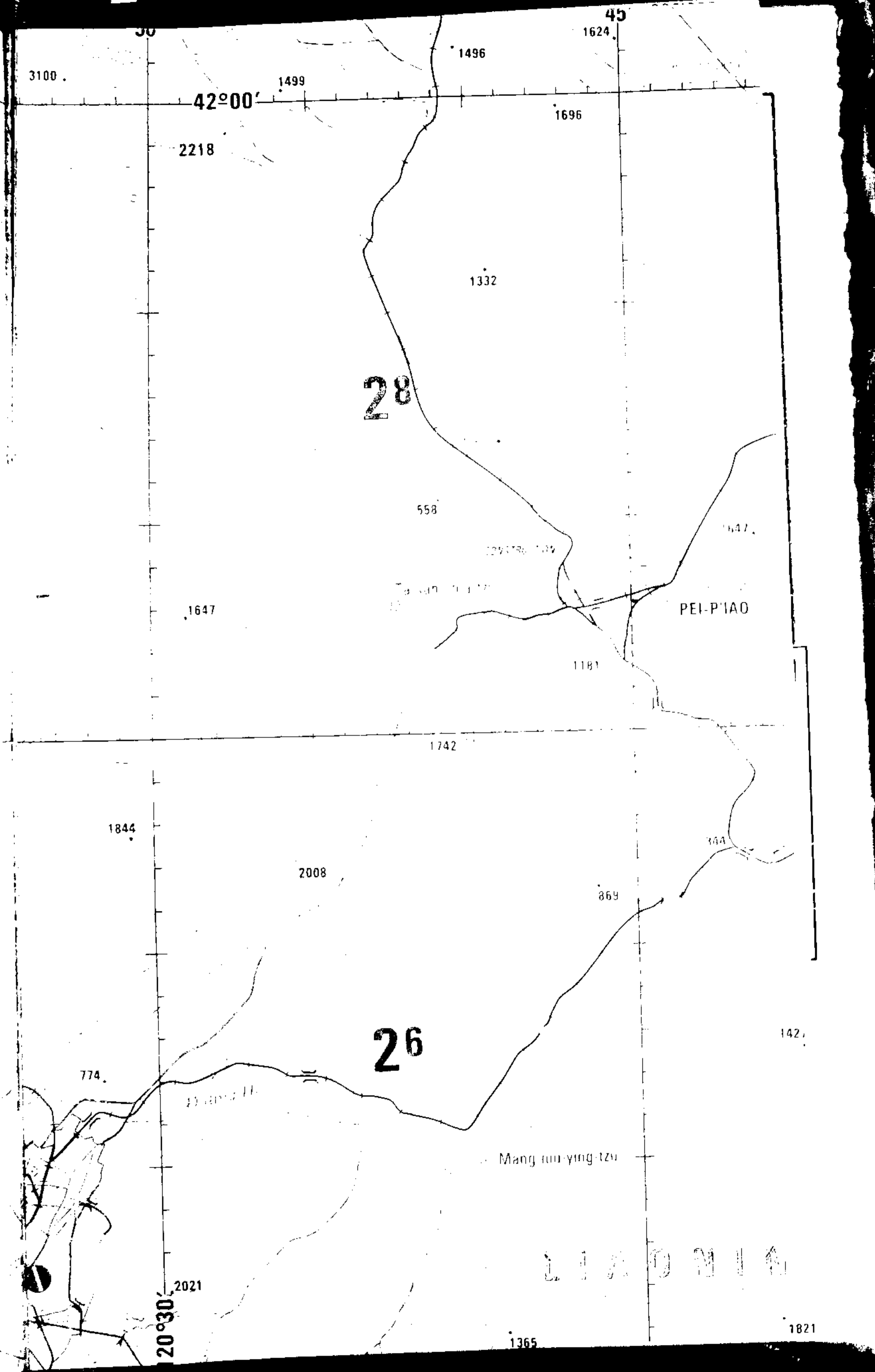
علامہ سید محمود احمد رضوی

ناشر مکتبہ رضویانہ لاہور

Die Karte zeigt die Höhenlinien der Gegend um Bad Kissingen. Die Höhen sind in Metern angegeben. Die Karte ist eine Fortführungsstand-Basiskarte.

Herausgeber:
 Bearbeiter:
 Fortführungsstand Basiskarte:

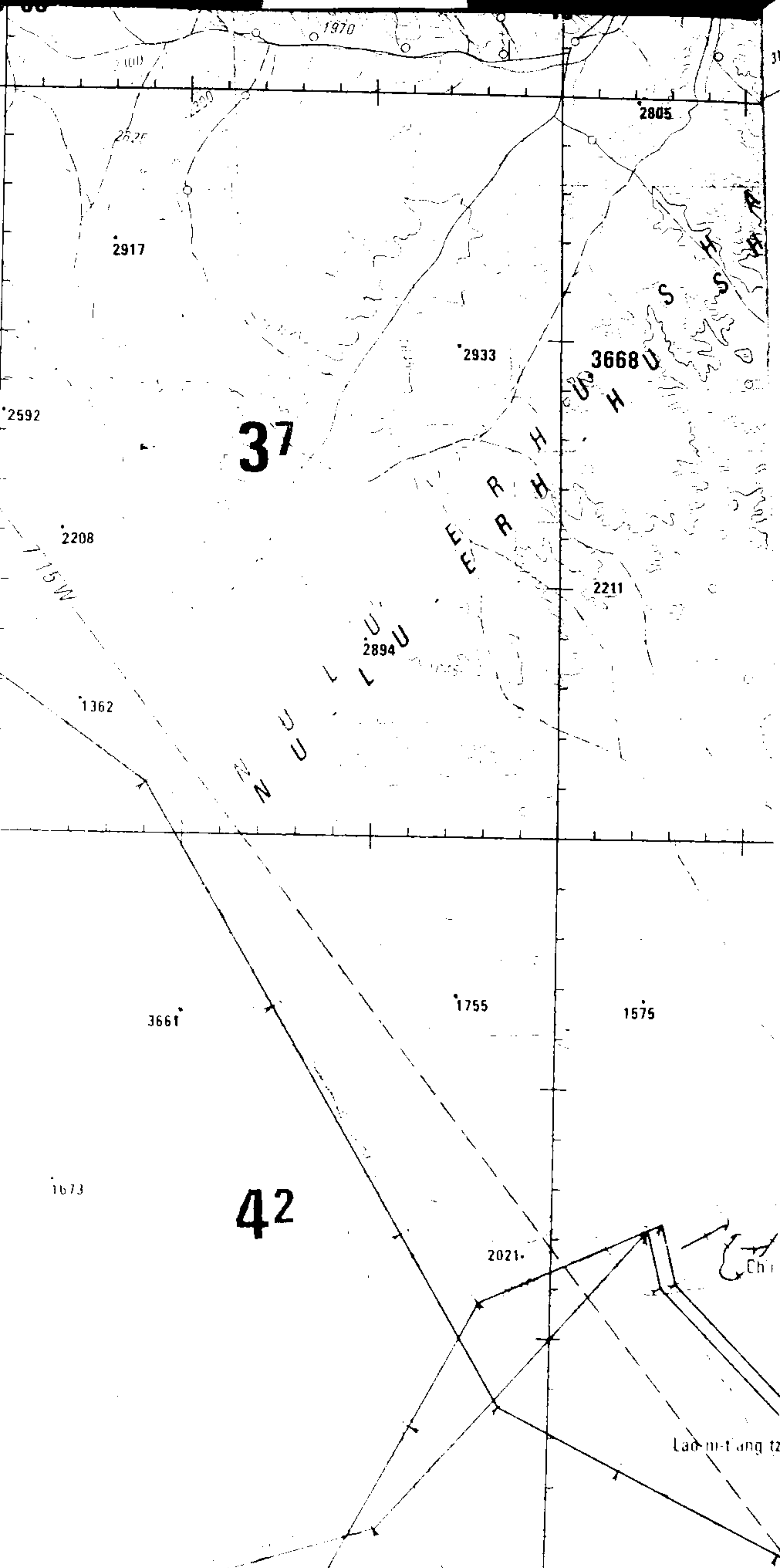




42°00'

AIR
51-7

NTS



37

42

LE R H U

Lao-m-t'ang tzi

Ch

ان صفحات میں وضوء و غسل و آذان اقامت نماز اور جمعہ کے نہایت اشد ضروری اور اہم مسائل درج ہیں۔ اکثر مسلمان ان مسائل سے بے خبر ہیں۔ اور ان کی نمازیں درست نہیں ہو رہی ہیں۔ ستم یہ ہے کہ اب علمائے بھی اس نوع کے مسائل اپنے وعظ و خطبہ میں بیان کرنے چھوڑ دیئے ہیں (اللہ ماشاء اللہ) بہر حال مبصری عاجزانہ اپیل یہ ہے کہ آپ ان مسائل کو بغور پڑھیں یا دیکریں۔ دوسرے مسلمان بھائیوں کو سنائیں اور یاد کرائیں۔

نماز عبادت کا گوہر شاداب ہے۔ فرائض میں سب سے اہم فریضہ ہے۔ اس کے کچھ آداب و شرائط ہیں جن کا جاننا ہر مسلمان کے لئے ضروری اور جن کی پابندی ہر نمازی کے لئے لازمی ہے۔

روزِ محشر کہ جان گداز بود
اولین پریش نماز بود

خصائص مصطفیٰ

علامہ سید محمود احمد عنوی مدیر رضوان کی حسین و جمیل اور تبرک تالیف

جس میں حضور سید المرسلین خاتم النبیین سید عالم نور مجسم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والسلام کا حلیہ مبارک اور ہر اقدس سے لیکر قدیم پاکہ تک کے خصائص فضائل برکات و حسنات اور آپ کا حسین و جمیل سراپا تقدیر مستند و معتبر روایات و احادیث سے اخذ کر کے سجا گیا ہے اور آپ کے ایک ایک عضو مبارک کے اوصاف حمیدہ و معجزات جمیلہ کی تصویر کھینچ دی گئی ہے۔ یہ کتاب اعظموں کے لئے سرمایہ اور عاشقوں کے لئے سکونِ قلب ہے قیمت تین روپے، طے کا پتہ۔ مکتبہ رضوان لاہور۔
(تعلیمی ریٹنگ پوس لاہور میں بھی)

عنوانات

صفحہ	عبادات	صفحہ
۵۱	اسلام میں عبادت کا تصور	آذان کے بعد مسجد سے
۵۲	عبادت تکاد وسیع مفہوم	نکلنا جائز نہیں ہے
۵۳	نماز عبادت کا گوہر شاداب	آذان خارج مسجدی جائے
۵۴	اسرار نماز	وضو اور اسکے اہم مسائل
۵۵	ایقمو الصلوٰۃ	چار چیزوں کے لئے
۵۶	نماز کی نگہداشت	وضو کرنا فرض ہے
۵۷	قرآن میں نماز کے اوقات	آٹھ چیزوں کیلئے سنت
۵۸	نماز کی شرطیں	۲۶ چیزوں کیلئے مستحب
۵۹	سب نماز کیلئے وقت مقرر ہے	وضو کے چار فرض
۶۰	صلوٰۃ کے معنی	چاروں فرضوں کے مسائل
۶۱	نماز کی اہمیت	وضو کی سنتیں
۶۲	تاریک نماز کافر ہے	وضو کے مستحبات
۶۳	عبادت میں میانہ روی	وضو کے مکروہات
۶۴	کثرت عبادت ممنوع ہے	متفرق مسائل وضو
۶۵	امام کیلئے مسائل شریعت	ناخن کی سُرخی
۶۶	کی تبلیغ ضروری ہے	مذی ناقص وضو ہے
۶۷	آذان	بواسیر کے مریض کا وضو
۶۸	آذان کے فضائل و مسائل	موزوں پر مسح کے مکمل مسائل
۶۹	آذان گیسٹر حضور کیلئے دعاء	مسواک کے فضائل و مسائل
۷۰	مقام محسود	مسواک کرنے کا طریقہ
۷۱		دس چیزیں فطرت سے ہیں

فرض نماز پڑھنے کا طریقہ ۶۲

وتر سنت نوکدرہ پڑھنے کا طریقہ

فرض نماز کے مسائل

سجدہ اور اقتدا کے مسائل

نمازی کے آگے سے گزرنا

مفسدات نماز

نماز کے مکروہات تحریمہ

تصویر کے احکام

نمازیں قہقہہ کا حکم

نشہدیں کی انگلی اٹھانا

مسبق التحیات میں کلمہ

شہادت کی تکرار کرے

اقامت بیٹھ کر سنی جائے

تعدیل ارکان واجب ہے

سونے پینے کی انگلی پھین کر

نماز وغیرہ پڑھنا مکروہ تحریمہ ہے

جمعہ کے دن احتیاط الظہر

کا حکم

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے

مختلف اہم سوالات کے جوابات

شرائط امامت

چلتی گاڑی میں نماز کا حکم

نماز کے بعض ضروری مسائل

طلوع وغروب آفتاب کے وقت نماز منع ہے

فجر و عصر کی نماز کے بعد نفل ممنوع ہیں

اگر شمار رکعت میں شک ہو تو کیا کرے

ترک واجب سے سجدہ سہو لازم

کن صورتوں میں نماز توڑ سکتا ہے

استقبال قبلہ سے عاجز ہونے کی صورتیں

سواری پر نفل پڑھ سکتا ہے

جس کپڑے میں جاندار کی تصویر ہو اس میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمہ ہے

نماز کیلئے ستر عورت شرط ہے

عورتوں کیلئے نماز میں ستر بن کر چھپانا فرض ہے

نماز فجر اجالے میں پڑھنا مستحب ہے

سنت نوکدرہ کے احکام و تعداد

نمازی کے آگے سے گزرنا سخت گناہ ہے

نماز میں صفوں کو سیدھا رکھنا واجب ہے

انگلی صاف میں جانا ممنوع ہے

فرض نماز شروع ہو جانے تک کسی نفل کا پڑھنا جائز نہیں

سنت فجر کی اہمیت

سنت فجر کے اہم مسائل

قنوت فی الفجر منسوخ ہے

قنوت نازلہ کا پڑھنا منسوخ ہے

نفل شروع کرنے سے واجب ہو جاتے ہیں

ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھی جائے

ستر کے مسائل

مسجد کو صاف رکھنا لازم ہے

مسجد کو صاف رکھنا لازم ہے

مسجد کو صاف رکھنا لازم ہے

مسجد کو صاف رکھنا لازم ہے

مسجد کو صاف رکھنا لازم ہے

مسجد کو صاف رکھنا لازم ہے

مسجد کو صاف رکھنا لازم ہے

مسجد کو صاف رکھنا لازم ہے

مسجد کو صاف رکھنا لازم ہے

مسجد کو صاف رکھنا لازم ہے

مسجد کو صاف رکھنا لازم ہے

- نماز کے بعد باواز بلند
ذکر جائز ہے۔ ۹۷
- نمازِ مرض کا بیان ۹۹
- بیمار بیٹھ کر لیٹ کر اشاء
سے جیسے ممکن ہو نماز پڑھے ۱۰۰
- بیٹھ کر لیٹ کر نفل پڑھنے
کے مسائل۔ ۱۰۱
- نفل کھڑے ہو کر پڑھنا
افضل ہیں۔ ۱۰۱
- مسافر کی نماز کا بیان ۱۰۳
- مسافر کی تعریف۔ ۱۰۳
- بحالتِ سفر صرف فرض
میں قصر ہے۔ ۱۰۷
- سفر میں قصر ضروری ہے ۱۱۰
- جمعہ اور اسکے اہم مسائل ۱۱۳
- فضائلِ جمعہ ۱۱۳
- وجوبِ جمعہ کی شرطیں ۱۱۳
- ادا جمعہ کی شرائط ۱۱۶
- خطبہ جمعہ کے مسائل ۱۱۷
- آدھے جمعہ کیلئے مصر
شرط ہے۔ ۱۲۲
- جمعہ کیلئے کس وقت سعی
کی جائے۔ ۱۲۹
- کیا جمعہ کے لئے غسل
فرض ہے۔ ۱۳۰
- دیہات میں جمعہ جائز
نہیں۔ ۱۳۳
- مسافر پر جمعہ واجب نہیں۔
- جمعہ کی سنتیں ۱۴۱

جامعُ الصّفات

حضرت مدیرِ رضوان کی ایمان افروز تالیف

جس میں حضور رحمتِ عالمؐ نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب معجزات و کرامات کو ایک چھوٹے انداز میں پیش کیا گیا ہے اور آپ کے جامع جمع کلمات اولیں و آخرین کو تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے اس کتاب میں سیدنا آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت مسیح کرمہ اللہ تک مشاہیر انبیاء کے معجزات و کرامات پر تبصرہ ہے اور موازنہ و مقابلہ کر کے یہ دکھایا گیا ہے کہ حضور علیہ السلام جامع الصّفات میں۔ اور آپ کی عظمت و بزرگی معجزات و کلمات سب سے زیادہ تفوق و برتری کے مالک ہیں یہ کتاب معجزات نبویہ کا خزینہ و نہایت ایمان افروز مضامین پر مشتمل ہے قیمت تین روپے پاس پیسہ۔ طبع کا پتہ۔ مکتبہ رضوان لاہور۔

دارالعلوم حزب الاحناف پاکستان لاہور اہل سنت و جماعت کا قدیمی دینی درسگاہ ہے جو کہ عرصہ پچاس سال سے حضرت امام اہل سنت شیخ الحدیث علامہ ابوالبرکات سید احمد صاحب قبلہ مدظلہ العالی امیر حزب الاحناف کی زیر سرپرستی دین اسلام کی بے لوث خدمت کر رہی ہے۔ دارالعلوم حزب الاحناف میں قرآن و حدیث فقہ و تفسیر کی تعلیم دی جاتی ہے۔ حزب الاحناف کا شعبہ تبلیغ مختلف اہم اور ضروری موضوعات پر ٹریکیٹ و کتابچے شائع کر کے ملک میں تقسیم کرتا ہے یہ کتابچہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس میں جو مسائل درج ہیں۔ ان کا جانتا عام مسلمانوں خصوصاً امامان مساجد کے لئے نہایت اشد ضروری ہے۔

محض اس خیال سے ان صفحات میں مندرج مسائل کو نظر انداز نہ کیجئے کہ یہ تو وہی پرانے مسائل ہونگے جو بار بار بار پیش کر دیئے جاتے ہیں۔ میں اصرار کروں گا کہ ایک دفعہ زحمت اٹھا کر ان صفحات کا مطالعہ ضرور کیجئے۔ مطالعہ کے بعد آپ کو ان کی ضرورت و اہمیت کا احساس ہوگا۔ پھر اگر آپ یہ محسوس کریں کہ ان مسائل سے عوام کو روشناس کرنا دین کی ایک اہم خدمت ہے۔ تو پھر آپ کا یہ فرض ہے کہ اس کتاب کی اشاعت میں حصہ لیں۔ اصحاب ثروت اس کتاب کو دفتر رضوان لاہور سے خرید کر اپنے حلقہ اجاب میں تقسیم کریں۔ اور تبلیغ نماز کے کام میں شریک ہو کر ثواب دارین حاصل کریں۔

اصل لاگت کے مطابق کتاب کی قیمت ایک روپیہ پچاس پیسہ ہے۔ دارالعلوم حزب الاحناف پاکستان بیرون بھائی دروازہ سے طلب فرمائیے۔

اسلام میں عبادت کا تصور

لفظ عبادت دنیا کے ہر مذہب میں موجود ہے۔ ہر مذہب کے بانی نے اپنے پیروں کو عبادت کا حکم دیا اور اس کا طریقہ بھی ہر مذہب نے علیحدہ علیحدہ مقرر کیا ہے۔ لیکن عبادت کی جو حقیقت و تشریح اسلام نے کی ہے۔ وہ ایسی ہے جس کو معلوم کر کے ہر سلیم العقل اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ واقعی عبادت یہ ہے اور دیگر مذاہب نے جو عبادت کا طریقہ اور تشریح کی ہے۔ کہیں تو وہ نامکمل ہے۔ کہیں اس کی روح ہی مفقود ہے اور کہیں ایسے افعال کو عبادت میں شمار کر لیا ہے جو فطرتاً و عقلاً عبادت ہونے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے۔

عرب ہی کو لیجئے۔ ان کی عبادت یہ تھی کہ دنیا کے عیش و آرام اور اس کی لذتوں کو چھوڑ کر جنگل اور ویرانوں میں بیٹھ جاؤ اور دنیا سے قطع تعلق کر کے مجرد زندگی بسر کرو۔ یہود کی عبادت یہ تھی کہ ہفتہ کے دن چھٹی کی جائے۔ اور اس دن کوئی کام نہ کیا جائے۔ اس کے علاوہ جب کبھی انہیں موقع ملتا تو بتوں کے سامنے سر جھکا لیتے۔ عیسائیوں کی عبادت حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کی تصویروں اور مجسموں کو پوجنا اور اپنے جسم کو سخت تکالیف پہنچانا تھا۔ انہوں نے اپنے جسم کو تکلیف پہنچانے کے بہت سے سخت قسم کے طریقے ایجاد کر لئے تھے اور اس کا نام انہوں نے عبادت رکھ لیا تھا۔ یہودیوں اور عیسائیوں کو چھوڑ کر خاص عرب کے لوگ اللہ نام ہستی سے تو واقف تھے مگر عبادت و پرستش کے مفہوم سے بالکل نا آشنا تھے۔

اسی طرح عرب کے باہر بھی خدائے واحد کی پرستش نہ تھی۔ یونانی اپنے بادشاہوں کے مجسمے اور ستاروں کے سیکل کے پجاری تھے۔ روم ایشیا کوچک یورپ افریقہ مصر بربر حبشہ وغیرہ عیسائی ملکوں میں حضرت مریم و عیسیٰ علیہ السلام کی مورتوں کو پوجا کرتا تھا۔ ہندوستان کی مملکت میں آگ کی پرستش جاری تھی۔ ہندوستان سے لیکر کابل و تتر کستان تک اور چین سے جزائر ہند تک بودھ کی مورتوں بسادھوں اور اس کی جلی ہوئی ہڈیوں کی راکھ کی پوجا ہوتی تھی۔ چین کے کنفوش اپنے باپ دادا کی مورتوں کے آگے خم تھے۔ خاص ہندوستان میں سورج گنگا اور ناروں

کی عبادت تھی۔ غرضیکہ یہ تھا دنیا کے مذاہب اور اس کے پیروں کی عبادت کا مختصر نقشہ۔
ایسے وقت میں جبکہ دنیا پتھروں و دختوں جانوروں دیوتاؤں سیاروں کی پرستش کر رہی تھی اور ساری کائنات خدانے واح کو چھوڑ کر آسمان سے زمین تک کی مخلوقات کو پوج رہی تھی ایک بے آب و گیاہ ملک کے گوشہ سے یہ آواز آئی۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمْ

اے لوگو! اللہ واحد قہار کی پرستش کرو۔
اسی ایک ایسے خدا کی عبادت ہے اور مخلوق کو پوجنا اور غیر اللہ کی پرستش کرنا عبادت نہیں، جہالت ہے۔

معلوم ہے کہ یہ آواز دینے والا اور مخلوق کو خدانے واحد کی پرستش کی تلقین کرنے والا کون تھا؟ ہاں یہ وہی تھے جن کے متعلق عامر بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی تھی۔

وَاللَّهُ لَوَ لَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

قسم بخدا اگر آپ نہ ہوتے تو نہ ہم راستہ پاتے
نہ خیرات کرتے اور نہ نماز پڑھتے

گویا اس شعر میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احسان کا اظہار کیا ہے کہ یہ آپ ہی کی تعلیم تھی جس نے نہ صرف اہل عرب کو بلکہ ساری کائنات کو عبادت کے صحیح طریقوں سے آشنا فرمایا۔ اگر آپ کی ذات ستودہ صفات نہ ہوتی تو آج سارے جہان کے انسانوں کی پیشانیوں پر غیر اللہ کے سامنے جھکی ہوئی ہوتیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پہلا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے دنیا کو عبادت کا اصل مفہوم بتایا اور کائنات کے معبودوں سے تمام باطل معبودوں کو باہر نکال کر کھینک دیا۔ اور خدا کے سامنے تمام مخلوقات کی گردنیں جھکا دیں اور صاف اعلان فرمادیا۔

اعْبُدُوا رَبَّكُمْ

صرف ایک خدا کو پوجو

پھر آپ نے عبادت اور اس کا صحیح طریقہ پیش کیا اور بتایا عبادت کے لئے کسی خارجی رسوم کی ضرورت نہیں ہے۔ آگ جلانا، مورتیوں کو سامنے رکھنا، لوبان اور خوشبو گھنٹوں اور ناقوں سے عبادت کو دلکش و دل فریب بنانا، ساز و ترنم اور جرس وغیرہ حتیٰ کہ کسی خاص لباس کی بھی قید نہیں ہے۔ اور ان تمام غیر ضروری رسوم سے اسلام کی عبادت پاک ہے۔ اسلام کی عبادت تو۔

پاکستان جو سرزمینِ کربلا ہے۔ پاک جسم اور پاک دل کی ضرورت ہے۔

مکان کی قید ہر مذہب نے اپنی عبادت کو اینٹ پونے کی چار دیواری میں محدود کر دیا ہے۔ بت خانوں سے باہر آتشکدوں سے الگ ان کے ہاں کوئی نماز نہیں

ہے۔ لیکن حضور علیہ السلام نے دنیا کو بتا پاکہ کائنات کا ہر حصہ معبد ہے اور زمین کا ہر گوشہ عبادت خانہ ہے۔ تم کہیں بھی ہو سمندر میں یا خشکی میں ہو یا زمین پر ہنگامہ کارزار میں یا ریل و جہاز میں۔ ہر جگہ خداوندِ قدوس کی عبادت کر سکتے ہو۔

حضور نے فرمایا۔ اللہ نے مجھے بعض ایسی خصوصیتیں عطا فرمائی ہیں جو پہلے پیغمبروں کو نہیں دی گئیں۔

بُجِّلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا | یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا لَا تُلَاحِظُوا ظُهُورَ الْمَسْجِدِ وَلَا مِمَّا حَوْلَهُ لِنُرَیْ عِبَادَتَکُمْ ۚ وَمَنْ یَلْمِزْکُمْ فِی شَیْءٍ مِّنْهُ فَاُولَٰئِکَ لَمْ یَلْمِیْوْا شَیْءًا مِّنْهُ ۚ وَمَنْ یَلْمِزْکُمْ فَاُولَٰئِکَ لَمْ یَلْمِیْوْا شَیْءًا مِّنْهُ ۚ وَمَنْ یَلْمِزْکُمْ فَاُولَٰئِکَ لَمْ یَلْمِیْوْا شَیْءًا مِّنْهُ ۚ

یوئے زمین کو میرے لئے مسجد گاہ بنا یا گیا ہے

یعنی سمندر میں ہو یا خشکی میں تری میں ہر جگہ اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہو سکتا ہے۔ اور کسی بھی عذر شرعی کی وجہ سے مسجد کے علاوہ بھی عبادت کر سکتا ہے۔ کیونکہ

ادْعُونِيْ اَنْسُجِبْ لَكُمْ | تم مجھے پکارو میں تمہیں جواب دوں گا۔

یعنی عرض حال کرنے کے لئے کسی بت کسی مجسمہ کی ضرورت نہیں ہے۔ تم جس مکان میں زمین کے جس گوشہ میں رب کو پکارو گے وہ جواب دے گا۔

انسانی قربانی عبادت ہے؟ بعض مذاہب میں مرغوب عبادت یہ تھی کہ اپنے نفس یا اپنی اولاد کو آگ میں جلا دیا دیر یا میں ڈبو

دیا اور اس طرح خدا کے حضور تقرب حاصل کیا جاتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بے وقوفو! اس طرح اپنے اور اپنی اولاد کو ہلاک کر دینا بھی کوئی عبادت ہے۔ جان دینی ہے

تو سچائی کی حمایت میں کمزوروں کی مدد کے لئے دو۔ یہ عبادت ہے۔ اپنے ہاتھ سے خودکشی

کرنا عبادت نہیں بلکہ گناہ ہے۔

اسی طرح عام خیال تھا کہ اپنے نفس کو تکلیف دینا یہ بھی عبادت ہے چنانچہ یونانی فلسفیوں

میں مشرقیت مسائیموں میں رہبانیت، ہندوؤں میں جوگیت اسی نظریہ کا نتیجہ تھا۔ یہ لوگ

گوشت دکھاتے، نگھے رہتے، ایک سال تک کسی مقام پر کھڑے رہتے۔ اہل و عیال دنیا کی نعمتوں کو

چھوڑ کر تجرؤ رہبانیت اختیار کرنے اور اس کو بہت بڑی عبادت سمجھتے تھے۔ لیکن حضور رحمتہ
للعلمین تشریف لائے اور آپ نے فرمایا۔

لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ
”خدا کسی کو اسکی طاقت سے زیادہ کا حکم نہیں دیتا“
”اللہ نے تمہارے لئے دین میں تنگی نہیں کی ہے“

یعنی خدا رب العالمین ہے۔ ماں باپ سے زیادہ بندوں سے محبت کرتا ہے۔ وہ تمہاری ان
مشقتوں سے خوش نہیں ہوتا اور نہ وہ ایسی بات کا حکم فرماتا ہے جو تمہاری وسعت قدرت اور
اختیار میں نہ ہو۔ دنیا سے بالکل قطع تعلق کر لینا اور ویرانوں میں جا کر تلاش حق کرنا عبادت نہیں ہے
”رُحْبَابِيَّةٌ فِي الْإِسْلَامِ“ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔

ہاں عبادت یہ ہے جس میں خالق و مخلوق دونوں کے حقوق کا لحاظ رکھا جائے۔ عزیزوں رشتہ
داروں سے نیک سلوک کرو۔ بیوی بچوں کے حقوق ادا کرو۔ یتیموں غریبوں بیکسلیں کی امداد کرو۔
حلال کی روزی کماؤ۔ دنیا کی نعمتوں سے لذت حاصل کرو۔ عمدہ اور صاف کپڑے پہنو اچھے
اور پاک کھانے کھاؤ اور پھر خدا کے حضور پانچ وقت حاضر ہو جاؤ اور اللہ کے حقوق بھی ادا کرو
یہ ہی عبادت ہے اور یہ ہی انسان کا مکمل ہے۔

اس مختصری تفصیل سے آپ پر ظاہر ہو گیا کہ اسلام نے جو عبادت کا مفہوم پیش کیا ہے وہ دراصل
ایک فطری چیز ہے جس کو سلیم طبیعت فوراً قبول کر لیتی ہے۔ بہر حال عبادت کے لغوی معنی عاجزی
کے ہیں اور اصطلاح میں عبادت کے معنی یہ ہیں کہ کسی کو خدا سمجھ کر اس کے حضور عبودیت کا
نذرانہ پیش کرنا اور اس کے احکام بجالانا۔ یہ سمجھ کر یہ حکم خدا کا ہے۔ اگر انسان کیسا بھی اچھا
کام کرے۔ مگر اس سے مقصود خدا کی خوشی اور اس کی اطاعت نہ ہو۔ وہ ہرگز عبادت نہیں
ہے۔ اور یہ ہی اسلام کی تعلیم ہے۔

إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي
بِلِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔
”میری نماز میرا حج میری زندگی اور میری
موت سب خدا کے لئے ہے“

اس سے معلوم ہوا مسلمان جو بھی نیک کام کرے اگر اس سے مقصود خدا کے حکم کی بجا آوری
اور اس کی خوش کرنا ہے تو وہ عبادت ہے۔ چنانچہ اسی آیت کی جامع مانع تفسیر حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کے اس ارشاد سے کیا جاسکتی ہے۔

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ

اعمال کا ثواب نیت پر موقوف ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبادت میں نیت

اور اخلاص نہایت ضروری ہے۔ انسان کا

عبادت میں اخلاص ضروری ہے

ہر وہ کام جس سے خوشنودی خدا ہے عبادت ہے۔ اور اگر اس کام سے مقصود شہرت ناموری

ہے تو یہ عبادت نہ ہوگی۔ کیونکہ جو عبادت خلوص نیت سے خالی ہو اس میں تقویٰ کہاں ہوگا

اور عبادت کی غرض و غاٹت تقویٰ ہی ہے۔

تقویٰ انسان کے قلب کی وہ کیفیت ہے جس کی وجہ سے دل میں نیک کام کرنے کی

امنگ اور برائیوں سے نفرت ہوتی ہے اور وہ کام خاص رب العزت جل مجدہ کی خوشنودی

کے لئے کیا جاتا ہے۔ اسی لئے فرمایا۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

یہ عبادت اسلئے ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ

مذکورہ حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ صرف نماز حج زکوٰۃ

ہی عبادت نہیں ہے۔ بلکہ ہر وہ کام جس سے مقصود خدا

عبادت کا وسیع مفہوم

کی رضا ہو۔ وہ بھی عبادت ہے مثلاً کسی سگستہ دل کی تسکین کے لئے تسلی و تشفی کی بات کرنا

اور گنہگار کو معاف کرنا بھی عبادت ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

اچھی بات کہنا اور معاف کرنا اس خیرات

قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ

سے بہتر ہے جس کے پیچھے سنا نا ہو۔

(قرآن)

اس آیت کی تشریح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمائی۔

ہر نیکی کا کام صدقہ ہے۔

كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ رِجَارِي

تَبَسُّمُكَ فِي وَجْهِهِ أَخِيكَ صَدَقَةٌ

وَأَمَّا طَةَ الْإِذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ

السَّاعِي عَلَى الْأَرْبَابِ وَالْمُسْكِينِ

كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

کسی بھائی کو دیکھ کر اسکو خوش کرنے کے

لئے سکرانا راستہ سے تکلیف دہ چیز کو

ہٹانا بھی خیرات ہے۔ بیوہ و غریب کی مدد کرنا

خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے برابر ہے۔

اسی طرح لوگوں کے درمیان بغض و فساد کے اسباب کو دور کرنا محبت پھیلانا بھی عبادت ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہیں روزہ نماز سے بڑھ کر درجہ کی چیز نہ بتاؤں صحابہ نے عرض کی: فرمائیے یا رسول اللہ فرمایا:

إِصْلَاحُ ذَاتِ النَّبِيِّ - آپس کے تعلقات کا درست رکھنا

ان مثالوں سے واضح ہے سلام میں عبادت کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ مومن کا ہر کام عبادت ہے، اس کا سونا جاگنا تجارت کرنا وغیرہ سب ہی عبادت ہیں، جبکہ اس سے مقصود اللہ رب العزت جل مجدہ کی خوشنودی اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنا ہو۔

نماز عبادت کا گوہر شاداب

فرضیت صلوٰۃ | نماز ہر مومن عاقل بالغ پاک پر فرض ہے۔ حکم سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سات سال کے لڑکے لڑکی کو نماز اور روزہ کا حکم کرنا چاہیے۔ جب دس سال کے ہو جائیں تو انہیں مار کر پڑھانی چاہیے اور ان کے بستر الگ کر دینے چاہئیں تاکہ بالغ ہونے پر انکو عادت ہو جائے اور وہ نماز کو ترک نہ کریں۔

الخیر عادات و الشرعادات والنفس
معتاد صلوٰۃ مسعودی،
نیکی اور بدی عادت ہے اور نفس
خوشے پذیر ہے۔

چوتب تک جو دھڑ پھیری پھر جاتی ہے اور جب خشک ہو جانے تو یہ حالت نہیں رہتی۔ نماز کی فرضیت قرآن و حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اسی طرح پانچ نمازوں کا ثبوت قرآن کریم کی پانچ آیات اور دس سے زائد احادیث سے ثابت اور اس پر اجماع امت ہو چکا ہے۔
دعویٰ البرکات بحوالہ تعلیق المجلی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: الصلوٰۃ کمد علی کمد من کمد فی کمد۔

جواب دیا گیا۔ اثنین علی اثنین۔ من اثنین فی اثنین۔ یعنی نمازیں دو طرح ہیں۔ فرض اور واجب۔ اور فرض ہیں یعنی جن و انسان پر دو میں یعنی شب و روز میں دو کی طرف سے یعنی خدا اور رسول کی طرف سے یا فرض حسب صی المکرم او خلا اللہ فی جبوحہ جنان نماز میں سات آسمان کے فرشتوں کی عبادت ہے۔ آسمان اول کے قیام میں ہیں۔ آسمان دوم کے رکوع میں سوم کے سجدہ میں چہارم کے قعدہ میں پنجم کے تسبیح میں چھٹے کے تہلیل (لا الہ الا اللہ) میں ساتویں کے تجید میں (سبحان اللہ والحمد للہ) جب مومن آدمی دو رکعت نماز نہیں مذکور افعال و اذکار سے ادا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اس کے اعمال نامہ میں سات آسمان کے فرشتوں کی گنتی کے مطابق نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ امام نجم الدین عمر نسفی رحمۃ اللہ علیہ خصائل میں فرماتے ہیں کہ زمینوں کو بھی اس پر قیاس کرنا چاہیے۔ درخت اور مینارا اور پہاڑ قیام میں ہیں اور چارپائے رکوع میں اور حشرات الارض زمین میں رہنے والے سجدہ میں اور دیواریں اور ٹیلے اور گاہ اور ریگ وغیرہ قعدہ میں قرآن کریم کی آیت کریمہ۔ اسی پر دال ہے۔

وَانْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِ ۙ
وَلٰكِنْ لَا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ط

اور کوئی چیز نہیں جو اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی
نہولے۔ ہاں تم اسکی تسبیح سمجھ نہیں سکتے پ۔ ۵۷،
(کنز الایمان) (صلوٰۃ مسعودی) سے
آب و خاک و باد و آتش بندہ اند
اللہ تعالیٰ نے نماز کو احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شکل بنایا۔ الف قیام۔ حار رکوع
تیم سجدہ۔ دال قعدہ (دقائق الاخبار)

نبی محترم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

نماز کے برکات

(۱) نماز پڑھنے سے خدا تعالیٰ خوش ہوتا ہے (۲) فرشتے پیار کرتے
ہیں (۳) نماز انبیاء کی سنت ہے (۴) نور معرفت ہے (۵) اصل (جزء) ایمان ہے (۶) اجابت
(قبولیت) دعا ہے (۷) باعث قبولیت ایمان ہے (۸) رزق میں برکت (۹) بدن میں راحت
(۱۰) دشمن کے لئے اوزار (۱۱) شیطان کو ناخوش کرتی ہے (۱۲) ملک الموت کے سامنے سفارشی ہوگی
(۱۳) قبر میں روشنی (۱۴) نیچے بچھونا (۱۵) منکر و نکیر کے لئے جواب (۱۶) قیامت تک قبر میں

مونس و غمخوار ہوگی (۱۷)، روز قیامت او پر سایہ کرے گی (۱۸)، سر پتاج ہوگی (۱۹) بدن پر لباس (۲۰) اور نور جو آگے آگے چلتا ہوگا (۲۱) نمازی اور دوزخ کے درمیان پردہ ہوگی (۲۲) خدا کے سامنے حجت (۲۳) میزان (ترازو) میں ثقل (بھاری) (۲۴) پل صراط سے گزارے گی (۲۵) اور جنت کی کنجی ہے کیونکہ اس میں تسبیح و تحمید تقدیس تعظیم قرأت اور دعا ہے۔ لہذا فضل الأعمال ہے۔

بستان العارفین مصنفہ نقیبہ ابوالیث سمرقندی متوفی ۳۷۳ھ مصری ص ۱۱۱

نماز کی شرائط اور ارکان جن کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی۔ ان کو

ایک سندھی شاعر نے ایک شعر میں جمع کر دیا ہے

فرائض نماز نہ دانی شوی درمستلق

انجینیں

نویق

تقیق

رسیق

۴۳۲۱

۷۶۵

۱۰۹۸

۱۱

۱۲

۱۳

(۱) نمازی کے لئے لازم ہے کہ اس کا جسم ظاہری باطنی نجاست سے پاک ہو۔ ورنہ نماز درست نہ ہوگی۔ الف سے مراد اندام پاک (۲) جاتے پاک یعنی جس جگہ نماز پڑھتا ہے وہ بھی پاک ہو (۳) جامہ پاک اس کے کپڑے بھی پاک ہوں (۴) ستر عورت مرد کیلئے ناف سے زانو تک جسم کا چھپانا فرض ہے اور عورت کے لئے سوائے دو ہاتھ (بند دست تک) اور چہرہ اور دو پاؤں کے سارے جسم کا چھپانا۔ کپڑا بتلا نہ ہو کہ اعضا نظر نہ آویں اور ایسا چست نہ ہو کہ اعضاؤں کی ساخت معلوم ہو (۵) نیت کرنا (۶) وقت کا معلوم کرنا۔ بغیر وقت ہوئے نماز پڑھنا درست نہیں کیونکہ قبل ازیں نماز فرض ہی نہیں ہوتی تو یہ کیا پڑھتا ہے عموماً صبح اور عصر کے وقت سے یا عشا سے تا واقف ہیں قبل از وقت پڑھ لیتے ہیں (دفعہ حزب الاحناف سے مؤذن الاوقات لے کر رکھیں ہمیشہ اوقات نماز روزہ وغیرہ سے باخبر رکھے گا) (۷) قبلہ کی طرف یا جہت قبلہ کو منہ کرنا خواہ جہاز میں ہو یا کشتی میں یا ریل گاڑی میں معذور و مجبور کے سوا اگر کوئی شخص غیر قبلہ کو منہ کر کے نماز پڑھے گا۔ نماز درست نہ ہوگی جس جگہ پتہ نہ ہو مساجد کو دیکھے کسی سے پوچھ لے، قطب نما صبح سے یا ستاروں سے معلوم کر لے۔ اگر یہ نہ ہو تو سوچ سے پڑھے (۸) تکبیر تحریمیہ (۹) قیام کرنا۔ بلا عذر بیماری کے یا درندے اور دشمن کے خوف سے ساقط

نہیں جو گلاب بعض لوگ ذرا سی بیماری میں نماز بیٹھ کر پڑھتے ہیں حالانکہ چلتے پھرتے ہیں ان کی نماز درست نہیں اور اگر عجز طاقت ہے تو کھڑے ہو کر شروع کر لیں پھر اگر کھڑے نہیں رہ سکتے تو بیٹھ جائیں (۱۰) قرأت ایک آیت لمبی یا تین آیت چھوٹی (۱۱) رکوع کرنا کہ سر اور پیچھے اس طرح برابر ہوں کہ اگر پشت پر پانی کا پیالہ رکھا جائے تو وہ گرے نہیں (۱۲) سجدہ کرنا کہ دونوں ہاتھ کے درمیان سر اس طرح رکھے کہ اگر کان کے اوپر سے کوئی چیز گرے تو ہاتھ کی پشت پر گرے۔ کلاٹیاں زمین سے اٹھانے رکھے بازو پہلوئیں سے جدا ہوں اور پیٹ رانوں سے الگ اور ساتوں اعضا زمین پر ہوں مخصوصنا پاؤں کو بعض لوگ سجدہ میں اٹھانے رکھتے ہیں ان کی نماز درست نہیں اور اعضا اس طرح ہوں کہ بکری کا بچہ نیچے سے گزر سکے (۱۳) قعدہ اخیر بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے اور بایاں کھڑا رکھے اور ہاتھ رانوں پر رکھے یہ احکام مرد کے لئے ہیں عورتیں سجدہ میں سب اعضا مذکورہ ملا کر رکھیں اور دونوں پاؤں ایک طرف نکال کر رکھیں۔ ان پر بیٹھیں۔ واجبات نماز اس شعر میں آگئے ہیں۔

چوں واجب نہ دانی شوی در خطر

فَضِيحَةٌ تَقْتَبُ تَقْتَبُ لِقَتِّ جَسَدِي

(۱) فاتحہ پڑھنا امام اور اکیلے کے لئے مقتدی کیلئے فاتحہ پڑھنے کی صحابہ کرام سے ممانعت مروی ہے۔ بلکہ وعید آتی ہے کہ جو

واجبات نماز

شخص امام کے پیچھے فاتحہ پڑھے وہ فطرت اسلامی پر نہیں (طحاوی شرح معانی الآثار ۱۳۵) اس کے منہ میں چنگاڑا ہو (عمدة القاری ص ۶) اس کے منہ میں پتھر ہوں (موطا امام محمد ص ۹) اس کا منہ مٹی سے بھرا جائے (طحاوی وغیرہ) (۲) صتم سورہ یعنی الحمد کے ساتھ سورت ملانا (۳) تعیین قرأت یعنی فرضوں کو دو پہلی کحتوں اور تہ نفل کی سب رکعتوں میں قرأت پڑھنا (۴) تعدیل ارکان یعنی سر رکن کو اپنی اپنی جگہ اور کرنا (۵) قعدہ (۶) یعنی التحیات پہلے اور آخری قعدے میں پڑھنا (۷) لفظ سلام کے ساتھ نماز سے باہر آنا (۸) دعائے قنوت و ترہ (۹) تکبیرت عبیدین (۱۰) جہر سے قرأت صبح اور مغرب اور عشاء جمعہ و عیدین میں (۱۱) بتر یعنی آہستہ پڑھنا نظر اور عصر میں (۱۲) رعایت ترتیب رکھنا سنت نماز اس شعر میں ہے

چو سنت بدانی شوی مقتدا رُوذِيْ قِيْمَتِيْ جَوَابِيْ

(۱) رفع یدین تکبیر تحریمیہ کے لئے ہاتھ کانوں کی ٹوٹک اٹھانا اور اور کسی جگہ نہیں
 (۲) وضع یدین یعنی ہاتھ ناف کے نیچے باندھنا۔ عورتوں کے لئے چھاتی پر (ابوداؤد۔ عمدۃ
 الرعاہ ص ۱۶۵ جلد ۱ وغیرہ) (۳) ثنار پڑھنا امام اور اکیلے کے لئے (۴) بسم اللہ پڑھنا الحمد سے
 پہلے (۵) تسبیح رکوع و سجود میں تین یا پانچ یا سات مرتبہ (۶) تکبیرات یعنی رکوع جاتے اور
 سجدہ کرتے اٹھتے وقت اللہ اکبر کہنا (۷) سمع اللہ من حمدہ امام اور اکیلے کو کہنا (۸) توقف
 کرنا رکوع اور سجود کے بعد یعنی قومہ جلسہ کرنا (۹) درود شریف پڑھنا (۱۰) دعا پڑھنا جو حدیث
 شریف سے مروی ہو اور دعا براہی رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ الخ پڑھنا مستحب ہے۔
 (عالمگیری) (۱۱) آمین آہستہ کہنا۔ طحاوی ص ۱۳۰۔ ۲ شمار سنن ص ۹۶ میں کہ بسم اللہ ثنار آعود
 آمین آہستہ پڑھی جاویں۔ ترمذی ابوداؤد اور حاکم اور دارقطنی وغیرہ میں ہے کہ رسول
 اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آمین آہستہ کہی۔

طریق اشاعت نماز | نماز کی اہمیت و فرضیت محتاج بیان نہیں ہے مگر یہ ظاہر
 ہے کہ انسان انسان ہی ہے۔ وہ فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی
 کرتا ہے تبلیغ ہی سے اسلام چار دانگ عالم میں پھیلا تھا اور تبلیغ ہی سے آج مسلمانوں کو
 راہ راست پر لایا جاسکتا ہے۔ اسلئے فی زمانہ نماز اور اس کے ضروری مسائل کی تبلیغ و اشاعت
 بہت ضروری ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ فریضہ تبلیغ نماز ادا کرے اور ذیل کی تجاویز کو عملی
 شکل دی جائے۔

۱۔ ہر محلہ میں نماز کمیٹی قائم کی جائے اور محلہ کے نیک اور بااثر اصحاب کے تعاون سے تبلیغ نماز
 کی مہم شروع کی جائے۔

۲۔ ہر ہفتہ ایک مجلس و عظ منعقد کی جائے۔ جس میں نماز کے متعلق و عظ ہوں اور مسائل نماز
 پڑھ کر سنائے جائیں۔

۳۔ بے نمازوں کو پیار و محبت سے نماز کی ترغیب دی جائے اور وہ سخت شست جواب دیں

تو تحمل و بردباری سے کام لیا جائے اور اپنی تبلیغ کو کسی حالت میں بھی نہ ترک کیا جائے۔

۴۔ روزانہ صبح و شام رضا کاروں کی ایک جماعت نماز اور ذکر الہی کی طرف ترغیب لانے

- والی نظمیں پڑھتے ہوئے محلہ میں گشت کرے۔ ذی اثر حضرات بھی اس جلوس میں شریک ہوں۔
- ۵۔ اوقات نماز کے وقت محلہ کے لوگوں سے اپیل کی جائے کہ وہ مسجدوں میں آجائیں۔
- ۶۔ نماز کی پیشگیلئے کسی قسم کا چندہ وغیرہ نہ رکھا جائے۔ محض خلصتہ لوجہ اللہ یہ کام سر انجام دینے جائے۔
- ۷۔ پہلے اپنے محلہ کی اصلاح کر لیجئے۔ اس کے بعد دوسروں کی طرف متوجہ ہو جائے۔

اسرارِ نماز

ایمان اعمال سے مقدم ہے کیونکہ ایمان اصل اور عمل اس کی شاخ ہیں۔ ایمان قلب کا کام ہے اور اعمال جسم کے افعال ہیں۔ دل بادشاہ ہے اور جسم اس کی رعیت ہے۔ اس لئے دل کا کام ایمان، جسم کے کام اعمال سے افضل تھا (۲) ایمان تمام پیغمبروں کے دین میں کیساں ہے۔ مگر اعمال میں فرق ہوتا رہا۔ لہذا جو چیز بدلنے والی نہ ہو وہ بدلنے والی سے افضل ہوتی ہے (۳) ایمان لانا اسلام میں اول ہی سے فرض تھا اور نماز وغیرہ بعد میں فرض ہوئیں (۴) اعمال موت پر ختم ہو جاتے ہیں اور ایمان قبر حشر موت ہر جگہ ساتھ رہتا ہے (۵) ایمان لانا سب پر فرض ہے حتیٰ کہ بچے دیوانے ماں باپ کے تابع ہو کر مومن ہیں۔ لیکن اعمال نماز روزہ حج وغیرہ کوئی عبادت کافروں نابالغ بچوں مجنونوں پر فرض نہیں ہے۔ اسی طرح نماز روزہ حیض و نفاس والی عورت پر فرض نہیں۔ زکوٰۃ و حج غریب پر فرض نہیں۔ ان تمام خصوصیات کی بنا پر ایمان کی فضیلت ثابت ہوتی۔

۲۔ ایمان کے بعد نماز عمل میں سب سے اہم فضل و اعلیٰ ہے کیونکہ نماز بدنی عبادت ہے اور زکوٰۃ مالی اور بدنی عبادت مالی عبادت سے افضل ہوتی ہے۔ بلکہ نماز تمام عبادتوں کی جامع ہے۔ روزہ حج زکوٰۃ جہاد یہ سب نماز میں موجود ہیں۔ (۳) نماز اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک کو عرش پر بلا کر عطا فرمائی اور باقی اعمال و عبادات زمین پر ہی ان کے حکم بھیج دیئے گئے۔ نماز دن بھروسے پانچ دفعہ پڑھی جاتی ہے اور زکوٰۃ سال کے بعد حج عمر میں ایک مرتبہ ادا کیا جاتا ہے۔ (۵) نماز ہر ایام و غریب پر فرض ہے۔ مگر زکوٰۃ غریب پر روزہ مسافر پر فرض نہیں ہاں مسافر

اس کی قضا کرتا ہے (۷) آدم علیہ السلام سے لے کر قریباً تمام انبیاء نے کسی قدر فرق کے ساتھ نماز پڑھی لیکن تہ کوۃ وغیرہ کا یہ حال نہیں ہے بعیر روح البیان میں ہے۔ نماز فجر حضرت آدم نے، ظہر حضرت ابراہیم نے، عصر حضرت یونس نے، مغرب حضرت عیسیٰ نے، عشا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پڑھی ہے۔ (۸) نماز تمام ملائکہ کی عبادتوں کا مجموعہ ہے۔ ملائکہ مقربین میں سے بعض وہ ہیں جو رکوع میں بعض سجدے میں بعض قیام میں بعض تسبیح و تہلیل میں پڑے ہیں۔ اللہ نے نماز میں یہ تمام چیزیں جمع فرمائیں۔ اس لئے نماز کا پابند درجہ میں ملائکہ کے برابر یا افضل ہوتا ہے (۹) نماز صد ہا بیماریوں کا علاج ہے۔ خود اطباء اور فلاسفوں کو اعتراف ہے کہ وضو کرنے والا شخص دماغی بیماریوں میں بہت کم مبتلا ہوتا ہے۔ نماز کی جنون اور تلی کی بیماریوں سے اکثر محفوظ رہتا ہے۔ چونکہ نماز میں پنجوقتہ وضو ہوتا ہے۔ اعضاء دھلتے رہتے۔ کپڑے پاک و صاف رہتے ہیں اسلئے نماز کی گندگی سے بچا رہتا ہے اور گندگی بہت سی بیماریوں کی جڑ ہے (۱۰) نماز ہر مرض کا علاج بھی ہے اسی لئے اسلام میں ہر مصیبت کے وقت نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

پانچ وقت کی نماز اس لئے فرض ہے کہ شب معراج میں اولاً پچاس **اوقات صلوٰۃ** وقت کی نمازیں فرض ہوئی تھیں لیکن حضرت موسیٰ کی عرض پر پانچ رہ گئیں۔ اور ثواب پچاس کا ہی ملتا ہے (۱۲) ائم سابقہ نے یہ نمازیں متفرق طور پر پڑھیں تھیں۔ کسی نے فجر کی، کسی نے صرف عصر کی، کسی نے ظہر کی، اللہ نے ان ساری نمازوں کو ہمارے لئے جمع فرمایا۔ اور وہ سب مل کر پانچ بنتی ہیں (۱۳) نماز سے مقصود یہ ہے کہ مسلمان کی ہر حالت اللہ کے ذکر سے شروع ہو۔ مثلاً صبح اٹھ کر ذکر الہی کرے کیونکہ یہ بیداری کی حالت کی ابتدا ہے دوپہر تک کاروبار سے فارغ ہوا کھانا کھایا سو کر اٹھا تو دوسری حالت شروع ہوتی۔ اسلئے ظہر کی نماز پڑھے عصر کے وقت تقریباً ہر شخص اپنے کاروبار سے فارغ ہوا سیر و تفریح کا وقت ہوا۔ یہ بھی ایک حالت ہے۔ اسلئے عصر کی نماز پڑھے۔ مغرب کے وقت دن جا رہا ہے۔ آفتاب اپنا سنہری چہرہ چھپا رہا ہے وہ کروٹ بدل رہا ہے۔ اب مغرب کی نماز پڑھو۔ عشا، کا وقت آیا۔ رات ہو گئی۔ دن رخصت ہوا۔ تاریکی چھانے لگی۔ نیند آنے لگی۔ کیا معلوم یہ آخری نیند ہو اور صرف قیامت ہی کو اٹھنا ہو اسلئے اب بھی عبادت کرو۔ عشا کی نماز پڑھ کر آرام کرو۔

نماز کی رکعتیں مختلف اسی لئے ہیں کہ دراصل یہ انبیاء کی یادگار ہیں۔
تعداد رکعات | ہیں جس طرح قربانی خلیل اللہ کی یادگار ہے۔ انہیں کی سنت کو زندہ رکھنے

کے لئے رب تعالیٰ نے ہر مسلمان کے لئے قربانی واجب کی ہے۔ اسی طرح یہ نمازیں مقبولان بارگاہ
 الہی کی ادائیں ہیں۔ ان کے وہ افعال جو رب العزت کو پسند آگئے، وہ سب مسلمانوں پر فرض
 کر دیئے گئے۔ فجر کی دو رکعت آدم علیہ السلام نے پڑھی۔ ظہر کی چار اور امیم خلیل اللہ نے دو رکعتیں۔
 اس لئے ہمیں بھی حکم دیا گیا کہ اتنی ہی رکعتیں پڑھیں طیب کے نسخے میں دو آیتوں کی مختلف
 مقدار ہوتی ہے۔ جو طیب اپنی حکمت و دانائی کی بنا پر قائم کرتا ہے۔ اسی طرح نماز کی رکعتیں
 روحانی نسخہ ہیں جو طیب مطلق رب العزت جل مجدہ نے مقرر فرمائی ہیں۔ اور ان میں حکمتیں
 ہیں جن کے ادراک سے عقل انسانی قاصر ہے۔ صاحب روح البیان نے یہ بھی لکھا ہے لاکہ
 کے بازو مختلف ہیں کسی کے دو کسی کے تین کسی کے چار تو اللہ نے نمازوں کی رکعتیں بھی مختلف
 رکھیں کیونکہ یہ بھی روح کے بازو ہیں۔

قبلہ کی تعیین کی یہ حکمت ہے کہ کعبہ معظمہ زمین کی جڑ ہے کیونکہ زمین
قبلہ کی تعیین | وہیں سے پھیلی ہے۔ لہذا حکم دیا گیا ہے کہ نمازی اسی کی طرف منہ کر لے۔
 تاکہ نمازی کا جسم اپنے اجسام کی اصل کی طرف رہے۔

بہر حال یہ اسرار اور حکمتیں وہ ہیں جو انسان نے سمجھیں اور بیان کر دیں۔ ورنہ نماز کی
 حکمت اور فلسفہ صرف یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ کا حکم ہے۔ مانو گے اس کی خوشنودی حاصل کرو گے
 اور نہ مانو گے تو عذاب کے مستحق ہو گے اور بس

صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ نہیں پڑھی؟
حضور کی نماز جنازہ | اس کتابچہ میں اس الزام کا تحقیقی جواب درج ہے قیمت ۱۲ پیسے

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے خطبات جمعہ و عیدین کا مجموعہ جس
خطبات رضویہ | میں خطبہ کے احکام و مسائل بھی درج ہیں قیمت پچاس پیسے

رسالہ رضوان کا خاص نمبر جس میں اسلام اور مسیحیت کے متعلق مضامین درج ہیں
اسلام اور مسیحیت | تردید عیسائیت میں ایک لاجواب رسالہ ہے۔ قیمت پچاس پیسے

ملنے کا پتہ۔ مکتبہ رضوان۔ لاہور۔

اقیموا الصلوة

واضح ہو کہ مامور بہ یعنی وہ کام جن کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ دو قسم پر ہیں۔ غیر موقت یعنی جن کا کرنا کسی خاص وقت کے ساتھ مقید نہ ہو۔ جیسے زکوٰۃ عشر نذر مطلق وغیرہ۔ زکوٰۃ کا سبب مالک نصاب ہونا ہے۔ اور اس کی شرط ایک سال گزرنا ہے۔ مگر اس کی ادائیگی کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ جب بھی ادا کی جائے گی، ادا ہو جائے گی، دوسری قسم موقت ہے کہ جس کا تعلق ایک خاص وقت کے ساتھ ہے۔ اس وقت میں اس کو کیا جائے تو ادا ہے اور اس وقت تشویش کے سوا اگر کیا جانے تو ادا نہ ہوگی بلکہ قضا ہوگی۔ اس کی مثال نماز ہے کہ اس کی ادائیگی کے لئے وقت مقرر ہیں۔ وقت پر نہ پڑھی گئی تو قضا ہو جائے گی۔

(۲) نماز کے اوقات۔ تعداد رکعات۔ شرائط و آداب کی پوری تفصیل تو قرآن مجید میں نہیں ملتی البتہ ان امور کا اجمالی ذکر ہے اور ان کے اصول قرآن نے بیان کئے ہیں۔ مثلاً سورہ بقرہ کی یہ آیت جس میں لڑائی کی حالت میں نماز ادا کرنے کا ذکر ہے، اس سلسلہ میں ایک جامع آیت ہے۔

فَاِذَا اٰمَنْتُمْ فَاذْكُرُوْا اللّٰهَ كَمَا

عَلَّمْتُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (بقرہ)

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ نماز اور اس کے شرائط و آداب اللہ عزوجل نے اسی طرح تعلیم فرمائے ہیں۔ جس طرح قرآن مجید کے اس اجمال کی تفصیل و تشریح سنت نبوی کے ذریعہ احادیث میں تحریراً اور مسلمانوں کے نسل بعد نسل متفقہ تواتر عمل میں عملاً موجود ہے اور قرآن مجید میں اس کے عملی حوالے اور متعلقہ احکام بیان ہوئے۔

نماز کی پابندی اور اسکی نگہداشت
نماز کی مداومت کے لئے قرآن مجید میں ایک
خاص لفظ محافظت کا استعمال ہوا ہے جس کے

لفظی معنی نگرانی کے ہیں اور جس کی وسعت میں پابندی سے ادا کرنا۔ وقت پر ادا کرنا سب
داخل ہیں۔ حَافِظُوا عَلٰی الصَّلٰوٰتِ نمازوں کی نگرانی رکھو۔

۱۵ مگر تاخیر سے گناہ کا ہوگا۔

وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ
 وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ ذَاهِبُونَ
 وہ جو اپنی نماز کی نگرانی رکھتے ہیں۔ (معالج ۱)
 وہ جو اپنی نماز ہمیشہ ادا کرتے ہیں۔ (معالج ۱)
 ان آیات میں سب سے پہلی ہدایت یہ دی گئی ہے کہ نماز ایک ایسا فرض ہے جو کسی مسلمان
 سے کسی حال میں معاف نہیں اور اس کو ہمیشہ پابندی وقت اور اس کے شرائط و آداب کے ساتھ
 ادا کرنا ضروری ہے ادا نماز کے لئے اوقات کے مقرر ہونے کی تصریح بھی قرآن نے کی۔

قرآن میں نماز کے اوقات

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ
 كِتَابًا مَّوْقُوتًا
 بے شک نماز مسلمانوں پر مقرر اوقات
 میں فرض ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ فرض نمازوں کے لئے اوقات مخصوص ہیں۔ ادائے نماز کیلئے قرآن
 مجید نے زیادہ تر تین الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اقامت الصلوة، صلوة تسبیح ذکر اللہ پہلا لفظ
 اقامت صلوة نماز کے لئے مخصوص ہے لیکن دوسرا اور تیسرا لفظ عام تسبیح و تحمید و یاد الہی اور
 نماز کے لئے بولا جاتا ہے۔ احادیث میں بھی تسبیح کے معنی نماز پڑھنے کے ہیں (مسلم باب صلوة)
 اور اشعار عرب اور لغت عرب کے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ قرآن میں جب تسبیح کے ساتھ وقت
 کی تخصیص ہوگی، تو اس سے کسی شبہ کے بغیر نماز کے علاوہ کوئی اور چیز مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ
 وقت مخصوص کے ساتھ اسلام میں نماز کے علاوہ کوئی عام تسبیح فرض نہیں ہے۔ البتہ اوقات
 کی تخصیص کے بغیر جہاں تسبیح کا حکم دیا گیا ہے اس اللہ عزوجل کی عام یاد و توصیف مراد ہو سکتی ہے
 قرآن پاک کی متعدد آیات میں پانچ وقت نماز پڑھنے کے اوقات کا بالتصریح اور
 بالاجمال ذکر ہے۔ مثلاً سورہ طہ کی آیت سے اوقات پنجگانہ کی تفصیل کا
 استدلال کیا جاسکتا ہے۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ
 الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا وَمِنْ آنَاءِ
 الْيَلِّ سَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ طَه
 اور اپنے پروردگار کی حمد و تسبیح کر آفتاب نکلنے
 سے پہلے اور آفتاب کے ڈوبنے سے پہلے اور رات کے
 کچھ وقت میں تسبیح پڑھ اور دن کے کناروں میں

آفتاب نکلنے سے پہلے فجر ہے، ڈوبنے سے پہلے عصر ہے، رات کے کچھ وقت سے مراد عشا ہے اور دن کے کناروں میں نہر و مغرب ہے۔ اسی طرح علیحدہ علیحدہ آیتوں سے بھی اوقات پنجگانہ کا استدلال ہو سکتا ہے۔ مثلاً۔

۱۔ اَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرَبِهَا (۹) زوال آفتاب کے وقت نماز قائم کر یہ ظہر کی نماز ہے۔
۲۔ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ (ق. ۳۰) اور غروب آفتاب سے پہلے خدا کی تسبیح کر۔

۳۔ وَاذْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا (دہر ۲) اپنے پروردگار کا نام لو صبح کو اور عصر کو یہ عصر کی نماز ہوئی۔ اسی کو وَالصَّلَاةَ الْوُسْطَىٰ — بیچ کی نماز سورہ بقرہ میں کہا گیا ہے۔ کیونکہ یہ دن کی نمازوں میں ظہر اور مغرب کے بیچ میں واقع ہے۔

۴۔ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النُّجُومِ (سود ۱۱) اور دن کے دونوں ابتدائی اور انتہائی کناروں میں نماز قائم کر۔ دن کا ابتدائی کنارہ صبح اور انتہائی کنارہ مغرب ہے یہ فجر اور مغرب کی نماز ہوئی۔
۵۔ سُوْرَةُ نُوْرِ مِيْنَ سَبْعِ الْاَنْجُوْمِ (نور ۸) اس سے نماز فجر کا عمل ثبوت بھی ملتا ہے۔

۶۔ پھر اسی میں یہ ہدایت بھی ہے کہ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ اور عشا کی نماز کے بعد کہ مسلمانوں کو عشا کی نماز کے بعد جو آرام کرنے اور کپڑے اتار دینے کا وقت ہے کسی مسلمان کے مکان میں بلا اجازت نہ جانا چاہیے۔ یہ بھی نماز عشا کا عمل ثبوت ہے اور یہی پانچوں اوقات نماز ہیں

واضح ہو کہ فرضیت نماز کا سبب حقیقی امر الہی ہے اور سبب ظاہری نماز کی شیطیں وقت ہے صحت نماز کی چھ شیطیں ہیں کہ بے انکے ہوگی ہی نہیں

لہارت، ستر عورت، استقبال قبلہ، وقت، نیت تحریمہ۔

اِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ
رُكْنًا مِمَّا قُوتُوا
اور اللہ عزوجل نے فرمایا بیشک نماز مسلمانوں
پر فرض ہے۔ وقت باندھا ہوا۔

ہر نماز کے لئے وقت مقرر ہے
اور اس کی محافظت فرض ہے

واضح ہو کہ شرع مطہر نے نماز کے لئے جدا وقت مقرر
فرمایا ہے کہ نہ وقت سے پہلے صحیح نہ وقت کے بعد
تاخیر جائز بلکہ فرض ہے کہ ہر نماز کو اپنے وقت پر ادا کیا جائے

زیر عنوان آیت کی تفسیر میں علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا۔
یقتضی الیوم لکل صلاة وقتا
یعنی مقتضاً آیت یہاں ہے کہ ایک نماز کے
وقت میں دوسری نماز ادا نہیں ہو سکتی
علیحدۃ۔

اور یہ حکم عام ہے۔ مسافر و مقیم صحیح و مریض غرض کہ ہر مسلمان کے لئے یہی حکم ہے کہ وہ نماز کو اس
کے وقت مقررہ میں ادا کرے۔ اللہ عزوجل نے محافظت و التزام اوقات کا حکم سات سورتوں میں
نازل فرمایا۔ بقرہ، نساء، مریم، مؤمنون، معارج، ماعون۔ اس سلسلہ کی چند احادیث یہ ہیں۔
نوع اول۔ وہ احادیث جن میں محافظت و وقت اور اس کی ترغیب اور اس کے ترک سے
ترہیب ہے حضرت حنظلہ کہتے ہیں کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا۔

(۱) وَمَوَاقِيْتِهِنَّ وَعِلْمُ الْهَنْ حَقٌّ
جس نے ان پانچوں نمازوں کی محافظت کی اور یقین
من عند اللہ دخل الجنة (امام احمد)
جانا کہ وہ اللہ عزوجل کی طرف سے جنت میں جائیگا۔

(۲) اس مضمون کی حدیث کو مالک، ابو داؤد، نسائی و ابن حبان نے حضرت عباد بن صامت سے روایت کیا
(۳) ابو داؤد نے حضرت قتادہ سے (۴) ابو داؤد و طبرانی نے حضرت ابو درداء سے (۵) دارمی
حضرت کعب بن عجرہ سے (۶) طبرانی نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے (۷) طبرانی نے انس بن مالک
سے (۸) ابو داؤد نے حضرت فضالہ زبیرانی سے (۹) بخاری و مسلم، ترمذی و نسائی و دارمی نے
حضرت عبداللہ بن مسعود سے (۱۰) بیہقی نے بطریق عکرمہ جناب فاروق اعظم سے (۱۱)
امام مالک نے حضرت نافع سے روایت کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

نوع دوم۔ حدیث امامت جبریل جس میں انہوں نے ہر نماز کے لئے جدا وقت معین کیا جن
کا مضمون یہ ہے کہ جبریل امین نے بعد تعین اوقات عرض کی۔

بھذا اہرت قال ہذا امتہ
اس کا حضور کو حکم دیا گیا ہے ایسا ہی حضور کو حکم
ما بین ہذین وقت صلاة
دیا گیا ہے ان دونوں کے درمیان وقت نماز ہے

(۱) اس مضمون کی حدیثیں بخاری و مسلم، مالک، موطا و دارمی نے حضرت ابو سعید خدری سے
(۲) طحاوی ابو داؤد ترمذی ابن جہان حاکم نے حضرت عبداللہ بن عباس سے (۳) نسائی
و احمد و اسحق و ابن جہان و حاکم نے جابر بن عبداللہ سے (۴) طحاوی نے حضرت ابو سعید
خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیں۔

نوع سوم۔ وہ احادیث جن میں یہ ہے کہ سائل کے پوچھنے پر حضور نے امانتیں کرا کر ہر
نماز کا اول و آخر وقت بتایا اور پھر فرمایا۔

وقت صلواتکم ما بین ما رأیتم نماز کا وقت اس کے درمیان ہے جو تم نے دیکھا۔

(۱) اس مضمون کی احادیث مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، طحاوی نے حضرت بریدہ سے (۲)
مسلم، طحاوی، ابو داؤد و نسائی و ابن جہان نے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے (۳) مالک، نسائی و بزار
نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیں۔

نوع چہارم۔ وہ احادیث جن میں حضور نے پیش گوئی فرمائی کہ کچھ لوگ وقت گزار کر نماز
پڑھا کریں گے، تم ان کا اتباع نہ کرنا اور یہ بات مطلقاً ارشاد فرمائی سفر و حضر کی تخصیص نہیں
کی (۱) مسلم، ترمذی، نسائی، ابو داؤد، احمد، دارمی، حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی
کہ حضور علیہ السلام نے میری ران پر ہاتھ مار کر فرمایا تیرا کیا حال ہوگا جب تو ایسے لوگوں میں رہ
جائے گا جو نماز کو اس کے وقت سے تاخیر کریں گے، میں نے عرض کی حضور مجھے کیا حکم سے؟
قَالَ صَلَّى الصَّلَاةَ لَوْ قَتَلَهَا۔ تو نماز کو اس کے وقت پر ہی پڑھنا۔

(۲) اس مضمون کی حدیث کو امام احمد و ابن ماجہ نے بسند صحیح حضرت عبادہ بن صامت سے
(۳) ابو داؤد نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا۔

نوع پنجم۔ وہ احادیث جن میں حضور اقدس نے عاف و صریح طور پر ارشاد فرمایا کہ جب
ایک نماز کا وقت آیا، تو دوسری کا جاتا رہا، قضا ہو گئی اور اسکی مخالفت و مذمت فرمائی۔
(۱) مسلم، ابو داؤد، نسائی و عیسیٰ بن ابان، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے راوی۔
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

وقت الظهر والمبصر العصر ظہر کا وقت جب تک ہے کہ عصر کا

ووقت المغرب ما لم یسقط ثور الشفق وقت نہ آنے اور مغرب کا وقت جب تک سورہ شفق نہ پڑھے

(۱۷) مسلم والبوداؤذ ابن ماجہ طحاوی و ابن جبان حضرت ابو قتادہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سوتے میں کچھ تقصیر نہیں، تقصیر تو جاگتے میں ہے۔

ان تو خیر صلوة حتی یدخل کہ تو ایک نماز کو اتنا پیچھے ہٹائے کہ دوسری وقت صلاۃ آخری۔ نماز کا وقت آجائے

(۱۸) امام طحاوی حضرت بن عباس سے راوی

قال لا تفوت صلاۃ حتی یجئ

نماز فوت نہیں ہوتی جب تک دوسری نماز

کا وقت نہ آجائے۔

وقت الاخری

یعنی جب دوسری کا وقت آیا۔ پہلی قضا ہو گئی۔

(۱۹) امام بزار و محی السنہ بغوی حضرت سعد بن ابی وقاص سے راوی کہ میں نے حضور علیہ السلام سے پوچھا وہ کون لوگ ہیں جنہیں اللہ عزوجل قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

الذین ہمز عن صلاۃ ہم ساہون

خوابی ہے ان نمازیوں کیلئے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔

قال ہر الذین یؤخرون الصلاۃ

حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو نماز

عن وقتہا۔ کو اس وقت سے ہٹا کر پڑھیں۔

(۲۰) ابو قتادہ عدوی جو اجلہ اکابر و ثقوات تابعین سے ہیں بلکہ بعض نے انہیں صحابہ میں گنا

فرماتے ہیں کہ میں نے امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا فرمان سنا۔

ثلث من الکبائر الجمع بین الصلاۃ

کہ تین باتیں کبیرہ گناہوں میں سے ہیں دو نمازیں جمع

والفرار من الزحف و النهیۃ

کرنا جہاد میں کفار کے مقابلہ سے بھاگنا اور کسی کا مال لوٹنا

واضح ہو کہ یہ حدیث موطا کی ہے جو اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے۔ اس کے سبب رجل اسمعیل بن ابراہیم

ابن علیہ سے سخت تک آئمہ ثقات عدول رجال صحیح مسلم سے ہیں۔

ان تمام آیات و احادیث سے آفتاب نیم روز کی طرح واضح ہوا کہ ہر نماز کے لئے خاص وقت

جدا گانہ مقرر ہے کہ نہ اس سے پہلے پڑھنا جائز اور نہ اس کے بعد تاخیر کی اجازت ہے (۲) ہر نماز کو

اس کے وقت میں ادا کرنا فرض ہے (۳) سواہ ظہر بن عرفہ و عشا بن مزولفہ کے دو نمازوں کو قصداً

ایک وقت میں جمع کرنا سفرِ احضراً کسی طرح جائز نہیں رہا، نماز کے لئے تعین اوقات قرآنِ عظیم کی آیات اور حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے قطعی الثبوت ہے اور اس کے خلاف کیسے دلیل دیسی ہی قطعی چاہیے۔ عصرِ عرفہ و مغرب مزدلفہ کا اجماعی مسئلہ ورنہ یقینی کے مقابل ظنی مضحک

لغنت میں صلوة کے معنی دعا کے ہیں۔ قرآن پاک میں فرمایا وصل علیہم اور حدیث میں ہے وان کان صائماً فلیصل اس آیت اور

صلوة کے معنی

حدیث میں صلوة کے معنی دعا ہے۔ امام نووی نے فرمایا۔ صلوة کا اشتقاق صلویں سے ہے اور صلویں، سرین کی دو ہڈیوں کو کہتے ہیں۔ علامہ قسطلانی نے فرمایا۔ صلوة "صلی" سے مشتق ہے جس کے معنی بانس کو انگاروں پر رکھ کر سیدھا کرنے کے ہیں۔ بعض نے کہا۔ صلوة کے اصل معنی رحمت کے ہیں۔ لہذا صلوة کو صلوة اس لئے کہتے ہیں کہ یہ رحمت ہے۔ یا اسلئے کہ اس میں نمازی رکوع و سجود میں اپنے سرین ہلاتا ہے یا اسلئے کہ صلوة سے آدمی راہِ راست پر آجاتا ہے۔ تو جس کی کجی نماز سے جاتی رہے۔ قیامت کے دن اسے آگ سے سیدھا کرنے کی ضرورت نہ رہے۔ علماء نے فرمایا صلوة کو صلوة اس لئے کہتے ہیں کہ مصلی امام کا تابع ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام کی نماز فاسد ہو تو مقتدی کی بھی نماز فاسد ہو جاتی ہے (عکس)

سہو امام سے مقتدی پر بھی سجدہ سہو لازم آتا ہے۔

مقتدی کو امام سے پہلے رکوع و سجود ممنوع ہے۔

امام کا سترہ مقتدیوں کے حق میں بھی کافی ہے۔

اس کے علاوہ ہر وہ عبادت جو تعظیم و خشیتِ خالق کے لئے ہو اس کو صلوة کہہ سکتے ہیں۔ اور اس معنی میں صلوة افراد انسانی کے ساتھ خاص نہیں رہتی بلکہ تمام مخلوقات کے لئے مشترک ہو جاتی ہے تو ہر چیز کی صلوة اس کے مناسب حال ہوگی۔ اسی لئے قرآن مجید میں فرمایا۔ کل قد علم صلاتہ و تسبیحہ اس آیت میں اشارہ ہے کہ تمام مخلوقات وظیفہ صلوة میں مشترک ہیں۔ البتہ اس کی نوعیت و صورت میں فرق ضرور ہے۔ جیسے سجدہ ہی کو لے لیجئے۔ تمام مخلوقات اپنے رب کے حضور سجدہ نہ ہر ہے۔ واللہ یسجد من فی السہوات والارض۔ لیکن سجدہ کی صورت میں فرق ہے۔ انسان کے سجدہ کرنے کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے سات

اعضاء پر سجدہ کرتا ہے۔ اور دوسری اشیاء کے سجدہ کی صورت اور ہے۔
نماز کی اہمیت حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو توحید کے بعد
 سب سے پہلا حکم جو آپ کو ملا وہ نماز کا تھا۔ یا ایہا المدثر۔ قرآن
 فاذدود بک فکبر۔ یہی نماز کی بنیاد ہے۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ یہ نماز تکمیل کے مدارج طے
 کرتی ہوئی اس نقطہ پر پہنچ گئی جو روحانی معراج کی آخری سرحد ہے۔

قرآن پاک کی تصریح کے مطابق دنیا میں کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا جس نے اپنی امت کو
 نماز کی تعلیم نہ دی ہو۔ اور اس کی تاکید نہ کی ہو۔ خصوصاً ملت ابراہیمی میں تو اس کی حیثیت سب سے
 زیادہ نمایاں ہے حضرت ابراہیم، حضرت اسمعیل، حضرت شعیب، حضرت لوط، حضرت اسحاق،
 حضرت یعقوب، حضرت لقمان، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت زکریا ان سب
 جلیل القدر انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق قرآن پاک نے بتایا یہ سب کے سب نماز پڑھتے
 تھے۔ اپنے اہل و عیال اور اپنی قوم کو نماز کا حکم دیتے تھے۔ دیکھو سورہ مریم، ہود، انبیاء
 لقمان ابراہیم، طہ، یونس، مائدہ، آل عمران۔

قرآن و حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کے زمانہ میں بھی بعض یہودی و عیسائی
 نماز پڑھتے تھے (آل عمران ۱۷) حضور علیہ السلام نے فرمایا یہودیوں کی طرح ننگے نماز نہ پڑھو۔
 (کنز العمال ج ۲ ص ۱۱۳ تا ۱۱۴)

نماز اسلام کا سب سے اہم و اکرم فریضہ ہے۔ عبادات میں سب سے اشرف و افضل نماز ہی ہے
 قرآن پاک میں تقریباً سو مرتبہ سے زیادہ نماز کا ذکر اور اس کی بجا آوری کی تاکید آئی ہے اور اس کے
 ادا کرنے میں سستی اور کاہلی نفاق کی علامت اور اس کا ترک کفر کی نشانی بتائی گئی ہے۔ یہ وہ
 فرض ہے جو اسلام کے ساتھ ساتھ پیدا ہوا اور اسکی تکمیل اس شبستان قدس میں ہوئی جسکو معراج کہتے ہیں۔
 واقیہو الصلوٰۃ ولا تکنونوا
 اور نماز قائم رکھو اور مشرکین میں سے
 من المشرکین (روم ۴) نہ ہو جاؤ۔

آیت بالا سے ایک تو توحید و ایمان کے بعد سب سے اہم چیز نماز ثابت ہوئی اور دوسری
 بات یہ معلوم ہوئی کہ ترک نماز سے کفر و شرک میں گرفتار ہو جانے کا اندیشہ ہے کیونکہ جب دل

کی کیفیت کو بیرونی اعمال کے ذریعہ نہ بڑھانے رہا جائے تو خود اس کی کیفیت کے (ایمان، زائل ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے حضور علیہ السلام نے ہمیشہ خاص طور سے نماز پر زور دیا۔ اور اس کے تارک کے متعلق شرک و کفر کا ڈر ظاہر فرمایا ہے

روزِ محشر کہ جانِ گدازہ بود

اولین پریشش نماز بود

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کسی عمل کے ترک کو کفر نہیں جنتے تھے، سوا نماز کے۔ بہت سی

تارکِ عملوۃ کافر ہے

ایسی حدیثیں آئیں جن کا ظاہر یہ ہے کہ قصداً نماز کا ترک کفر ہے اور بعض صحابہ کرام مثلاً حضرت فاروق اعظم، عبدالرحمان بن عوف، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، جابر بن عبداللہ، معاذ بن جبل، ابو ہریرہ، ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ ہی مذہب تھا بعض ائمہ کرام مثلاً حضرت امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، عبداللہ بن مبارک و امام نخعی کا بھی یہ ہی مسلک ہے البتہ ہمارے امام ابو حنیفہ و دیگر ائمہ کرام نیز کثیر صحابہ کرام تارکِ صلوٰۃ کی تکفیر نہیں کرتے مگر کیا یہ قہوڑی بات ہے کہ ان جلیل القدر حضرات کے نزدیک تارکِ صلوٰۃ کافر ہے۔ اس مسئلہ کی مکمل بحث کے لئے اہل علم حضرات نیل الاوطار، نووی عینی کا مطالعہ کریں (۷) ہر مکلف یعنی عاقل و بالغ پر نماز فرض عین ہے۔ اس کی فرغیت کا منکر کافر ہے اور جو قصداً چھوٹے اگرچہ ایک ہی وقت کی وہ فاسق ہے اور جو نماز نہ پڑھتا ہو، قید کیا جائے حتیٰ کہ تو بہ کرے اور نماز پڑھنے لگے۔ بلکہ ائمہ ثلاثہ مالک، احمد، شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک سلطان اسلام کو اس کے قتل کا حکم ہے (در مختار) (۳) نماز خالص عبادت بدنی ہے۔ اس میں نیابت جاری نہیں ہو سکتی یعنی ایک کی طرف سے دوسرا نہیں پڑھ سکتا (۴) فرغیت نماز کا سبب اصل امر الہی ہے۔ اور ظاہری سبب وقت ہے کہ اول وقت سے آخر وقت تک جب بھی پڑھے ادا ہو جائے۔ اور فرض ذمہ سے ساقط ہو جائے گا (۵) بچہ کی جب سات برس کی عمر ہو جائے۔ تو اس کو نماز پڑھنا سکھایا جائے اور جب دس برس کا ہو جائے (اور وہ نہ پڑھے) تو سختی سے پڑھوانی چاہیے۔

عبادت میں میانہ روی اختیار کی جائے | حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور مسجد نبوی میں آئے تو دیکھا کہ

دوستوں کے درمیان ایک تسی لٹکی ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا یہ کیسی رسی ہے؟ صحابہ نے جواباً کہا۔ یہ حضرت زینب کی رسی ہے۔ وہ تہجد پڑھتی ہیں پس جب نیند آنے لگی ہے تو اس سے لٹک جاتی ہیں۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا نہیں اس کو کھول دو تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ اپنی طبیعت کی خوشی تک نماز پڑھے اور جب اُکتا جائے تو بیٹھ جائے۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا حُلُوعَ لِطَبْعٍ أَحَدٍ كَمْ نَشَاطُهُ
فَإِذَا فَتَرَ فَلْيَتَعَدَّ

مطلب حدیث یہ ہے کہ آدمی اسی قدر نفلی عبادت کرے جتنی کہ ذوق و شوق کے ساتھ کر سکے۔ کیونکہ ایسی ریاضت و عبادت جس سے آدمی اُکتا جائے۔ وہ ہمیشہ بچہ نہیں سکتی۔ اور بہترین عمل وہی ہے جو ہمیشہ کیا جاسکے (۲) یہ خاتون خولہ بنت زینب تھیں جو ساری رات تہجد پڑھتی تھیں اور جب نیند آتی تو رسی سے لٹک جاتی تھیں حضور علیہ السلام نے ان کے اس فعل پر انکار فرمایا اور یہ تعلیم دی کہ عبادت میں ایسی سختی اچھی نہیں ہے کہ وہ آدمی کے لئے بوجھ بن جائے۔

کیا کثرت عبادت ممنوع ہے؟ واضح رہے کہ وہ تمام حالتیں جن میں کثرت عبادت کی ممانعت آئی ہے تو یہ ہی صرف

یہ ہے افراد کے لئے آئی ہے جو عبادت و ریاضت میں ایسے مشغول و مصروف ہو جائیں کہ حقوق العباد تک تلف ہو جائیں۔ اور عبادت ان کیلئے بار ہو جائے لیکن وہ لوگ جنہیں کثرت عبادت میں وقت نہ ہو۔ بلکہ عبادت ان کی غذا بن جائے تو ایسے افراد کے لئے کثرت عبادت ممنوع نہیں ہے بلکہ محمود و مطلوب ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا۔

سَاكِنًا وَقَلِيلًا مِنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ

(۶) نبی علیہ السلام کی عبادت ایسی ہوتی تھی کہ آپ کے قدم مبارک متورم ہو جاتے تھے (بخاری) رمضان کے آخری عشرہ میں حضور ساری رات عبادت میں گزار دیتے تھے (مسلم) حضرت

عثمان غنی و حضرت عمر فاروق ساری رات عبادت میں مشغول رہتے تھے، ابن کثیر، غرضیکہ مطلقاً کثرت عبادت ممنوع نہیں ہے۔ بلکہ ایسی کثرت جس کی طاقت نہ ہو اور طبع پر گراں ہو، اسکی ممانعت آئی ہے چنانچہ اس باب میں حضور علیہ السلام کی اصولی ہدایت یہ ہے۔

عَلَيْكُمْ مَا تَطِيقُونَ مِنْ أَعْمَالٍ (بخاری) تم اتنے عمل کو لہزم پکڑو جس کی طاقت رکھتے ہو۔
ظاہر ہے کہ طبائع قوت و ضعف کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں۔ بہت سے ایسے ہوتے ہیں جو ایک شے کی طاقت رکھتے ہیں اور دوسرے اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ غرضیکہ حدیث ہذا میں ایسی کثرت عبادت کی ممانعت کی گئی ہے جو انسان کی برداشت سے باہر ہو۔ چنانچہ حدیث زیر بحث کے آخری جملوں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

لِيَصِلَ أَحَدُكُمْ نِشَاطَهُ
ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اتنی نغلیں پڑھے جننی
کہ خوش دلی کے ساتھ پڑھ سکے۔

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ساری رات قیام کر سکے اور ساری رات کی عبادت گزاری اس کو دشوار نہ ہو تو اس کی ممانعت نہیں۔

امام کو مسائل شریعت بتانا لازمی ہے | امام کے لئے ضروری ہے کہ حسب موقع و محل مقتدیوں کو نماز کے احکام و مسائل بتائے

مثلاً صف بندی کی تاکید، ارکان نماز کی حسب مسنون ادائیگی، خشوع و خضوع، رکوع، سجود، قومنہ، جلسہ، وغیرہ امور کو سنت کے مطابق ادا کرنے کی ہدایت کرتا ہے اور لوگوں کا فرض ہے کہ وہ امام سے مسائل نماز سیکھیں۔ حضور علیہ السلام کا یہ ہی طریقہ تھا کہ نماز کے بعد لوگ نمازیں جو کوتاہی کرتے اس کی نشاندہی فرماتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ هَلْ تَرَوْنَ قِبَلَتِي هَهُنَا
کیا تم یہ سمجھتے ہو میرا قبلہ یہ ہے۔ بخدا مجھ پر نہ
فَوَاللَّهِ مَا يَخْفَى عَلَيَّ خُشُوعُكُمْ وَلَا
تہارا خشوع پوشیدہ ہے اور نہ رکوع میں تمکو
رَكَوْعُكُمْ إِنِّي لَأَدَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي
پس پشت سے دیکھتا ہوں۔

هل ترون قبلتي الخ استفهام انکاری ہے۔ مقصود یہ بتانا ہے کہ رویت جہت قبلہ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ تمام جہات میری پیش نظر ہیں۔ جمہور علماء نے فرمایا یہ بات

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے کہ آپ جیسے آگے سے دیکھتے تھے اسی طرح پیچھے کے حالات سے بھی باخبر رہتے تھے اور رویت سے مراد ادراک حقیقی ہے۔ اسی طرح امام بخاری نے اس حدیث کو علامات نبوت میں بھی ذکر کیا۔ بعض علماء نے فرمایا کہ نبی علیہ السلام کے دونوں ٹھوں کے درمیان سوئی کے ناکے کی طرح دو آنکھیں تھیں جن سے پیچھے کے لوگوں کو دیکھ لیتے تھے لیکن مونڈھوں کے درمیان آنکھوں کا ہونا غالباً شارحین کا قیاس ہے۔

اس کے علاوہ حدیث میں صرف پیچھے کی طرف دیکھنے ہی کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ یہ بھی ہے۔ ولا خشوع عکرم کہ مجھ پر تمہارا خشوع بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ خشوع دل کی کیفیت کا نام ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا۔ قد افلح المؤمنون الذین ہم فی صلاتہم خاشعون اور خشوع و خضوع ایسی چیز نہیں جو آنکھوں سے نظر آسکے مگر نگاہ نبوی سے قلوب کی کیفیات بھی پوشیدہ نہیں ہیں۔

اے فروغت صبح آثار و دہود چشم تو بیندہ مافی الصدر

اس حدیث سے واضح ہوا کہ حضور علیہ السلام کی مقدس آنکھیں عام آنکھوں کی طرح نہیں تھیں۔ حضور آگے پیچھے اوپر نیچے یکساں دیکھتے تھے اور یہ کہ افعال و ارکان نماز کو مسنون طریقہ سے ادا کرنا چاہئے اور امام سے پہلے رکوع و سجدہ میں نہیں جانا چاہئے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا، مؤذنون کی گردنیں اذان و مؤذن کے فضائل و احکام

قیامت کے دن سب سے زیادہ دراز ہوں گی۔ احمد و ابن ماجہ علامہ عبدالرؤف منادی نے تیسیر میں لکھا کہ یہ حدیث متواتر ہے اور معنی حدیث یہ ہیں کہ مؤذن رحمت الہی کے بہت امیدوار ہونگے کیونکہ جس کو جس چیز کی امید ہوتی ہے اس کی طرف گردن دراز کرتا ہے یا یہ معنی ہیں کہ ان کے ثواب بہت ہیں یا کہ وہ قیامت کے دن شرمندہ نہ ہوں گے کیونکہ جو شرمندہ ہوتا ہے اس کی گردن جھک جاتی ہے اور مؤذن کی جہاں تک آواز پہنچتی ہے اس کیسے مغفرت کر دی جاتی ہے اور ہر ترو خشک جس نے اس کی آواز سنی اس کی تصدیق کرتا ہے یا گواہی دیتا ہے (امسار ۳) اذان دینے والا جو محض ثواب کیسے اذان دیتا ہے۔ اس شہید کی طرح ہے جو خون میں آلودہ ہے۔ قبر میں اس کے کپڑے نہیں پڑیں گے۔ (طبرانی)

(۴) اذان دافع عذاب و بلا ہے (طبرانی) (۵) حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو گا کہ اذان کہنے میں کتنا ثواب ہے تو اس پر باہم تلوار چلتی (احمد) (۶) جس نے بارہ برس اذان دی جنت اس کے لئے واجب ہوگئی اور اذان کے بدلے ساٹھ نیکیاں اور اقامت کے بدلے تیس نیکیاں لکھی جائیں گی (ابن ماجہ و حاکم) (۷) جو سال بھر اذان کہے اور اجرت طلب نہ کرے وہ قیامت کے دن جنت کے دروازے پر لکھڑا کیا جاوے گا اور اس سے کہا جائیگا کہ جس کے لئے تو چاہے شفاعت کر (ابن عساکر) (۸) اذان کے وقت دعا بہت کم رد ہوتی ہے (ابو شیخ عن اس) اس طرح کی بہت فضیلتیں احادیث میں ان مؤذنون کے لئے وارد ہوئی ہیں جو اللہ کی خوشنودی کے لئے اذان دیتے ہیں اور اجرت طلب نہیں کرتے رجب زمانہ ہے کہ ہمارے معاشرہ میں لوگ اول تو اذان کہتے نہیں اول جو خلوص کے ساتھ اذان دے بھی تو اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور اس پر ملاکی پھتی گتے ہیں اور یہ سب کچھ دین سے بے رغبتی اور بے تعلقی کی وجہ ہے۔

مُنے گا اقبال کون ان کو یہ انجمن ہی بدل گئی ہے
نئے زمانے میں آپ ہم کو پرانی باتیں سنار ہے ہیں

حضور علیہ السلام نے فرمایا جب اذان سنو تو اللہ کے دے
اذان کا جواب دینا واجب ہے | کا جواب دو (طبرانی) (۱۲) جب مؤذن اذان کہے تو سنو تو جو وہ کہتا ہے تم بھی کہو (ابن ماجہ) مومن کو بد بختی و نامرادی کے لئے کافی ہے کہ مؤذن کو تکبیر کہتے سنے اور جواب دے (۱۳) حضور علیہ السلام نے مستورات سے فرمایا جب تم بلال کو اذان و اقامت کہتے سنو تو جس طرح وہ کہتا ہے تم بھی کہو اللہ تعالیٰ تمہارے برکے کے بدلے ایک لاکھ نیکی لکھے گا اور ہزار دے بلند فرمائے گا اور ہزار گناہ محو کرے گا اور مردوں کیلئے دو گنا ثواب ہے (ابن عساکر) (۱۵) اذان کا جواب دینے والے کی مغفرت ہوگی وہ جنت میں داخل ہوگا (اسم و ابو شیخ) ان احادیث سے واضح ہوا کہ اذان کا جواب دینا واجب ہے۔ مؤذن جو کلمہ کہے تو اسکے بعد سننے والا بھی وہی کلمہ کہے۔ مگر حی علی الصلوٰۃ و حی علی الفلاح کے جواب میں لا حیوان ولا قوۃ الا باللہ کہے (۱۶) جنبی بھی اذان کا جواب دے مگر حیض و نفاس والی عورت اور خطبہ سننے والے اور نماز جنازہ پڑھنے والے اور جو جماع میں مشغول یا قضا حاجت میں ہوں ان پر جواب

نہیں دس جب اذان ہو تو اتنی دیر کے لئے سلام کلام اور جواب سلام تمام اشغال موقوف کر دے اور بغور اذان سنے اور جواب دے یہ پونہی اقامت میں بھی (۴) راستہ میں اذان کی آواز آئی تو رک جائے اور کھڑا ہو کر اذان سنے اور جواب دے (۵) چند اذانیں سنے تو پہلی ہی کا جواب دے مگر بہتر ہے کہ سب کا جواب دے وہ خطبہ کی اذان کا جواب زبان سے دینا مقتدیوں کو جائز نہیں ہے، جب اذان ختم ہو جائے تو مؤذن اور سامعین درود شریف پڑھیں اور اس کے بعد دعاء اللہ رب ہذا الدعوة پڑھیں جیسا کہ آئندہ حدیث میں ہدایت موجود ہے (۶) جب مؤذن اٹھتا ہے ان محمد رسول اللہ کے تو سنے والا درود شریف پڑھے اور انگوٹھوں کو بوسہ دیکر آنکھوں پر لگائے اور کہے قُرْءَةُ عِنِّي بِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلْتَمَّ مَتَّعَنِي بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ بَعْضُ لوگ انگوٹھے چومنے کو بلا دلیل شرک و بدعت قرار دیتے ہیں۔ لیکن آپ یہ سوچئے کہ کیا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اقدس کی تعظیم کے لئے چومنا شرک یا بدعت ہو سکتا ہے نیز حضور نے فرمایا۔ مَنْ الْجَفَاءُ ان تَسْمَعِ الْمُؤَذِّنَ ثُمَّ یہ بھی ظلم ہے کہ تو اذان سنے اور جو مؤذن لا یقول مثل ما یقول (ابن ابی شیبہ) کہتا ہے تو نہ کہے۔

ظاہر ہے وجہ ترک واجب پر ہوتی ہے اور مستحب کے تارک کو ظالم نہیں کہہ سکتے، یعنی۔
جلد ۲ ص ۶۳، اسی طرح اقامت کا جواب دینا بھی مستحب ہے۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مؤذن اذان دے تو جو وہ کہے تم بھی وہی کہو۔

اذان سن کر حضور کیلئے دعا کی جائے

پھر مجھ پر درود پڑھو اور مجھ پر درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر جس جنتیں نازل فرماتا ہے پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلہ طلب کرو۔ وسیلہ جنت میں ایک مقام ہے یہ مقام اللہ کے خاص بندے کو حاصل ہوگا اور مجھے امید ہے کہ اس مقام پر میں فائز ہوں گا۔ تو

ثم صلوا علی فانہ من صلی صلاۃ صلی اللہ علیہ بها عشر اثم صلوا اللہ لی الوسیلة فانہا منزلة فی الجنة لا ینبغی لاحد الا لہد من عباد اللہ وارجو ان اکون انا ہون من سأل

اللہ لی الوسیلة حلت لہ الشفاعۃ (م) جس نے اللہ سے میرے لئے وسیلہ کی دعا کی اس کے لئے میری شفاعت اس کے لئے حلال ہو گئی۔ (مسلم، ابو داؤد و نسائی)۔

مقام محمود | وہ جگہ ہے جس پر جلوہ گر ہو کر حضور شفاعت فرمائیں گے۔ تمام اولین و آخرین تلاش شفیع میں سرگڑاں ہونگے جیل القدر انبیاء کرام تک اذہبوا لی غیر ی۔ فرمائیں گے۔ مگر صرف اور صرف حضور کی زبان پر انا لہا ہوگا حضور کی اس عظمت و رفعت بزرگی و شان کو دیکھ کر اولین و آخرین حضور کی ثنا کریں گے۔ اسی لئے اس مقام کو محمود کہتے ہیں۔ حدیث ابو ہریرہ میں حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

هو المقام الذی اشفع فیہ لامتی یہ مقام وہ ہے جہاں میں اپنی امت کی شفاعت
(یعنی ج ۲ ص ۲۱) کروں گا۔

ابن جوزی نے کہا مقام محمود سے مراد شفاعت ہے۔ بعض نے کہا عرض پر یا کرسی پر حضور علیہ السلام کا کھڑا ہونا مراد ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ مقام محمود وہ مقام ہے کہ اولین و آخرین اس وقت حضور کی تعریف کریں گے۔ اور کل عالم پر حضور کے فضل و شرف کا اظہار ہوگا۔

تسأل فتعطی تشفع فتشفع لیس مانگنے آپ دینے جائیں گے سفارش کیجئے وہ
أحدًا لا تحت لوائل (یعنی ج ۲ ص ۲۱) قبول کی جائیگی۔ سبھی آپ کے بھنڈے تلے ہیں۔

(۲) سوال پیدا ہوتا ہے مقام محمود تو حضور علیہ السلام کو حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ بھی فرمایا ہے۔ پھر اس کے لئے دعا کی کیا ضرورت ہے؟ جواب یہ ہے کسی حاصل شدہ نعمت کیلئے صلہ کرنا یا کرنا یہ ہی شان عبدیت ہے اور بعض اوقات حاصل شدہ نعمت کے دوام و بقا کے لئے بھی دعا کرتے ہیں۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ کسی دوسرے سے دعا کرانا اور اس کی دعا سے اپنی ضروریات میں استعانت کرنا خصوصاً صالحین امت سے دعا کرنا، جائز ہے۔ (یعنی جلد ۲ ص ۲۱)

اذان کے بعد مسجد سے نکلنا جائز نہیں | بلا ضرورت شرعیہ اذان کے بعد مسجد سے

نکلنا جائز نہیں مگر جو کسی عذر کی وجہ سے جائے۔ مثلاً بول و براز کی حاجت ہوگئی یا کوئی ضروری کام ہے اور واپسی کا ارادہ رکھتا ہے یعنی قبل قیام جماعت واپس آنے کا ارادہ ہے یا دوسری مسجد کی جماعت کا منتظم ہے تو اسے

آذان کے بعد مسجد سے جانا جائز ہے (۵)، اسی طرح اگر کوئی اس وقت کی نماز پڑھ چکا ہے تو آذان کے بعد مسجد سے جاسکتا ہے مگر ظہر و عشاء میں اقامت ہو گئی تو نہ جائے نفل کی نیت سے شریک ہو جائے اور باقی تین نمازوں (فجر عصر و مغرب میں) اگر تکبیر ہو گئی اور یہ تنہا پڑھ چکا ہے تو باہر نکل جانا ضروری ہے۔ کیونکہ فجر و عصر و مغرب میں بطور نفل شریک نہیں ہو سکتا اور مسجد میں ٹھہرے رہنے میں لوگ بے نمازی ہونے کا گمان کریں گے۔

ایک حدیث میں وارد ہوا ہے حضور نے فرمایا "آذان کے بعد مسجد نہیں نکلتا مگر شیطان"

آج کل عام رواج ہو چکا ہے کہ مسجد کے اندر کھڑے ہو کر آذان دیتے ہیں جو خلاف سنت اور مکروہ ہے

آذان خارج مسجدی جائے

آذان خواہ نماز پنجگانہ کی ہو یا خطبہ جمعہ کی۔ بہر حال سنت یہ ہے کہ خارج مسجد دی جائے کہ مسئلہ تمام کتب فقہ میں موجود ہے۔

وضو اور اس کے اہم مسائل

اگرچہ وہ آیت جس میں وضو کا بیان ہے۔ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی مگر وضو اس سے پیشتر مکہ میں فرض ہو چکا تھا۔ انبیاء سابقین کی شریعتوں میں بھی وضو تھا مگر یہ بات صرف امت محمدیہ علیٰ صاحبہا لقیہ کی خصوصیات سے ہے کہ قیامت کے دن وضو کی وجہ سے ان کے چہرے ہاتھ اور پاؤں چمکتے ہوں گے۔ وضو کے فضائل میں بہت حدیثیں وارد ہوئی ہیں جن میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

- ۱۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن میری امت کے ہاتھ پاؤں اور منہ وضو کی وجہ سے چمکتے ہوں گے (بخاری و مسلم)
- ۲۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے جو کامل وضو کرے اور پھر اشہد ان لا الہ الا اللہ تک پڑھے اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔ (مسلم شریف)

۳۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ مسلمان بندہ جب وضو کرتا ہے۔ تو کلی کرنے سے منہ کے گناہ ہاتھ دھونے سے ہاتھوں کے گناہ سر کا مسح کرنے سے سر کے گناہ اور پاؤں دھونے سے پاؤں کے گناہ دھل جاتے ہیں (نسائی)

۴۔ نیز فرمایا۔ اس پر ضرور نہ ہونا کہ گناہوں کا ارتکاب شروع کر دو۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ وضو میں سب گناہ دھل جائیں گے۔

۵۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بسم اللہ کہہ کر وضو کیا سر سے پاؤں تک اس کا سارا بدن پاک ہو گیا۔ (دارقطنی)

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کو یہ بصیرت حاصل تھی کہ آپ جب لوگوں کا آب وضو دیکھتے تو بعینہ ان گناہوں کو پہچان لیتے جو دھل کر پانی میں گرتے۔ ایک مرتبہ جامع مسجد کوفہ میں ایک نوجوان وضو کر رہا تھا۔ اس کا پانی چوٹیکا تو امام نے فرمایا میرے بیٹے ماں باپ کو ایذا دینے سے توبہ کر۔ چنانچہ اس نے توبہ کی۔ ایک شخص کا دھوون دیکھ کر فرمایا۔ اے بھائی زنا سے توبہ کر۔ ایک شخص کا دھوون دیکھ کر فرمایا شراب پینے اور لہو و لعوب سے توبہ کر۔ چنانچہ ان سب نے توبہ کی بغرض کہ بزرگان دین اولیاء کرام آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ وضو کے پانی سے گناہ دھلتے ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسُوا بِرُءُوسِكُمْ وَمِنْ أَيْدِيكُمْ إِلَى الْبُحُورِ مُبْتَدِئِينَ مِنْ حَيْثُ بَدَأْتُمْ لِيُكْمِلَ اللَّهُ لَكُمْ ذِكْرَكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ خَبِيرٌ
 اے ایمان والو! جب تم وضو کا ارادہ کرو تو اپنے منہ کو اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوؤ اور سر کا مسح کرو۔ پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھوؤ۔

قرآن پاک میں وضو کے چار فرض بیان ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ قرآن کے شارح ہیں۔ آپ نے وضو کرنے کا مفصل طریقہ امت کو بتایا۔ انہیں وضو کی احادیث سے فقہاء کرام نے مندرجہ ذیل مسائل معلوم کئے جو آپ کے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں۔

چار چیزوں کیلئے وضو کرنا فرض ہے | (۱) ہر نماز کے لئے خواہ وہ فرض ہو۔ یا سنت یا نفل جبکہ بے وضو ہو۔

(۲) قرآن شریف کے سجدہ کے لئے۔ (۳) نماز جنازہ کے لئے۔

۱۱۔ قرآن کریم کو چھونے کے لئے جبکہ غسل کی حاجت نہ ہو۔
فائلنگ۔ طواف کعبہ کے لئے وضو کرنا واجب ہے۔

یعنی ان کے لئے وضو کرو تو ثواب ہے اور
۱۲۔ کھچیزیں جن کیلئے وضو کرنا سنت ہے

عذاب نہیں۔ (۱) اذان (۲) تکبیر (۳) جمعہ اور دونوں عیدوں کے خطبے کے لئے (۴) حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کی زیارت کے لئے (۵) صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنے کے لئے
(۶) عرفہ میں ٹھہرنے کے لئے (۷) غسل فرض سے پہلے (۸) جس شخص پر غسل فرض ہو اسے کھانا
کھانے۔ پانی پینے اور سونے سے پہلے۔

یعنی وضو کرو تو ثواب ہے اور نہ
۱۳۔ ۲۶۵ چیزیں جن کیلئے وضو کرنا مستحب ہے
کرنے پر کچھ گناہ نہیں۔

- | | |
|------------------------------------|--|
| ۱۔ سونے سے پہلے۔ | ۱۲۔ جھوٹ بولنے کے بعد۔ |
| ۲۔ سونے کے بعد۔ | ۱۳۔ گالی دینے کے بعد۔ |
| ۳۔ مردے کو نہلانے کے بعد۔ | ۱۴۔ فحش لفظ نکانے کے بعد۔ |
| ۴۔ مردے کو اٹھانے کے بعد۔ | ۱۵۔ کافر سے بدن چھو جانے کے بعد۔ |
| ۵۔ عورت سے صحبت کرنے سے پہلے۔ | ۱۶۔ بغل کھجانے کے بعد جب اس میں بدبو ہو۔ |
| ۶۔ جب غصہ آجائے اس وقت | ۱۷۔ غیبت کرنے کے بعد۔ |
| ۷۔ زبانی قرآن شریف پڑھنے کے لئے۔ | ۱۸۔ علاوہ نماز کے قہقہہ لگانے کے بعد۔ |
| ۸۔ حدیث شریف اور علم دین پڑھنے اور | ۱۹۔ لغو شعر پڑھنے کے بعد۔ |
| پڑھانے کے لئے۔ | ۲۰۔ اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد۔ |
| ۹۔ جمعہ اور دونوں عیدوں کے علاوہ | ۲۱۔ کسی عورت کے بدن سے اپنا بدن بے حائل |
| اور خطبوں کے لئے۔ | مس ہو جانے کے بعد |
| ۱۰۔ دینی کتابیں چھونے کے لئے۔ | ۲۲۔ وضو ہوتے ہوئے کسی نماز کیلئے وضو کرنا۔ |
| ۱۱۔ شرمگاہ چھونے کے بعد۔ | ۲۳۔ ہمیشہ با وضو رہنے کے لئے۔ |

۲۴۔ ہرگناہ کے بعد (۲۵) ہرگناہ کے بعد وضو کرنا اگرچہ پیلے سے وضو ہو۔

وضو کے چار فرض ہیں

اول منہ دھونا | شروع پیشانی سے یعنی جہاں سے بال جمنے کی انتہا ہو ٹھوڑی تک طول میں اور عرض میں ایک کان سے دوسرے کان تک منہ ہے۔ اس حد کے

اندہ جلد کے ہر حصہ پر ایک مرتبہ پانی بہانا فرض ہے۔

فائدہ۔ کسی عضو کو دھونے کا مطلب یہ ہے کہ اس عضو کے ہر حصہ پر کم سے کم دو بوند پانی بہ جائے۔ صرف عضو کو بھگدینے یا تیل کی طرح پانی سے چھپڑ لینے یا ایک آدھ بوند پانی بہ جانے کو دھونا نہیں کہیں گے۔ نہ اس سے وضو و غسل ادا ہوگا۔ اس کا لحاظ ضرور کیجئے۔ بہت لوگ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اور نمازیں اکارت جاتی ہیں۔

مسائل فرض اول | منہ دھونے میں امور ذیل کا خیال رکھنا ضروری ہے۔
(۱) پانی ماتھے کے سرے پر پڑے۔

۲۔ بالوں کی لٹیں اٹھا کر پانی بہایا جائے۔

۳۔ جس شخص کے سر کے اگلے حصہ کے بال اڑ گئے یا اگے ہی نہیں اس پر وہیں تک منہ دھونا فرض ہے جہاں تک عادتاً عام طور پر بال ہوتے ہیں۔

۴۔ اگر عادتاً جہاں تک بال ہوتے ہیں۔ اس سے نیچے تک کسی کے بال اگے ہوں۔ تو ان زائد بالوں کا جڑ تک دھونا فرض ہے درمختار۔

۵۔ مونچھوں یا بھوڑوں یا بچی کے بال گھسنے ہوں کہ کھال بالکل دکھائی نہ دے۔ تو جلد کا دھونا فرض نہیں۔ بالوں کا دھونا فرض ہے اور اگر ان جگہوں کے بال گھسنے نہ ہوں تو جلد کا دھونا بھی فرض ہے۔

۶۔ اگر مونچھیں بڑھ کر لبوں کو چھپالیں تو اگرچہ گھنی ہوں تو مونچھیں ہٹا کر لب کا دھونا فرض ہے۔

۷۔ لبوں کا وہ حصہ جو عادتاً منہ بند کرنے کے بعد ظاہر رہتا ہے اس کا دھونا فرض ہے۔

۸۔ ڈاڑھی کے بال اگر گھسنے نہ ہوں۔ تو کھال کا دھونا فرض ہے اور اگر ڈاڑھی کے بال گھسنے

- ہوں تو گلے کی طرف ہانے سے جس قدر چہرے کے دائرے میں انہیں ان کا دھونا فرض ہے اور جڑوں کا دھونا فرض نہیں اور جو چہرے کے دائرے نکل جائیں ان کا دھونا ضروری نہیں۔
- ۹۔ اگر ڈاڑھی کے بال کچھ حصہ میں گھنے ہوں۔ وہاں کا دھونا فرض ہے اور جہاں چھدے ہوں اس جگہ کی کھال کا دھونا فرض ہے (د مختار)
- ۱۰۔ رخسار اور کان کے درمیان جو جگہ ہے جس کو کنپٹی کہتے ہیں۔ اس کا دھونا بھی فرض ہے لوگ اس کا خیال نہیں کرتے۔ کرنا چاہیے۔ ورنہ وضو نہ ہوگا۔
- ۱۱۔ نتھ کا سوراخ اگر بند ہو تو اس میں پانی بہانا فرض ہے۔ اگر تنگ ہو تو پانی بہانے میں نتھ کو حرکت دیں۔ تاکہ پانی بہہ جائے۔ آنکھ کے گوشے پر پانی بہانا اور پلک کے ہر ایک بال کا پورا پورا دھونا فرض ہے۔

وضو کا دوسرا فرض (۱) ہاتھ دھونا۔ یا در کھو ہاتھ کہنیوں سمیت دھونا فرض ہے کہنیوں سے ناخن تک اگر کوئی جگہ ذرہ بھر بھی دھلنے سے رہ جائیگی

تو وضو نہ ہوگا۔

- ۲۔ کلائی کے بالوں کی جڑیں اور پوسے بالوں پر پانی بہانا فرض ہے۔ اگر کسی ایک بال کی نوک بھی دھلنے سے رہ گئی تو وضو نہ ہوگا۔
- ۳۔ ناخن کے اندر کا میل معاف ہے۔
- ۴۔ انگوٹھیاں چوڑیاں کنگن وغیرہ اگر اتنے تنگ ہوں کہ نیچے پانی نہ بہے تو ان کو اتار کر دھونا فرض ہے اور اگر ہلا کر دھونے سے پانی بہہ جائے تو ہلانا ضروری ہے اور اگر ایسے ڈھیلے ہیں کہ بغیر ہلانے جلد تک پانی بہہ جائے۔ تو ہلانا ضروری نہیں۔
- ۵۔ ہاتھوں کی آنکھوں گھاٹیاں انگلیوں کی کروٹیں۔ ناخنوں کے اندر جو جگہ خالی ہے۔ کلائی کا ہر بال جڑ سے نوک تک اور کہنی ان سب پر پانی بہہ جانا ضروری ہے۔ اگر ایڈنٹس بھر بھی رہ گیا یا ایک بال کی نوک بھی دھلنے سے رہ گئی تو وضو نہ ہوگا۔
- ۶۔ اگر پانچ کی جگہ چھ انگلیاں ہیں۔ تو سب کا دھونا فرض ہے۔
- ۷۔ کسی شخص کا کہنی تک ہاتھ کٹ گیا۔ مگر کہنی کا کچھ حصہ باقی ہے۔ تو اس کا دھونا ضروری ہے۔

اور اگر کہنی سمیت کٹھے۔ تو کٹی ہوئی جگہ کا دھونا ضروری نہیں۔ (بحسب)

۸۔ اگر کسی کے ہاتھ کے ساتھ دوسرا زائد ہاتھ بھی ہو اور وہ دو نو گرفت کا کام کرتے ہیں تو دونوں کا دھونا فرض ہے۔ (در مختار)

۹۔ اگر کسی کا ناخن اتنا بڑھ گیا کہ اس نے کچھ پورے کو گھیر لیا اور اس کے نیچے پانی نہ بہا تو ناخن کو کاٹ کر اس کے نیچے پانی بہانا ضروری ہے۔

وضو کا تیسرا فرض | چوتھانی سر کا مسح کرنا فرض ہے اور پورے سر کا مسح کرنا سنت ہے
مسئلہ ۱۔ سر پر بال نہ ہوں تو کھال کی چوتھانی اور جو بال ہوں تو خاص
سر کے بالوں کی چوتھانی کا مسح کرنا فرض ہے۔

مسئلہ ۲۔ سر سے بال ٹک رہے ہوں۔ ان کا مسح کرنے سے مسح نہ ہوگا۔ (اطحطاوی)

مسئلہ ۳۔ اگر کسی شخص نے مسح کرنے کے بعد بال منڈائے تو اس کو دوبارہ مسح کرنا کی حاجت نہیں (مراتی الفلاح)

مسئلہ ۴۔ پیشانی کی طرف سر کے مسح کو شروع کرنا سنت ہے (مراتی الفلاح)

مسئلہ ۵۔ اگر کسی شخص نے تین بار سر پر مسح کیا۔ ہر بار نیا پانی بھی لیا۔ تو یہ مکروہ ہے (رد المحتار)

مسئلہ ۶۔ جس شخص نے پورے سر کا مسح کرنا چھوڑ دیا تو وہ گنہگار ہوگا۔ (در مختار)

مسئلہ ۷۔ عامہ یا دوپٹے پر مسح کرنا کافی نہیں ہے۔ (بحسب وواج)

ٹخنوں سمیت پاؤں کا دھونا۔

وضو کا چوتھا فرض | مسئلہ ۱۔ دونوں ٹخنوں کا دھونا فرض ہے (در مختار)

مسئلہ ۲۔ اگر کسی کے پاؤں کی انگلی ایک دوسری سے ملی ہوئی ہیں کہ انکے درمیان پاؤں نہیں پہنچے

گا تو اس کو ان انگلیوں میں خلل کر کے پانی پہنچانا فرض ہے (در مختار)

مسئلہ ۳۔ بعض آدمی کسی بیماری کی وجہ سے انگوٹھوں میں بہت زیادہ کھینچ کر تاگا بانوہ

لیتے ہیں۔ پانی کا بہانا درکنار تاگے کے نیچے بھی پانی نہیں پہنچتا۔ لہذا ان کو اس تاگے کو علیحدہ

کر کے اس جگہ پانی کا بہانا فرض ہے۔ (مراتی الفلاح)

مسئلہ ۴۔ عورتوں کے پاؤں میں چھلے اگر ایسے تنگ ہوں کہ ہلانے سے ان کے نیچے پانی بہہ

جائے گا تو ان کو ہلانا فرض ہے۔ ورنہ ان کو اتار کر اس جگہ پانی بہانا فرض ہے (مراتی الفلاح)

مسئلہ ۵۔ اگر پاؤں میں پھن ہے اور اس میں موم یا اور کوئی دوا لگا دی ہے۔ اور اس دوا پر پانی کا بہا دینا کافی ہے۔ (عراقی الفلاح)

مسئلہ ۶۔ اگر پاؤں کی پھن میں دوا پر ٹھنڈے پانی کا بہانا نقصان دیتا ہے۔ تو گرم پانی سے دھونا فرض ہے اور اگر دونوں نقصان دیتے ہیں تو صرف مسح کرنا کافی ہے۔

وضو کی سنتیں سولہ ہیں

- ۱۔ وضو کی نیت کرنا۔
 - ۲۔ وضو شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا۔
 - ۳۔ گھٹوں تک ہاتھ دھونا۔
 - ۴۔ مسواک کرنا۔
 - ۵۔ کلی کرنا۔
 - ۶۔ ناک میں پانی چڑھانا۔
 - ۷۔ گلی اور ناک میں پانی دابنے ہاتھ سے چڑھانا۔
 - ۸۔ بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔
 - ۹۔ ڈاڑھی کا خلال کرنا۔
 - ۱۰۔ ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا۔
 - ۱۱۔ ہر دھلنے والی جگہ کو تین بار دھونا۔
 - ۱۲۔ پودے سر کا مسح کرنا۔
 - ۱۳۔ کانوں کا مسح کرنا۔
 - ۱۴۔ اس ترتیب سے منہ دھونا کہ پہلے منہ پھر ہاتھ پھوس۔
 - ۱۵۔ ڈاڑھی کے جو بال منہ کے دائرے سے نیچے ہیں۔ ان کا مسح کرنا۔
 - ۱۶۔ دھلنے والی جگہ کا ایسے دھونا کہ پہلی جگہ سو کھنے نہ پائے۔
- واضح ہو کہ اگر کسی نے وضو کی سنتوں پر عمل نہ کیا تو اس کا وضو تو درست ہو جائے گا مگر ایک آدھ دفعہ ایسا کرنا بڑا ہے۔ اور سنت پر عمل کرنا باعث اجر و ثواب ہے۔ لیکن سنت مؤکدہ کو چھوڑنے کی عادت ڈال لینا گناہ ہے۔

مستحب وضو کے ۵۹ ہیں

- ۱۔ پہلے داہنی چیز کا دھونا۔
- ۲۔ دونوں دھاروں کو ایک ساتھ دھونا۔
- ۳۔ دونوں کا ایک ساتھ مسح کرنا۔
- ۴۔ انگلیوں کی بیٹھ سے ناک کا مسح کرنا۔
- ۵۔ وضو کرتے وقت کعبہ کی طرف منہ کرنا۔
- ۶۔ وضو کیلئے اُدنی جگہ بیٹھنا۔
- ۷۔ دھونے کی جگہوں پر پیسے تیل کی طرح پانی چھڑنا۔
- ۸۔ اپنے ہاتھ سے پانی بھرنا۔

۳۰۔ زبان سے بھی کہہ لینا کہ وضو کرتا ہوں۔

۳۱۔ وضو کی ہر چیز کے دھوتے وقت درود شریف پڑھنا۔

۳۲۔ بعد وضو کے اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَ

اجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ ۵ پڑھنا۔

۳۳۔ وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا۔

۳۴۔ آسمان کی طرف منہ کر کے یہ دعا، سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ

وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ

وَأَتُوبُ إِلَيْكَ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا

عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ اور کلمہ شہادت پڑھنا۔

۳۵۔ وضو کے بعد اِنَّا أَنْزَلْنَا پوری سورت پڑھنا۔

۳۶۔ اعضا کے پونچھنے میں کچھ تری چھوڑ دینا۔

۳۷۔ وضو کے بعد ہاتھ جھٹکنا۔

۳۸۔ وضو کے بعد میانی پر پانی پھیر کر لینا۔

۳۹۔ وضو کرنے کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا۔

۴۰۔ بلا ضرورت دوسرے سے مدد نہ لینا۔

۴۱۔ کلی اور ناک میں پانی دامنے ہاتھ سے ڈالنا۔

۴۲۔ ہر عضو دھوتے وقت أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ

إِلَّا اللَّهُ اخیر تک پڑھنا۔

۴۳۔ پانی کے زیادہ یا بہت کم خرچ کرنے سے بچنا۔

۴۴۔ وضو میں ہر عضو دھوتے یا مسح کرتے وقت

نیت وضو کو ملحوظ رکھنا۔

۴۵۔ وضو کرتے وقت اپنا ستر نہ دیکھنا۔

۴۶۔ باوجود وضو ہونے کے پھر وضو کر لینا۔

۹۔ دوسرے وقت کے لئے پانی بھر کر رکھنا۔

۱۰۔ انگوٹھی کو حرکت دینا۔

۱۱۔ وقت آنے سے پہلے وضو کر لینا۔

۱۲۔ اطمینان سے وضو کرنا۔

۱۳۔ کپڑوں کو پکتے ہوئے پانی سے بچانا۔

۱۴۔ بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔

۱۵۔ وضو کا برتن مٹی کا ہونا۔

۱۶۔ تانبے وغیرہ کا قلعی دار ہونا۔

۱۷۔ لوٹے اور اسکی مانند چیز کا بائیں طرف رکھنا۔

۱۸۔ طشت اور اسکی مثل چیز کا دہنی طرف رکھنا۔

۱۹۔ بائیں ہاتھ کی چھنگلیا ناک میں ڈالنا۔

۲۰۔ پاؤں کو بائیں ہاتھ سے دھونا۔

۲۱۔ منہ دھونے میں ہاتھ پر پھسایا کر پانی ڈالنا۔

۲۲۔ دونوں ہاتھوں سے منہ دھونا۔

۲۳۔ ہاتھ پاؤں دھونے میں انگلیوں کی

طرف سے پانی بہانا۔

۲۴۔ چہرہ اور ہاتھ پاؤں میں جتنی جگہ کا

دھونا فرض ہے اسے اور زیادہ دھونا لینا۔

۲۵۔ پوسے سر کا مسح کرنا۔

۲۶۔ کلمہ کی انگلی سے کان کا مسح کرنا۔

۲۷۔ انگوٹھے سے کان کے اوپر کا مسح کرنا۔

۲۸۔ ہر چیز کو دھو کر اس پر ہاتھ پھیرنا۔

۲۹۔ وضو بہت بھاری برتن سے نہ کرنا۔

۴۶۔ ہر عضو کے دھوتے یا مسح کرتے وقت

بِسْمِ اللّٰهِ پڑھنا۔

۴۸۔ کلی کے وقت اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ

وَذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحَسَنِ عِبَادَتِكَ پڑھنا۔

۴۹۔ ناک میں پانی ڈالتے وقت اَللّٰهُمَّ اِرْحِنِيْ

اِيْحَةِ الْجَنَّةِ وَلَا تُرْحِنِيْ رَايْحَةَ النَّارِ پڑھنا۔

۵۰۔ منہ دھوتے وقت اَللّٰهُمَّ بَيِّضْ وَجْهِيْ يَوْمَ

تَبْيِيْضِ وُجُوْهِ وَاَسْوَدْ وُجُوْهًا پڑھنا۔

۵۱۔ داہنا ہاتھ دھوتے وقت اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِيْ كِتَابِيْ

بِعَمِيْنِيْ وَحَاسِبِيْ حِسَابًا يَسِيْرًا پڑھنا۔

۵۲۔ بائیں ہاتھ دھوتے وقت اَللّٰهُمَّ لَا تُعْطِنِيْ

كِتَابِيْ بِشِمَالِيْ وَلَا مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِيْ پڑھنا۔

۵۳۔ سر کے مسح کے وقت اَللّٰهُمَّ اِظْلِمْنِيْ تَحْتِ

عَرْشِكَ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّ عَرْشِكَ پڑھنا۔

۵۴۔ کان کا مسح کرتے وقت اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ الَّذِيْنَ

يَسْتَمْعَوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اِحْسَنَةً پڑھنا۔

۵۵۔ گردن کا مسح کرتے وقت اَللّٰهُمَّ اَخْتِن رِقَبَتِيْ

مِنَ النَّارِ پڑھنا۔

۵۶۔ داہنا پاؤں دھوتے وقت اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِيْ

عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ تَسْرُلُ الْاَقْدَامَ پڑھنا۔

۵۷۔ بائیں پاؤں دھوتے وقت اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ ذَنْبِيْ مَغْفُوْرًا

وَسَعِيْبِيْ مَشْكُوْرًا وَتَجَارِقِيْ لَنْ تَبْعُوْا پڑھنا۔

۵۸۔ وضو کا پانی پاک جگہ گرانا۔

۵۹۔ مکہ بات وضو سے بچنا۔

واضح ہو کہ اگر کسی کو یہ دعائیں یاد نہ ہوں تو سب جگہ درو شریف پڑھے اور یہی افضل

ہے۔ دعاؤں کے اردو الفاظ یہ ہیں۔

۳۲۔ اپنی مجھے توبہ کرنے والوں اور پاک لوگوں

میں کروے۔

۳۳۔ اے اللہ تو پاک ہے میں تیری حمد کرتا ہوں۔

گو اہی دیتا ہوں کہ تیرے سو کوئی معبود نہیں۔

تجھ سے معافی چاہتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں

اور شہادت دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم تیرے بندے اور رسول ہیں۔

۳۴۔ گو اہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سو کوئی معبود

نہیں اس کا کوئی شریک نہیں وہ اکیلا ہے

۳۵۔ در محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

۳۸۔ اے اللہ تو میری مدد کر کہ قرآن کی تلاوت کروں

تیرا شکر کروں اور اچھی عبادت کروں۔

۴۹۔ اے اللہ تو مجھے جنت کی خوشبو سنلھا۔ اور

جہنم کی بو سے بچا۔

۵۰۔ اے اللہ تو میرے چہرے کو اجالا کر۔ حسن دن

کہ کچھ منہ سپید ہوں اور کچھ منہ سیاہ ہوں۔

۵۱۔ اے اللہ میرا نامہ اعمال میرے دائیں ہاتھ میں

رکھے اور تجھ سے آسان حساب کر۔

- ۵۲۔ اے اللہ میرا نامہ اعمال نہ ہائیں ہاتھ میں لے کر نہ پیٹھ کے پیچھے سے۔
 ۵۳۔ اے اللہ تو مجھے اپنے عرش کے سایہ میں رکھ۔
 جس دن تیرے عرش کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہو۔
 ۵۴۔ اے اللہ میرے گناہ بخش دے میری کوشش بار آور کر میری تجارت ہلاک نہ ہو۔

وضو میں مکروہ ۲۱ میں ان سے بچنا چاہیے

- ۱۔ عورت کے غسل یا وضو کے بچے ہونے پانی سے وضو کرے۔
- ۲۔ وضو کے لئے نجس جگہ بیٹھنا۔
- ۳۔ نجس جگہ وضو کا پانی گرانا۔
- ۴۔ مسجد کے اندر وضو کرنا۔
- ۵۔ وضو کرتے میں لوٹے میں قطرے پیکانا۔
- ۶۔ پانی میں رینٹھ کھینکا رڈالنا یا کھلی کرنا۔
- ۷۔ دنیا کی بات چیت کرنا۔
- ۸۔ زیادہ پانی خرچ کرنا۔
- ۹۔ اتنا کم خرچ کرنا کہ سنت ادا نہ ہو سکے۔
- ۱۰۔ منہ پر پانی مارنا۔
- ۱۱۔ منہ پر پانی ڈالتے وقت پھونکنا۔
- ۱۲۔ ایک ہاتھ سے منہ دھونا۔
- ۱۳۔ گلے کا مسح کرنا۔
- ۱۴۔ بائیں ہاتھ سے کلی کرنا یا ناک میں پانی چڑھانا۔
- ۱۵۔ داہنے ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔
- ۱۶۔ اپنے لئے کوئی لوٹا خاص کر لینا۔
- ۱۷۔ تین نئے پانیوں سے تین بار سر کا مسح کرنا۔
- ۱۸۔ دھوپ کے گرم پانی سے وضو کرنا۔
- ۱۹۔ ہونٹ یا آنکھیں زور سے بند کرنا۔
- ۲۰۔ ہر سنت کا ترک کرنا مکروہ ہے۔

متفرق مسائل وضو

- (۱) کلی میں غرغہ بھی کرنا چاہیے۔
- (۲) روزہ دار کو دن میں کلی کرتے وقت غرغہ نہیں کرنا چاہیے۔
- (۳) جس نے حج یا عمرہ کیلئے احرام باندھ لیا ہے سکوڑاڑھی میں خلال کرنا سنت نہیں ہے۔
- (۴) ایک شیطان ہے جو وضو میں وضو سے بچنے کے لئے احوذ

اور لا حول پڑھنی چاہیے۔

(۴) نابالغ بچوں پر وضو فرض نہیں مگر ان سے وضو کرانا چاہیے تاکہ ان کو عادت ہو اور وضو کا طریقہ آجائے۔

ناخن کی سُرخی | آج کل عام رواج ہو گیا ہے کہ مستورات ناخنوں پر سُرخی لگاتی ہیں جو ایک قسم کا روغن ہے اور ذی جرم ہے جس کا پھڑانا وضو و غسل میں ضروری ہے مگر بغیر پھڑانے وضو یا غسل کیا تو نہ ہوا اور جب غسل و وضو ہی نہ ہوا تو پھر نماز بھی نہ ہوتی لیکن عام طور پر لوگ اس مسئلہ سے غافل ہیں۔

مذی کے نکلنے سے صرف وضو لوٹ جانا ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کہتے ہیں میں ایک مرد تھا بہت مذی والا میں نے مقداد سے کہا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کریں پس انہوں نے حضور سے پوچھا آپ نے فرمایا مذی کے نکلنے پر وضو ہے (غسل نہیں)۔

عَنْ عَجِيٍّ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً
فَأَمَرْتُ الْمَقْدَادَ إِذَا نَظَرْتُ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَسَأَلَهُ فَقَالَ فِيهِ الْوَضُوءُ۔

(بخاری شریف)

— مذی۔ اس ایسڈ اور طوبت کو کہتے ہیں جو بوقت بوس و کنار شرمگاہ سے نکلتی ہے۔ مذی کے نکلنے سے شہوت ختم نہیں ہوتی اس کے برعکس منی گاڑھی ہوتی ہے اس میں بدبو بھی ہوتی ہے۔ جب یہ خارج ہوتی ہے تولدت آتی ہے اور منی کے نکلنے کے بعد کون ہو جاتا ہے۔ اس حدیث میں بنایا گیا ہے کہ ابتدا میں جو طوبت نکلتی ہے جس کو مذی کہتے ہیں۔ صرف اس کے نکلنے سے غسل واجب نہیں ہوتا۔ البتہ وضو لوٹ جانا ہے۔ مذی ودی اور منی ناپاک ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد بھی تھے اسلئے انہوں نے خود اس مسئلہ کے پوچھنے میں شرم کی۔ اور حضرت مقداد کے ذریعے مسئلہ معلوم کرایا جس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی خود مسئلہ پوچھنے میں شرم کرے تو دوسرے کے ذریعے معلوم کرے اسی طرح

اگر عورتیں اپنے مخصوص مسائل کے خود معلوم کرنے میں شرم محسوس کریں۔ تو اپنے شوہروں کے ذریعہ مسائل شرعیہ سے واقفیت حاصل کریں۔

بواسیر کے مرض کے متعلق وضو کے مسائل | بواسیر کے مرض میں اور استیحا ضہ میں جو خون نکلتا ہے اس سے وضو ٹوٹ

جائیگا۔ استیحا ضہ اس خون کو کہتے ہیں جو عورت کی شرمگاہ سے کسی مرض کی وجہ سے آتا ہے۔ اب اگر استیحا ضہ اس حد تک پہنچ گیا کہ اس کو اتنی ہہلت نہیں ملتی کہ وضو سے فرض نماز ادا کر سکے تو نماز کا پورا ایک وقت شروع سے آخر تک اسی حالت میں گذر جانے پر اس کو معذور قرار دیا جائیگا۔ اب وہ ایک وضو سے اس وقت میں جتنی نمازیں (فرض) واجب قضا و نفل ہجاء پڑھے۔ اس خاص صورت میں خون آنے سے اس کا وضو نہیں جائیگا۔ یہ ہی حکم ہر اس شخص کا ہے جسکو کوئی ایسی بیماری ہے کہ ایک وقت پورا ایسا گذر گیا کہ وضو کے ساتھ نماز فرض ادا نہ کر سکا۔ وہ معذور ہے۔ جیسے قطرہ کا مرض ہو یا دست آنا یا ہوا خارج ہونا یا دکھتی آنکھ سے پانی گرنایا پھوڑے یا ناسور سے ہر وقت رطوبت بہنا یا کان ناک سے ہر وقت رطوبت نکلنا کہ یہ سب بیماریاں وضو توٹنے والی ہیں۔ ان میں جب پورا وقت ایسا گذر گیا کہ ہر چند کوشش کی مگر وضو کے ساتھ نماز نہ پڑھ سکا تو عذر ثابت ہوا ایسے لوگ ہر نماز کے لئے وضو کریں اور اس ایک وضو سے جب تک اس کا وقت موجود ہے اس میں جتنی نمازیں چاہیں پڑھ سکتے ہیں۔

وضو میں موزوں پر مسح کرنا جائز ہے اور اس کے ضروری مسائل

واضح ہو کہ وضو میں پاؤں کا دھونا فرض ہے مگر شریعت نے آسانی کیلئے موزوں پر مسح کرنے کو جائز قرار دیا ہے یعنی جو شخص موزہ پہنے ہوئے ہو اگر وہ وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے موزوں پر مسح کر لے تو وضو درست ہو جائیگا۔ موزوں پر مسح کا جائز ہونا بکثرت احادیث کے ثابت ہے مگر اس کیلئے یہ بہت ضروری ہے کہ آدمی موزوں پر مسح کرنے کے مسائل سے واقف ہو۔ چند ضروری مسائل درج کئے جاتے ہیں۔

موزوں پر مسح کرنے کے متعلق ضروری مسائل۔ موزوں پر مسح کرنے کیلئے چند شرائط ہیں۔

۱۔ موزے چڑے کے ہوں یا کسی ایسی دبیز چیز کے بنے ہوتے ہوں کہ جن میں سے پانی نہ چھنے جیسے کراچی و پلاسٹک وغیرہ۔

۲۔ یہ موزے ایسے ہوں کہ ٹخنے چھپ جائیں۔ اس سے زیادہ ہونے کی ضرورت نہیں اور اگر ایک انگل کم ہو کہ ٹخنے کا کچھ حصہ کھلا رہے تو بھی مسح درست ہے۔ مگر اس میں یہ شرط کہ ایڑی کھلی نہ رہے۔

۳۔ موزہ پاؤں سے چمٹا ہو کہ اسکو پہن کر آسانی کے ساتھ چل پھر سکیں

۴۔ وضو کر کے موزہ پہنا ہو۔ یعنی پہننے کے بعد اور حدث (وضو ٹوٹنے) سے پہلے ایک ایسا

وقت ہو کہ اس وقت میں وہ شخص با وضو ہو خواہ پورا وضو کر کے پہنے یا صرف پاؤں

دھو کر موزہ پہن لے۔ بعد میں وضو پورا کرے۔ مسح میں دو فرض ہیں۔

اول یہ کہ ہر موزہ کا مسح ہاتھ کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر ہو۔

دوم۔ مسح موزے کی ٹیپ پر کیا جائے۔ تو اگر موزہ کے تلے یا کروٹ یا ٹخنے یا پنڈلی یا

ایڑی پر مسح کیا تو مسح درست نہ ہوگا۔

۵۔ موزہ پر مسح کی مدت مقیم کیلئے، ایک دن ایک رات ہے اور مسافر پہلے تین دن اور تین رات

مسح کی مدت پہلی بار جو حدث ہوگا اس وقت سے شروع ہوگی جس کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ موزہ پہننے کے بعد پہلی مرتبہ حدث ہوا یعنی وضو جاتا رہا، اس وقت سے مدت کا شمار

ہوگا۔ فرض کیجئے صبح کے وقت موزہ پہنا اور ظہر کے وقت پہلا حدث ہوا تو مقیم دوسرے

دن کی ظہر تک مسح کرے گا۔ اور مسافر چوتھے دن کی ظہر تک مسح کرے گا۔

۲۔ جس پر غسل پر فرض ہو۔ وہ موزوں پر مسح نہیں کر سکتا۔

۳۔ جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے۔ ان سے مسح بھی جاتا رہتا ہے۔

۴۔ مدت پوری ہو جانے سے مسح جاتا رہتا ہے۔ اس صورت میں صرف پاؤں دھولینا کافی

ہے۔ پھر سے پورا وضو کرنے کی حاجت نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ پورا وضو کرے۔

۵۔ موزہ کے اتار دینے سے مسح ٹوٹ جاتا ہے مگر چھ ایک ہی اتارا ہو۔ یوں ہی اگر ایک پاؤں

آدھے سے زیادہ موزہ سے باہر ہو جانے۔ مسح جاتا رہا۔

۶۔ خوب یاد رکھئے کہ سوتی یا اونی موزوں پر مسح جائز نہیں ہے مان کو اتار کر پاؤں دھونا فرض ہے۔

۷۔ مندرجہ ذیل قسم کے موزوں پر مسح کر سکتے ہیں۔

۱۔ اول۔ پورا موزہ ہی چمڑے کا ہو جو ٹخنوں کو ڈھانپ لے یا صرف تلک چمڑے کا ہو اور باقی حصہ کسی دہیز چیز کا بنا ہو۔ اس پر بھی مسح جائز ہے۔

منعزل۔ پر بھی مسح جائز ہے۔ یعنی سوتی یا اونی جراب کا تلک چمڑہ کا بنا لیا جائے اور اس کو ساتھ ملا کر سی دیا جائے حدیث میں جن جرابوں پر مسح کا ذکر ہے اس سے ایسا ہی موزہ مراد ہے۔

مجلد پر بھی مسح جائز ہے۔ یعنی اونی یا سوتی جراب پر چمڑہ کا پائتاہ چڑھا لیا جائے مگر اس میں شرط یہ ہے کہ یہ پائتاہ جرابوں کے ساتھ ہی لیا جائے، اگر سیا نہیں گیا تو مسح جائز نہ ہوگا۔

وضاحت موزہ چمڑہ کا ہو یا کسی ایسی چیز کا بنا ہو، ہونا چاہیے جس میں سے پانی نہ پھنے۔ جیسے پلاسٹک کمرچ وغیرہ ایسا بوٹ جو ٹخنے کو ڈھانپ لے اس پر بھی مسح جائز ہے۔

یعنی اگر کسی نے بوٹ پہنے ہوں اور وضو کرتے وقت ان پر مسح کر لیا و ضرورت ہو گیا لیکن نماز کے لئے یہ ضروری ہے کہ موزہ یا بوٹ ایسے نرم چمڑے کا بنا ہوا ہو کہ سجدہ کرنے میں پاؤں کی

انگلیاں مڑ سکیں اور انگلیوں کے پیٹ زمین سے چمٹ سکیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سجدہ میں پاؤں کی ایک انگلی کے پیٹ زمین سے چمٹ جانا فرض ہے، اگر دونو پاؤں سجدہ میں اٹھے

ہے۔ بلکہ اگر صرف انگلی کی نوک زمین سے لگی جب بھی نماز نہیں ہوئی۔ اس مسئلہ سے لوگ بہت غافل ہیں۔

فیوض الباری بخاری شریف کی اردو میں بے مثال شرح مع عربی متن از تصانیف

علامہ سید محمود احمد رضوی قابل مطالعہ کتاب ہے۔ قیمت حصہ اول آٹھ روپے حصہ دوم اور سوم۔ آٹھ روپے۔ چہارم اور پنجم۔ آٹھ روپے۔ ششم اور ہفتم۔ آٹھ روپے۔ علاوہ معمول

ڈاک

ماننے کا پتہ۔ مکتبہ رضوان بیرون بھائی دروازہ لاہور

مسواک کے مسائل و فضائل

مسواک کے متعلق ذیل کی احادیث قابل ذکر ہیں

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گزار دی آپ نے (سو کر) آنکھ کر مسواک فرمائی۔

۱۔ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بَشَّ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْتَنْ.

ابو بردہ اپنے والد سے راوی وہ کہتے ہیں میں نے دیکھا حضور علیہ السلام کر رہے تھے جو آپ کے ہاتھ میں تھی آپ آغ آغ کی آواز نکال رہے تھے اور مسواک آپ کے منہ میں تھی۔ گویا قے کر رہے تھے۔

۲۔ عَنْ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُهُ يَسْتَنْ بِسِوَاكِ بَيْنَ يَدَيْهِ لَا يَقُولُ آغَ آغَ وَالسِّوَاكِ فِي فِيهِ كَأَنَّهُ يَتَهَرَّأُ (بخاری)

حضرت حذیفہ کا بیان ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سو کر اٹھتے تو اپنے منہ کو مسواک سے رگڑتے (صاف) کرتے۔

۳۔ عَنْ ابْنِ حُدَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشْوِصُ فَاكًا بِالسِّوَاكِ (بخاری)

استننان کے معنی مسواک کرنے کے ہیں۔ یتہرع کے معنی قے کرنے کے ہیں لیکن تکلف کا مطلب یہ ہے کہ مسواک اس طرح فرمایا ہے جتنے کہ قے کی سی آواز نکال رہی تھی جیسے حلق میں انگلی یا برش سے صفائی کرتے ہیں تاکہ منہ اور گلے منہ کی آلائش خارج ہو جائے۔

یشووص کے معنی دھونے، صاف کرنے کے ہیں۔ ابن دقیق العید نے فرمایا کہ اس حدیث سے سو کر اٹھنے کے بعد مسواک کرنے کا استحباب ثابت ہوتا ہے بنیاد میں معودہ کے انخراص صعود کرنے ہیں۔ اسلئے سو کر اٹھنے کے بعد مسواک کرنے کی ہدایت دی گئی تاکہ مسواک کے ذریعہ منہ ان آلائشوں سے پاک صاف ہو جائے۔ — علامہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ یہ حدیثیں امر پر دلالت ہیں کہ مسواک کرنا سنتِ ثوکدہ ہے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مواظبت فرمائی حتیٰ کہ اس کی اہمیت کا یہ عالم ہے کہ عین وفات شریف کے وقت بھی حضور علیہ السلام نے مسواک استعمال

فرمائی (بخاری) (۱) حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میری امت پر شاق ہو گا تو میں ان کو ہر دھوکے ساتھ مسواک کرنے کا امر فرماتا۔ (طبرانی)

۲۔ حضرت عائشہ صدیقہ کا بیان ہے کہ حضور اکرم جب باہر تشریف لاتے تو پہلا کام آپ کا مسواک کرنا ہوتا (مسلم تشریف)۔

۳۔ مسواک کا التزام رکھو یہ سبب ہے منہ کی صفائی اور اللہ عزوجل کی رضا کا (احمد)۔

۴۔ دوزخ گتیں جو مسواک کر کے پڑھی جائیں افضل ہیں بے مسواک کی ستر رکعتوں سے (ابونعیم)

۵۔ دس چیزیں فطرت سے ہیں یعنی ان کا حکم ہر شریعت میں تھا، مویخچیس کترنا، ڈاڑھی بڑھانا،

مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، ناخن تراشنا، انگلیوں کی چھتیں دھونا، بغل کے بال

دور کرنا، موٹے زیر ناف موندنا، استنجا کرنا، کلی کرنا۔

کم سے کم تین مرتبہ دہنے، بائیں، اوپر نیچے دانتوں میں مسواک کرے اور ہر مرتبہ مسواک

کو دھوئے، مسواک نہ بہت نرم ہو اور نہ بہت سخت، ہیلو یا زیتون یا نیم وغیرہ کی کڑوی

لکڑی کی ہو۔ چھنگلیا کے برابر موٹی اور زیادہ سے زیادہ ایک بالشت لمبی ہو۔ اور اتنی چھوٹی

بھی نہ ہو کہ مسواک کرنا دشوار ہو جائے مسواک دہنے ہاتھ سے کرے اور اس طرح ہاتھ میں

لے کر چھنگلیا مسواک کے نیچے اور بیچ کی تین انگلیاں اوپر اور انگوٹھا سرے پر نیچے ہو اور ٹمھٹی

نہ باندھے۔ دانتوں کی چوڑائی میں مسواک کرے، لمبائی میں نہیں۔ چت لیٹ کر مسواک نہ کرے

پہلے داہنی جانب کے دانت مانجھے پھر بائیں جانب کے اوپر کے پھر داہنی جانب کے نیچے

کے پھر بائیں جانب کے نیچے کے جب مسواک کرنا ہو تو اسے دھو لے۔ یونہی فارغ ہونے کے

بعد دھو ڈالے اور زمین پر پڑی نہ چھوڑ دے بلکہ کھڑی رکھے اور پیشہ کی جانب اوپر ہو

مسواک جب قابل استعمال نہ رہے تو اسے دفن کر دیا جائے یا کسی پاک جگہ رکھ دی جائے گندگی

میں نہ ڈالی جائے۔ — احناف کے نزدیک مسواک سنت و ضو ہے سنت نماز نہیں۔

ذیل میں غسل کے فرائض و مستحبات اور غسل کرنے

کا طریقہ بیان کیا جاتا ہے جس پر غسل واجب ہے

اس کیلئے اشد ضروری ہے کہ وہ ان مسائل کا خیال رکھے ورنہ غسل نہ ہو گا اور نماز بھی درست نہ ہو گی۔

غسل کے فرائض | اول کلی کرنا۔ یعنی منہ کے ہر پوزے گوشے، ہونٹ سے حلق کی جڑ تک ہر جگہ پانی بہہ جائے۔ غسل فرض میں جب تک اس طرح کلی نہ کی جائے

غسل نہ ہوگا۔ بعض لوگ صرف منہ میں تھوڑا سا پانی لے کر اُگل دیتے ہیں۔ اور پانی نہ بان کی جڑوں اور حلق کے کناروں تک نہیں پہنچتا۔ اس طرح کلی کرنے سے غسل نہ ہوگا۔

دوم۔ ناک میں پانی لینا۔ یعنی دونوں نختوں کی جہانگ نرم جگہ ہے۔ دھلنا ضروری ہے۔ پانی کو سونگھ کر اوپر چڑھانا چاہیئے، تاکہ بال برابر جگہ بھی دھلنے سے نہ رہ جائے۔ ورنہ غسل ادا نہ ہوگا نیز ناک کے اندر کے بالوں کا دھونا بھی فرض ہے۔

سوم۔ تمام ظاہر بدن پر پانی کا بہہ جانا یعنی سر کے بالوں سے پاؤں کے تلوؤں تک جسم کے ہر پوزے ہر رنگے ہر بال پر پانی بہہ جانا ضروری ہے۔ صرف پانی کو بدن پر پھیر لینے سے غسل ادا نہ ہوگا۔ واضح ہو کہ تمام بدن کو دھونے ادا اس پر پانی بہانے میں خاص احتیاط کی ضرورت ہے۔ مثلاً

۱۔ بھوؤں، مونچھوں اور قارھی کے بالوں کا جڑ سے نوک تک اور ان کے نیچے کی کھال کا دھلنا کان کا ہر پوزہ اور اس کے سوراخ کا منہ، ٹھوڑی اور گلے کا جوڑ کہ بے منہ اٹھانے نہ دھلے گا۔

بغلیں بے ہاتھ اٹھانے نہ دھلیں گی۔ بازو کا ہر پہلو، پیٹھ کا ہر ذرہ، پیٹ کی بلٹیں اٹھا کر دھویں ناف کو اُنگلی ڈال کر دھویں۔ جبکہ پانی بہنے میں شک ہو۔ جسم کا ہر ذرہ جڑ سے نوک تک ران

اور پیڑو کا جوڑ۔ ران اور پنڈلی کا جوڑ۔ جب پیٹھ کو نہانیں تو دونوں سرین کے ملنے کی جگہ کا دھونا کھڑے ہو کر نہانے میں رانوں کی گولائی۔ پنڈلیوں کی کرٹیں۔ ذکر و انٹیسین کے ملنے کی سطحیں بے جدا

کئے نہ دھلیں گی۔ شرمگاہوں کی سطح زیریں جوڑ تک۔ ان کے نیچے کی جڑ تک جس کا ختنہ نہ ہو۔ ابو اگر کھال چڑھ سکتی ہو تو چڑھا کر دھونا ضروری ہے۔ اور کھال کے اندر پانی بہانے سے ہی مسح مستورا

کے لئے ڈھکی ہوئی پستانوں کو اٹھا کر دھونا پستان و شکم کے جوڑ کی تحریر۔ شرمگاہ کے خارج حصہ کا ہر گوشہ دھونا ضروری ہے۔

۲۔ مرد کے سر کے بال اگر گندھے ہوں تو اس کے لئے ان کو کھول کر جڑ سے نوک تک بانی بہانا ضروری ہے۔ اور عورت کے بے بالوں کی جڑوں کو تر کر لینا ضروری ہے۔ کھولنا ضروری نہیں

ہے۔ ہاں اگر چوٹی اتنی سخت گندھی ہو کہ بے کھولے جڑ پر اثر نہ ہوں۔ تو کھولنا ضروری ہے۔ کانوں

کے سوراخ اور ناک کے سوراخ میں پانی گزارنا بھی ضروری ہے۔ اس تشریح سے مقصود یہ بتانا ہے کہ غسل فرض تب ادا ہوگا جب کہ ظاہر بدن کے ہر حصہ ہر بال ہر دونگٹے پر پانی بہ جائے

آیت ان کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا میں تمام بدن کو پاک کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ لہذا بدن کا ہر وہ حصہ جہاں بغیر حرج کے پانی بہایا جاسکے جہاں ضروری ہو اور جہاں پانی کا بہانا مشکل ہے جیسے آنکھوں کے اندر تو وہ جگہ اس حکم میں داخل نہیں رہتا اور ناک میں بلا حرج پانی پہنچایا جاسکتا ہے۔ اسی لئے امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ نے غسل جنابت میں کلی کرنے اور ناک میں پانی لینے کو واجب قرار دیا ہے۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو شخص غسل جنابت میں بال برابر بھی جگہ بغیر دھونے چھوڑے گا۔ اس کو عذاب دیا جائیگا حضرت فرماتے ہیں۔
فَمِنْ تَسْعَةِ عَادِيْتٍ رَّاسِيٍّ (مشکوٰۃ ابوداؤد) اسی وجہ سے میں نے اپنے سر کے بالوں کے ساتھ دشمنی کی یعنی ان کو منڈوا دیتا ہوں تاکہ غسل جنابت میں کسی بال کے سوکھے رہنے کا احتمال نہ رہے۔

۳۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، جنسی کلی کرنا اور ناک میں پانی پڑھانا۔
فَلْيُعِيدِ الْوَضُوءَ بِالْمُسْتَمَضَّةِ بھول گیا تو اسکو چاہیے کہ وضو کرنے میں ناک
قَالَ اسْتَشْأَقُ (دارقطنی) میں پانی لے لے اور کلی کرے۔

۴۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

الْمُسْتَمَضَّةُ وَالْإِسْتَشْأَقُ لِلْجُنُبِ جنسی کے لئے غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی لینا
فَرِيضَةٌ (دارقطنی و بیہقی) فرض ہے (فرض علی)

۵۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جو غسل جنابت میں کلی کرنا اور ناک میں پانی لینا بھول گیا۔ پھر اس نے نماز پڑھ لی۔ آپ نے جواب دیا۔

لَا يُعِيدُ الصَّلَاةَ إِلَّا أَنْ يَكُونَ نماز نہ لوٹائے مگر وہ شخص جو جنسی تھا یعنی جس نے
جُنُبًا (بیہقی) غسل جنابت کیا اور کوئی حصہ بدن دھلنے سے رو گیا۔

۶۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

- ۱۔ اِنَّ تَمَّتْ كُلُّ شَعْرَةٍ مِنْ جَنَابَتِهِ فَاغْتَسِلُوا
 ہر بال کے نیچے جنابت ہے۔ تو غسل میں بالوں کو
 الشَّعْرَ وَالْأَنْقُولَ الْمُشْرَكَةَ (ابوداؤد ترمذی بن ابیہ)
 دھوؤ۔ اور بدن کو خوب لگی طرح دھوؤ۔
- ۲۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر تو غسل فرض میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھول جائے۔
 وَأَنْتَ جُنُبٌ فَأَعِدْ صَلَاتَكَ (داہ قطنی ۱۶)
 اور تو جنبی ہو اور نماز پڑھ لے تو یہ ناندو بارہ پڑھ۔
- ۳۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ ایک شخص بحضور نبوی حاضر ہوا۔ عرض کی میں نے
 غسل جنابت کیا اور فجر کی نماز پڑھ لی۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ ناخن کے برابر جسم کے ایک مقام پر
 پانی نہیں بہا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔
 لَوْ كُنْتَ مَسَحْتَ عَلَيْكَ أَجْرًا
 اگر تو بعد غسل اس جگہ پر پانی بہا لیتا تو کافی تھا
- ۴۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کیا ہم غسل حیض و جنابت کیلئے گندھے ہوئے بالوں کو
 أَفَأَنْقَضَهُ لِلْحَيْضَةِ وَالْجَنَابَةِ
 کھولیں فرمایا۔ تھامے لئے اس کی ضرورت نہیں۔
 فَقَالَ لَا - رَسْمٌ
- ۵۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا
 حَتَّىٰ تُبْلِغَ شُعُورَ رَأْسِهَا ثُمَّ تَصُبَّ
 رگہ عود تول کے لئے یہ کافی ہے، کہ تو سر پر پانی ڈالے
 عَلَيْهِ الْمَاءُ رَسْمٌ شَرِيفٌ
 اور خوب ملے۔ یہاں تک کہ پانی بالوں کی جڑوں تک
 پہنچ جائے۔ پھر اس پر پانی بہائے۔
- ۶۔ حدیث جابر رضی اللہ عنہ کے لفظ یہ ہیں کہ جب عورت غسل جنابت کرے تو اس کیلئے بالوں کو
 کھولنا ضروری نہیں ہے۔
 وَلَكِنْ تَصُبُّ الْمَاءَ عَلَىٰ صُورِهِ
 لیکن عورت کیلئے بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچانا
 وَتَبْلُغُهُ (ہامی)
 اور ان کو تر کرنا ضروری ہے۔
- ان احادیث سے مذکورہ بالا مسائل پر روشنی پڑتی ہے اور ائمہ ذیل کی وضاحت بھی ہوتی ہے
- ۱۔ غسل فرض میں کلی کرنا۔ ناک میں پانی لینا جسم کے ہر حصہ پر پانی بہانا فرض ہے۔
- ۲۔ اگر کوئی شخص غسل فرض میں کلی کرنا یا ناک میں پانی لینا بھول گیا یا جسم کا کوئی حصہ خواہ وہ
 بال برابر ہی ہو۔ دھلنے سے رہ گیا۔ تو غسل نہ ہوگا۔ اس صورت میں از سر نو غسل کی ضرورت نہیں ہے

بلکہ جو چیز غسل میں ادا کرنا بھول گیا ہے اس کو ادا کر کے غسل پورا ہو جائے گا۔ مثلاً کئی کرنا بھول گیا تو اب کئی کر کے غسل صحیح ہو جائیگا۔ اگر بدن کا کوئی حصہ دھونے سے رہ گیا اور نماز پڑھ لی تو نماز نہ ہوگی دوبارہ پڑھے مثلاً کئی کرنا بھول گیا اور نماز پڑھ لی تو اب کئی کر کے دوبارہ نماز پڑھے پھر غسل دوبارہ کرے کی ضرورت نہیں جو حصہ بھی پانی کے بہنے سے رہ گیا ہے۔ اس پر پانی بہانے غسل مکمل ہو جائے گا۔

غسل کی سنتیں | پہلے نیت کرے پھر دونوں ہاتھ گٹھوں تک دھوئے تین مرتبہ پھر استنجے کی جگہ دھوئے۔ خواہ نجاست ہو یا نہ ہو۔ پھر بدن پر جہاں کہیں نجاست ہو اس کو دُور کرے۔ پھر نماز کا سا وضو کرے۔ مگر پاؤں نہ دھوئے، ہاں اگر چوکی یا تختے یا پتھر پر نہا رہا ہے تو پاؤں بھی دھولے۔ پھر بدن پر تیل کی طرح پانی چھڑے خصوصاً جاڑے میں پھر تین مرتبہ دھونے موندھے پر پھر بائیں موندھے پر۔ پھر تین مرتبہ سر پر اور تمام بدن پر پانی بہانے، اب غسل کی جگہ سے الگ ہو جائے۔ اگر وضو کرنے میں پاؤں نہ دھوئے تھے تو اب دھولے نہانے میں قبلہ رخ نہ ہو تمام بدن پر ہاتھ پھیرے اور ملے۔ باپردہ نہائے۔ نہاتے وقت کسی قسم کی کلام نہ کرے۔ نہ کوئی دعا پڑھے نہانے کے بعد بدن کو تولیہ سے پونچھنا جائز ہے۔

جنسی اور بے وضو کے احکام و مسائل

- ۱۔ غسل جنابت فی الفور واجب نہیں ہوتا، ہاں جب نماز کا ارادہ کر لے تو واجب ہے۔ اسی طرح اتنی دیر ہوگئی کہ نماز کا آخر وقت آگیا۔ تو اب فوراً نہانا فرض ہے۔ البتہ نہانے میں تاخیر نہ کرنی چاہیے۔ کہ حدیث میں فرمایا۔ جس گھر میں جنب ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔
- فصول بقراطی میں ہے کہ جنابت سے غسل نہ کرنا مرض برص (دفر) پیدا کرتا ہے اور بحالت حیض جماع کرنے سے جذام کا خطرہ ہے۔
- ۲۔ مومن کے بدن پر جب تک کوئی حقیقی ظاہری نجاست مثلاً پاخانہ پیشاب وغیرہ نہ لگا ہو۔

وہ نجس نہیں ہوتا اور اس معاملہ میں مرد عورت کافر مسلمان زندہ مردہ سب کا ایک حکم ہے۔

۳۔ آدمی بے وضو ہو یا جنبی یہ نجاست اس کی حکمی ہے۔ لہذا اس کا پسینہ، لعاب دہن اور کھوٹا پاک ہے۔ جس پر غسل فرض ہے اسے بغیر ضرورت مسجد میں جانے کے لئے تیمم جائز نہیں۔ ہاں اگر مجبوری ہو جیسے ڈول اسی مسجد کے اندر ہے اور کوئی لانے والا نہیں ہے تو اس ضرورت سے تیمم کر کے جانے اور جلد سے جلد ڈول لے کر نکل آئے۔ اسی طرح مسجد میں سویا تو اختلام ہو گیا تو آنکھ کھلتے ہی جہاں سویا تھا وہیں فوراً تیمم کر کے نکل آئے۔ تاخیر حرام ہے۔

۴۔ جس کو نہانے کی ضرورت ہو (جنبی) اس کو مسجد میں جانا طواف کرنا قرآن مجید پھونانا اگرچہ اس کا سادہ حاشیہ یا جلد یا چولی چھوٹے یا دیکھ کر یا زبانی پڑھنا یا کسی آیت کا لکھنا یا آیت کا تعویذ لکھنا یا ایسا تعویذ پھونانا یا ایسی انگوشی پھونانا یا پہننا ناجائز ہے جس پر حروف مقطعات ہوں یا ایسا تعویذ یا تختی پہننا جس پر آیات قرآن لکھی ہوں۔ حرام ہے۔

۵۔ جنبی کو اذان کا جواب دینا جائز ہے یونہی سلام کا جواب دینا اور تسبیح و تہلیل اور دود شریف پڑھنا بھی جائز ہے۔ مگر بہتر یہ ہے کہ وضو یا کئی کر کے پڑھیں۔ صرف قرآن مجید کو دیکھنا اگرچہ حروف پر نظر پڑے اور الفاظ سمجھ میں آئیں اور زبان سے نہیں، بلکہ خیال میں پڑھے جائیں حرج نہیں جنبی اور بے وضو کو فقہ و تغیر حدیث کی کتابوں کا پھونانا مکروہ ہے۔ مگر جہاں کاغذ پر قرآن کریم کی آیت لکھی ہو اس پر ہاتھ رکھنا حرام ہے۔ قرآن پاک کا ترجمہ فارسی یا اردو یا کسی اور زبان میں ہو۔ اس کو بھی پھونے اور پڑھنے میں قرآن مجید کا سا حکم ہے۔ جنبی کو قرآن کریم کی کتابت کرنا حرام ہے یونہی بے وضو کو بھی کتابت قرآن کریم جائز نہیں ہے۔

۶۔ بے وضو شخص کو قرآن مجید کو ہاتھ لگانے بغیر پڑھنا۔ زبان یا اشارہ سے ذکر و اذکار دود شریف تسبیح و تہلیل و دود وظائف میں مشغول رہنا۔ سلام کا جواب دینا اور پھینک کے جواب میں الحمد للہ کہنا یا یرحمک اللہ سے جواب دینا یا اذان کا جواب دینا جائز ہے۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ ذکر و تسبیح دود شریف وغیرہ با وضو کر پڑھے۔

۷۔ جو شخص بے وضو ہے اس کو قرآن مجید یا اس کی کسی آیت کا پھونانا حرام ہے۔ ہاں بغیر پھونے زبانی یا دیکھ کر پڑھے تو حرج نہیں۔

حیض و نفاس والی عورت کے احکام

حیض و نفاس والی عورت کا قرآن مجید کو ہاتھ لگانا حرام ہے۔ اگرچہ قرآن مجید کی جلد یا چولی یا

حاشیہ کو ہاتھ یا انگلی کی نوک یا بدن کا کوئی حصہ ہی لگے یہ سب حرام ہے۔

۲۔ اسی طرح کرتے کے دامن یا دوپٹے کے آنچل سے یا کسی ایسے کپڑے سے جس کو پہنے اور سے

ہونے ہو۔ قرآن مجید کو چھونا حرام ہے۔ ہاں جزواں میں قرآن مجید ہو۔ تو اس جزواں کے چھونے

میں حرج نہیں۔ یونہی رومال وغیرہ ایسے کپڑے سے کپڑا جو نہ اپنا تابع ہو نہ قرآن مجید کا تو جائز

ہے اور کرتے کی آستین، دوپٹے کا آنچل یہاں تک کہ چادر کا ایک گوشہ نہ ہونے پر سے دوکے کوٹنے

سے قرآن مجید کو چھونا اٹھانا حرام ہے۔ یہ چادر وغیرہ آدمی کے تابع ہے۔ جیسے چولی قرآن مجید کے

تابع ہے حیض و نفاس والی عورت کو مسجد میں جانا طواف کرنا۔ قرآن مجید کو دیکھ کر یا زبانی پڑھنا

یا کسی آیت کا لکھنا یا آیت کا تعویذ بنانا یا ایسا تعویذ چھونا یا ایسی انگوٹھی چھونا پہننا جس کے نیچے

پر حروف مقطعات لکھے ہوں حرام ہے۔

۳۔ حالتہ و نفاس والی عورت کا پسینہ اور لعاب دہرا۔ اس کا جوٹھا پانی اور اس کے

ہاتھ کی پکائی ہوئی روٹی وغیرہ پاک ہے۔

۴۔ اپنی حالتہ بیوی کا نیکہ لگا کر قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے۔

۵۔ شوہر کو اپنی حالتہ بیوی سے مباشرت یعنی اس کے ساتھ ہونا لیٹنا اگرچہ ایک ہی لحاف

میں ہوں۔ اور بوس و کنار جائز ہے مگر جماع حرام ہے۔

۶۔ یہ مباشرت بھی اس کو جائز ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھ سکے اور جماع نہ کر ڈالے۔

۷۔ بحالت حیض جماع کرنا حرام و ناجائز ہے اور حرام جان کر لیا تو سخت گنہگار ہوا۔ تو بہ فرض

ہے۔ اور حلال جانتا کفر ہے۔

۸۔ حیض وہ خون ہے جو عورت کو ماہوار آتا ہے۔ اور نفاس وہ ہے جو بچہ کی پیدائش کے

بعد آتا ہے۔ یہ خون ناپاک ہے اور حیض و نفاس والی عورت نہ نماز پڑھ سکتی ہے اور نہ روزہ

رکھ سکتی ہے۔ حالت حیض کی نمازیں معاف ہیں۔ مگر پاک ہونے پر روزہ کی تفساد واجب ہے۔

نماز کے فرائض و اجبات مکروہات و مفاسدات

نماز کے سات فرض ہیں | تکبیر تحریمیہ، قیام، قرأت، رکوع، سجدہ، قعدہ اخیرہ، خروج
بعینہ نماز کے ان سات فرائض کی تفصیل سے تو آپ آگاہ

ہیں یہاں ہم صرف ان امور پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں جن سے نمازیوں کی اکثریت بے خبر رہ کر اپنی
نمازوں کو برباد کر رہی ہے۔ یا ان کی نمازیں مکروہ تحریمیہ ہو رہی ہیں۔

تکبیر تحریمیہ | یعنی نماز کے شروع کرنے کے لئے اللہ اکبر کہنا۔ اس مسئلہ میں دو باتوں کا لحاظ
رکھنا بہت ضروری ہے۔ اول یہ کہ مقتدی امام کی تکبیر کے بعد تکبیر کہے۔ اگر پہلے

کہے گا تو نماز نہ ہوگی۔ دوم یہ کہ تکبیر تحریمیہ کھڑے ہو کر کہنا فرض ہے۔ بعض لوگ امام کو رکوع میں
پا کر تکبیر کہتے ہوئے فوراً رکوع میں چلے جاتے ہیں اور جھک جاتے ہیں ان کی نماز نہیں ہوتی۔

قیام | کھڑے ہو کر نماز پڑھنا فرض ہے۔ یہاں بھی دو ضروری باتیں سمجھ لیجئے۔ اول یہ کہ کھڑے
ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں پاؤں پر کھڑا ہو۔ بعض لوگ ایک پاؤں تو زمین پر

جما لیتے ہیں اور دوسرا اٹھا لیتے ہیں۔ یہ مکروہ تحریمیہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح جتنی
نمازیں پڑھی گئی ہیں۔ اس کو دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ دوم یہ کہ عموماً دیکھا ہے کہ ذرا بخار،

نزلہ ہو یا کوئی معمولی سی تکلیف ہوئی لوگ بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں۔ حالانکہ یہ ایسے نفس ہوتے ہیں جو
سیر پھیوں سے اترتے ہیں مسجد تک چل کر آتے ہیں راستہ طے کرتے ہیں کوئی دوسرا بل جلے

تو اس سے کھڑے کھڑے گفتگو بھی کر لیتے ہیں۔ مگر نماز بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔ ان کی نماز نہیں ہوتی۔
اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ اگر عصا یا خادم یا دیوار سے ٹیک لگا کر بھی کھڑا ہونے کی طاقت

ہے تو تکبیر کھڑے ہو کر کہے پھر بیٹھ جائے۔ مطلب یہ ہے کہ جتنی دیر بھی کھڑے ہونے کی طاقت ہے
کھڑے ہو کر ہی نماز پڑھے۔ پھر جب طاقت نہ رہے بیٹھ جائے (اس مسئلہ سے عوام بہت لاپرواہ ہیں)

قرأت | مطلق قرآن کا پڑھنا نماز میں فرض ہے (۱) اس کا مطلب ہے کہ اتنی آواز سے پڑھے کہ ہر
صدا فرض نماز میں سنت ہو کہ وہ کھڑے ہو کر پڑھنا ضروری ہے۔ ہاں اگر عقد ہوتا ہے اس کے مسائل آئندہ صفحات میں

آئے ہیں خوب خود سے پڑھیں۔

حرف علیحدہ علیحدہ ہو جائے (۲) اور پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ اتنی آواز سے پڑھے کہ خود اس کا نفس سن سکے۔ اب اگر اتنی سست آواز سے قرأت کی کہ خود بھی الفاظ قرآن نہ سن سکا نماز نہ ہوگی۔

رکوع | رکوع کا طریقہ یہ ہے کہ اتنا جھکے کہ ہاتھ گھٹنے تک پہنچ جائیں یہ رکوع کا ادنیٰ درجہ ہے اور پورا رکوع یہ ہے کہ پیٹھ سیدھی بچھاوے تاکہ سر سرین کے بالکل مقابل آجائے۔ اگر ادنیٰ درجہ کا رکوع نہ کیا نماز نہ ہوگی، بعض لوگ ذرا سا جھکتے ہی سجدہ میں آجاتے ہیں۔ ان کی نماز بالکل نہیں ہوتی۔

سجدہ | سجدہ کا طریقہ یہ ہے کہ ناک اور پیشانی زمین پر جم جائے۔ اگر صرف پیشانی یا ناک کی نوک زمین پر رکھی جائے تو نماز نہ ہوگی۔ ایک بہت ضروری مسئلہ جس سے بڑے بڑے عالم و فاضل بھی لاپرواہی برت رہے ہیں اور اپنی اور عوام کی نمازوں کو برباد کر رہے ہیں مسئلہ یہ ہے کہ سجدہ میں پاؤں کی ایک انگلی کے پیٹ کا زمین سے لگ جانا شرط ہے۔ اور چھ انگلیوں کے پیٹ کا لگنا واجب اور دوسروں کا سنت مؤکدہ ہے۔ اب اگر ایک انگلی کا پیٹ زمین سے نہ لگا نماز قطعاً نہ ہوئی اور اگر چھ انگلیوں کا پیٹ زمین سے نہ لگا۔ واجب پھوٹ گیا۔ نماز مکروہ تحریمی ہوئی، دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ اس مسئلہ کو عوام و خواص کی اکثریت بھول چکی ہے۔ احتیاط کیجئے۔

سجدہ کے ضروری مسائل | سجدہ میں یہ بھی ضروری ہے کہ زمین کی سختی ناک اور پیشانی کو محسوس ہو۔ اب اگر کسی نرم چیز گھاس روٹی بجر دارقالین پر

سجدہ کیا اور پیشانی جم گئی یعنی اتنی دبی کہ اب دوبارہ دبانے سے اور نہ دبے گی سجدہ ہو گیا۔ ورنہ نہیں۔ ریل کے کمائی دار گدیوں پر سجدہ نہیں ہوتا۔ عامہ کے بیچ پر سجدہ کیا کہ ماتھا خوب جم گیا۔ سجدہ ہو گیا۔ ورنہ نہیں۔ اسی طرح ایسی جگہ پر سجدہ نہیں ہو سکتا جو جگہ قدموں کی جگہ سے ۱۲-۱۱ انگل سے زیادہ اونچی ہو۔

یعنی نماز کی تمام رکعتوں کے بعد اتنی دیر بیٹھ جانا کہ پوری التحیات رسولہ تک پڑھ لی جائے فرض ہے۔

قعدہ خیر

خروج بعدنہ | یعنی اپنے کسی فعل کے ذریعہ نماز سے باہر آنا۔

نماز کی شرطیں

نماز کی صحت کے لئے چھ شرطیں ہیں جن کی ضروری تفصیل نظر ناظرین ہے

یاد رہے کہ جیتک ان شرائط پر عمل نہ ہوگا نماز نہ ہوگی۔

۱۔ طہارت نماز کی پہلی شرط ہے۔ یعنی نماز کا بدن کپڑے اور جس جگہ نماز پڑھ رہا ہے۔ وہ ہر قسم کی نجاست سے پاک ہو۔

۲۔ مستر عورت نماز کی دوسری شرط ہے۔ مرد کے لئے زیر ناف سے لے کر گھٹنوں تک اپنے بدن کو چھپانا ضروری ہے۔ ناف ستر میں داخل نہیں گھٹنے داخل ہیں۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ ایسا باریک کپڑا جس سے بدن کا وہ حصہ جس کا نماز میں چھپانا ضروری ہے نظر آئے۔ ایسے کپڑے سے نماز نہ ہوگی۔ بعض لوگ باریک تہ بند یا ساڑھی پہن کر نماز پڑھتے ہیں جن سے گھٹنے اور ران چمکتی ہے۔ اس طرح نماز نہیں ہوتی۔

عورتوں کے لئے

نماز میں عورتوں کے لئے ہاتھ، کلائی، پاؤں، ٹخنوں تک صرف چہرہ کی نکلی کے سوا تمام بدن کا چھپانا ضروری ہے۔ لٹکتے ہوئے بال۔ گردن

کان یہ بھی چھپانے چاہئیں۔ اگر حالت نماز میں کان یا چوتھائی بازو یا کوئی عضو چوتھائی۔ بقدر ایک رکن سبحان ربی الاعلیٰ کہنے کی مقدار کھلا رہا تو نماز نہ ہوگی۔

باریک دوپٹے

بعض عورتیں ایسا باریک دوپٹہ اور ڈھتی ہیں جن سے بالوں کی سیاہی نظر آتی ہے یا ایسے باریک کپڑے پہنتی ہیں جن سے اعضا چمکتے ہوئے نظر

آتے ہیں۔ ایسے لباس سے ہرگز نماز نہیں ہوتی اسلئے عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے تمام جسم کو سونے چہرے، ہاتھ، کلائی اور پاؤں کے ایسے کپڑے چھپائیں کہ بدن نظر نہ آئے۔

۳۔ نماز کی تیسری شرط قبلہ کی طرف منہ کرنا ہے۔

۴۔ چوتھی شرط وقت ہے کہ صبح وقت میں پڑھی جائے۔ لوگ عصر کی نماز بہت جلد پڑھ لیتے ہیں یا بعض بالکل قریب غروب آفتاب پڑھتے ہیں۔ اس کا خاص طہور پر خیال رکھنا چاہئے۔

۵۔ پانچویں شرط نیت ہے۔ نیت دل سے کر لینا کافی ہے۔ زبان سے لمبی چوڑی عبارت ادا کرنا ضروری نہیں ہے۔ نیت کا مطلب یہ ہے کہ جب نماز سے پوچھا جائے کہ کونسی نماز پڑھ رہے ہو تو وہ بلا تردد بتا دے۔ ظہر کی عصر کی وغیرہ وغیرہ۔ ہاں زبان سے کہہ لینے میں بھی حرج نہیں۔

واجبات نماز کا بیان

نماز میں کل ۳۳ واجب ہیں

- ۱۔ تکبیر تحریر میں اللہ اکبر کہنا۔
- ۲۔ فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت کے سوا باقی نمازوں کی ہر رکعت میں الحمد پڑھنا۔
- ۳۔ سورۃ ملانا قرآن کی ایک بڑی آیت جڑ پھوٹی تین آیتوں کے برابر یا تین چھوٹی آیتیں پڑھنا۔
- ۴۔ فرضوں کی پہلی دو رکعتوں اور واجب سنت و نفل کی ہر رکعت میں الحمد پڑھنا اور ساتھ سورۃ ملانا۔
- ۵۔ الحمد کا سورۃ سے پہلے پڑھنا۔
- ۶۔ ہر رکعت میں سورۃ سے پہلے ایک ہی بار الحمد پڑھنا۔
- ۷۔ الحمد اور سورۃ کے درمیان کچھ اور نہ پڑھنا۔
- ۸۔ قرأت کے فوراً بعد رکوع کرنا۔
- ۹۔ ایک سجدہ کے بعد بلا فصل دوسرا سجدہ کرنا۔
- ۱۰۔ تعدیل ارکان یعنی رکوع سجود قومہ اور جلسہ میں کم از کم ایک مرتبہ بحسن الشکر کہنے کے بقدر ٹھہرنا۔
- ۱۱۔ قومہ یعنی رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا۔
- ۱۲۔ جلسہ یعنی دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا۔
- ۱۳۔ قحۃ اولیٰ اگرچہ نفل نماز ہو۔
- ۱۴۔ فرض و وتر و سنن مؤکدہ میں قعدہ اونٹے میں تشہد پر کچھ نہ پڑھنا۔
- ۱۵۔ دونوں قعدوں میں پورا تشہد پڑھنا۔
- ۱۶۔ سلام پھیرتے وقت لفظ السلام دو بار واجب ہے اور لفظ علیکم واجب نہیں ہے۔
- ۱۷۔ وتر میں دعلتے قنوت پڑھنا۔
- ۱۸۔ تکبیر قنوت۔
- ۱۹۔ نماز عیدین کی چھوڑوں تکبیریں۔
- ۲۰۔ نماز عیدین میں دوسری رکعت کی تکبیر رکوع۔
- ۲۱۔ اور اس تکبیر کیلئے لفظ اللہ اکبر کہنا۔
- ۲۲۔ ہر چہری نماز یعنی مغرب و عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں اور فجر جمعہ عیدین تراویح اور رمضان شریف کے وتروں کی ہر رکعت میں امام کو بلند آواز سے قرأت کیے نا۔
- ۲۳۔ ظہر و عصر میں آہستہ پڑھنا۔
- ۲۴۔ ہر واجب فرض کا اسکی جگہ پر ہونا۔
- ۲۵۔ ہر رکعت میں رکوع ایک ہی بار کرنا۔
- ۲۶۔ سجدہ کا ہر رکعت میں دو ہی بار کرنا۔
- ۲۷۔ دوسری رکعت سے پہلے قعدہ نہ کرنا۔
- ۲۸۔ چار رکعت والی نماز میں تیسری رکعت پر قعدہ نہ کرنا۔
- ۲۹۔ آیت سجدہ پڑھی ہو تو سجدہ تلاوت کرنا۔
- ۳۰۔ سہو ہوا ہو تو سجدہ سہو کرنا۔

۳۱۔ دو فرض یا دو واجب و فرض کے درمیان ایک تسبیح کے بقدر وقفہ نہ کرنا۔
 ۳۲۔ جب امام قرأت کرے بلند آواز سے ہو خواہ آہستہ اس وقت مقتدی کا چپ رہنا۔
 ۳۳۔ قرأت کے سوا تمام واجبات میں امام کی پیروی کرنا یہ کل ۳۳ واجب ہیں، ان میں سے
 اگر ایک بھی بھول کر ترک ہو گیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔ اگر سجدہ سہو کر لیا تو نماز ہو
 جائے گی۔ ورنہ نماز دہرانا واجب ہوگا۔

یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ میں التحیات جتدہ و رسولہ تک پڑھ کر
سجدہ سہو کا طریقہ | صرف دہنی جانب سلام پھیرے اور فوراً دو سجدے جس طرح
 کہ سجدہ کرتے ہیں کرے پھر بیٹھ کر التحیات صح درود دعا وغیرہ پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیرے۔
سنت مؤکدہ و وتر کی تعداد | فجر سے پہلے - دو رکعت۔

ظہر سے پہلے چار رکعت اور اس کے بعد دو رکعت۔
 مغرب کے بعد - دو رکعت عشاء کے بعد - دو رکعت۔
 عشاء کے بعد - تین وتر واجب ہیں۔

نماز جمعہ سے قبل چار عدد سنت نماز جمعہ کے بعد چار رکعت
جمعہ کی سنت مؤکدہ | پھر دو رکعت یعنی جمعہ کی کل سنت مؤکدہ دس عدد ہیں۔
 ان سنتوں کے ادا کرنے کی حضور علیہ السلام نے تاکید فرمائی ہے۔

چار رکعت یا دو رکعت کی نیت کر کے ہاتھ
سنت مؤکدہ ادا کرنے کا طریقہ | باندھنے - ثناء - ثنود بسم اللہ شریف پڑھتے
 اس کے بعد کوئی چھوٹی یا بڑی سورت پڑھے یا کم از کم تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت
 جو تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہو۔ پڑھے۔ اس کے بعد حسب دستور رکوع و سجدہ کر کے دوسری
 رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے۔

دوسری رکعت میں اب صرف بسم اللہ پڑھ کر الھی شریف پڑھے اور سورت ملنے اور
 رکوع و سجدہ حسب دستور کر کے قعدہ (اولی) کے لئے بیٹھے اور اس میں التحیات صرف عبدک
 و رسولک تک پڑھے اور بغیر تاخیر کئے دوسری کے لئے کھڑا ہو جائے اور حسب دستور

قرأت و رکوع و سجدہ کر کے قعدہ اخیرہ کرے اور اس آخری قعدہ میں التحیات پورا پڑھ کر دود شریف و دعاء وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرے اور اگر سنت مؤکدہ دود کعتی ہو دوسری رکعت پوری کر کے قعدہ اخیرہ کرنا چاہیے اور اس قعدہ میں مکمل التحیات دود شریف اور دعاء وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرے۔

فرض نماز پڑھنے کا طریقہ | فرض نماز بھی مذکورہ بالا طریقہ ہی سے ادا کی جائے گی مگر فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں الحمد شریف کے ساتھ سورۃ کا پڑھنا

واجب ہے۔ البتہ فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف الحمد شریف یا تین مرتبہ سبحان کہہ کر رکوع کرے۔ یا اتنی دیر خاموش رہ کر رکوع کر لے تب بھی نماز پوری جائیگی لیکن فرض نماز کی تیسری چوتھی رکعت میں صرف الحمد شریف کا پڑھنا افضل ہے۔ اور الحمد شریف کے ساتھ سورۃ کا ملنا یا خاموش رہنا مکروہ ہے۔ البتہ اگر کسی نے فرض نماز کی تیسری یا چوتھی رکعت میں الحمد شریف کے ساتھ سورۃ ملانی تو سجدہ سہولاً لازم نہ ہوگا۔

ترسنت مؤکدہ اور نفل نماز کے متعلق بات | یاد رکھئے کہ ترسنت مؤکدہ اور محض نفل نماز کی ہر رکعت میں الحمد شریف کے ساتھ کسی سورۃ

یا آیت کا پڑھنا واجب ہے۔ اگر ترک کریگا تو سجدہ سہولاً لازم آئے گا۔

(۲) سنت غیر مؤکدہ چار رکعتی کے بعد قعدہ میں بھی پوری التحیات اور دود دعاء وغیرہ کا پڑھنا ضروری ہے اور تیسری رکعت میں ثناء، تعویذ، بسم اللہ پڑھ کر الحمد شریف اور اسکے ساتھ کوئی سورۃ پڑھنی چاہیے۔ ان مسائل کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے۔

فرض واجب آیت سجدہ اور اقتدار کے مسائل

- ۱۔ خوب یاد رکھئے فرائض نماز میں سے اگر کوئی بھولے سے یا قصداً چھوٹ جائے تو نماز نہ ہوگی۔ دوبارہ پڑھنی ضروری ہے۔
- ۲۔ واجبات نماز میں سے اگر کوئی وجہ قصداً چھوڑ دیا تو نماز دوبارہ پڑھنی ضروری ہے۔
- ۳۔ اور اگر کوئی واجب بھولے سے چھوٹ جائے تو سجدہ سہولاً ضروری ہے۔ سجدہ سہولاً سے نماز درست ہو جائے گی۔

۴۔ امام و مقتدی کے درمیان اتنا چھڑا راستہ ہو جس میں سبلی گاڑی گذر سکے تو اقدار صحیح نہیں جمعہ
 و عید کے موقع پر جو ہم و خواص اس مسئلہ کا خیال نہیں رکھتے اور لوگوں کی عید جمعہ کی نماز ادا نہیں کرتی۔
 ۵۔ ایک نماز میں چند واجب ترک ہو جائیں تو سب کیلئے ایک سجدہ سہو کافی ہے۔
 ۶۔ واجب کی تاخیر رکن کی تقدیم یا تاخیر یا واجب کو مکرر کرنا واجب میں تخریر کرنے کی صورت میں
 بھی سجدہ سہو کر لینے سے درست ہو جائے گی۔

۷۔ نماز میں آیت سجدہ پڑھی۔ تو اس کا سجدہ نماز ہی میں کر لینا واجب ہے۔ بیرون نماز
 نہیں ہو سکتا۔ اور اگر قصداً نہ کیا تو گنہگار ہوا۔ توبہ لازم ہے۔

بہت سخت گناہ ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ اس میں جو کچھ
 گناہ ہے اگر کرنے والا جانتا تو چالیس برس تک کھڑے
 رہنے کو یا سو برس تک کھڑے رہنے کو یا زمین میں دھنس جانے کو نمازی کے آگے سے گزرنے سے بہتر جانتا۔
نمازی کے آگے سے گزرنا
 ذیل میں چند وہ امور درج کئے جاتے ہیں جن سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔
مفسدات نماز
 اور اس کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہوتا ہے۔

— نماز میں قصداً یا سہواً یا خطائاً۔ کلام کرنے یا زبان سے سلام کرنے یا سلام کا جواب دینے
 سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

— کسی کو پھینک آئی تو اس کے جواب میں نمازی نے یرحمک اللہ کہا یا خوشی کی خبر سن کر نمازیں
 الکر اللہ کہا یا شیطان کا ذکر سن کر نماز میں اس پر لعنت بھیجی تو نماز فاسد ہو گئی۔

— مصلیٰ نے اپنے امام کے سوا دوسرے کو لقمہ دیا یا آہ۔ اوہ۔ آف۔ تف یہ الفاظ صریحاً مصیبت
 کی وجہ سے زبان سے نکلے۔ یا آواز سے دویا اور حروف پیدا ہونے۔ ان سب سے نماز جاتی رہی۔
فلاک۔ اگر رونے میں صرف اُنسو نکلے آواز و حروف نہیں نکلے تو حرج نہیں اسی طرح
 مریض کی زبان سے بے اختیار آہ۔ اوہ نکلی۔ پھینک کھانسی۔ جاہی اور ڈکار میں جتنے حروف مجبوراً
 نکلتے ہیں۔ معاف ہیں۔ یعنی ان صورتوں میں نماز فاسد نہیں ہوگی۔

— نماز کے اندر کھانا پینا مطلقاً نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔ قصداً ہو یا بھول کر۔ تھوڑا ہو یا زیادہ
 حتیٰ کہ اگر تل بغیر چبائے نگل لیا یا کوئی قطرہ اس کے منہ میں گرا اور اس نے نگل لیا۔ نماز جاتی رہی۔

— دانتوں کے اندر کوئی چیز رہ گئی، اگر وہ چنے برابر ہے، اس کو نکل گیا، نماز فاسد ہو گئی اور اگر چنے سے کہ ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

— اگر نمازی کو کسی نے ایک دم بقدر تین قدم کے کھینچ لیا یا دھکیل دیا تو نماز فاسد ہو گئی۔

— عورت نماز میں تھگی مرد نے بوسہ لیا یا شہوت کے ساتھ اس کے بدن کو ہاتھ لگایا تو نماز فاسد ہو گئی۔ اور اگر مرد نماز میں تھا اور عورت نے ایسا کیا تو نماز فاسد نہ ہوگی، جب تک مرد کو شہوت نہ ہو۔

— منہ کو قبلہ سے پھیرنا۔ پے درپے تین بال اپنے جسم کے کسی حصہ سے اکھیڑنا۔ ایک رکن میں مثلاً سجدہ بار کوع یا قیام میں تین بار اس طرح کھانا کہ کھیا کر ہاتھ ہٹالیا، پھر کھیا یا پھر ہاتھ ہٹالیا، نماز فاسد ہو گئی۔

— اور اگر جسم کے ایک حصہ پر ہاتھ رکھ کر چند مرتبہ کھیا یا مگر ہاتھ اس حصہ جسم سے علیحدہ نہ کیا تو نماز فاسد ہوگی۔

— عمل کثیر سے بھی نماز فاسد ہو جاتی ہے جس کام کے کرنے والے کو دور سے دیکھ کر گمان غالب ہو کہ نماز میں نہیں تو وہ عمل کثیر ہے۔

— ناپاک جگہ پر سجدہ کرنا، قرآن مجید کو دیکھ کر نماز میں پڑھنا۔ قرآن مجید ایسا غلط پڑھنا کہ جس سے معنی بدل جائیں۔ نماز فاسد ہو جائے گی۔

— نمازی کے آگے سے کسی کا گزرنا نماز کو فاسد نہیں کرتا، خواہ گزر نیوالا مرد ہو یا عورت، کتا ہو یا گدھا۔

ذیل میں نماز کے بعض وہ مکروہات تحریمیہ لکھے جاتے ہیں جنکی وجہ سے نماز مکروہ تحریمیہ ہوتی ہے اور نماز کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہوتا ہے

نماز کے مکروہات تحریمیہ

۱۔ کپڑے یا ڈاڑھی یا بدن کے ساتھ کھیلنا، کپڑا سمیٹنا مثلاً سجدہ میں جاتے وقت آگے یا پیچھے سے کپڑا اٹھالینا، اگرچہ گرد سے بچانے کے لئے کیا ہو، اور بلا وجہ ہو تو اور زیادہ مکروہ، کپڑا لٹکانا مثلاً سر یا مونڈھے پر اس طرح ڈالنا کہ دونوں کنارے لٹکتے ہوں، یہ سب مکروہ تحریمی ہیں۔

۲۔ رومال یا شال یا رضانی یا چادر کے کنارے دونوں مونڈھوں سے لٹکتے ہوں یہ مکروہ تحریمی ہے اور ایک کنارہ دوسرے مونڈھے پر ڈال دیا اور دوسرا لٹک رہا ہے، تو حرج نہیں اور اگر ایک مونڈھے پر ڈالا، اس طرح کہ ایک کنارہ پیٹھ پر لٹک رہا ہے اور دوسرا پیٹ پر جیسے عموماً اس

۳۔ یہ ایک فرضی صورت ہے اور مقصود صرف مسئلہ بتانا ہے۔

زمانہ میں ہونڈھوں پر رومال رکھنے کا طریقہ ہے تو یہ بھی مکروہ ہے۔

۳۔ کنکریاں ہٹانا مکروہ تحریمی ہے مگر جس وقت کہ پورے طور پر وجہ سنت سجدہ ادا نہ ہوتا ہو تو ایک بار کی اجازت ہے۔ اور پنجابہتر اور بغیر مٹائے واجباً نہ ہوتا ہو تو ہٹانا واجب ہے۔ اگرچہ ایک بار سے زیادہ کی حاجت پڑے۔

۴۔ کوئی آستین آدمی کلائی سے زیادہ چڑھی ہوئی ہو۔ خواہ پیشتر سے چڑھی ہو یا نماز میں چڑھائی بہر صورت مکروہ تحریمی ہے۔ دامن سمیٹے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

۵۔ انگلیاں چٹخانا۔ انگلیوں کی قبیحی باندھنا یعنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا مکروہ تحریمی ہے۔

۶۔ مکروہ ہاتھ رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔ نماز کے علاوہ بھی مکروہ ہاتھ نہ رکھنا چاہیے۔

۷۔ نماز پڑھتے وقت ادھر ادھر منہ پھیر کر دیکھنا مکروہ تحریمی ہے۔ کل چہرہ پھر گیا ہو یا بعض اور اگر منہ نہ پھیرے صرف کنکھیوں سے ادھر ادھر بلا حاجت دیکھے تو کراہت تنزیہی ہے اور نادرا کسی غرض صحیح سے ہو تو اصلاح حرج نہیں۔ آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا بھی مکروہ تحریمی ہے۔

۸۔ تشہد یا سجدوں کے درمیان میں کتے کی طرح بیٹھنا یعنی گھٹنوں کو سیلنے سے ملا کر دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھ کر سرین کے بل بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے۔

۹۔ مرد کو سجدہ میں کلائیوں کو بچھانا بھی مکروہ تحریمی ہے۔

۱۰۔ کسی شخص کے منہ کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ یونہی دوسرے شخص کو نماز پڑھنے والے کی طرف منہ کرنا بھی ناجائز و گناہ ہے۔ یعنی اگر مصلیٰ کی جانب سے ہو تو کراہت مصلیٰ پر ہے ورنہ اس پر ۱۱۔ کپڑے میں اس طرح لپٹ جانا کہ ہاتھ بھی باہر نہ ہو مکروہ تحریمی ہے۔ نماز کے علاوہ بھی بے ضرورت اس طرح کپڑے میں پٹنہ چاہیے۔ اور خطرہ کی جگہ سخت ممنوع ہے۔

۱۲۔ اعتقار یعنی پگڑی اس طرح باندھنا کیونکہ سر پر نہ ہو مکروہ تحریمی ہے نماز کے علاوہ بھی اس طرح عامہ باندھنا مکروہ ہے۔ یونہی ناک اور منہ کو پھپھانا اور بے ضرورت کھنکار نکالنا یہ سب مکروہ تحریمی ہیں۔

۱۳۔ نماز میں قصداً جاپی لبنا مکروہ ہے اور خدائے تو حرج نہیں۔ مگر وگنا مستحب ہے مگر روکے

سے نہ رُکے تو ہونٹ کو دانتوں سے دبائے اور اس پر بھی نہ رُکے تو داہنیا یا بایاں ہاتھ منہ پر رکھدے یا آستین سے منہ چھپائے۔ قیام میں داہنے ہاتھ سے ڈھانکے اور دوسرے مواقع پر بائیں سے۔

— مسئلہ۔ اَلٹا قرآن مجید پڑھنا کسی واجب کو ترک کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ مثلاً رکوع و سجود میں پیٹھ سیدھی نہ کرنا، یونہی قومہ اور جلسہ میں سیدھے ہونے سے پہلے سجدہ کو چلا جانا قیام کے علاوہ اور کسی موقع پر قرآن مجید پڑھنا یا رکوع میں قرأت ختم کرنا۔ امام سے پہلے مقتدی کا رکوع و سجود میں جانا یا اس سے پہلے سر اٹھانا۔

— نرف پا جامہ یا تہ بند پہن کر نماز پڑھی اور کرتہ یا چادر موجود ہے۔ تو نماز مکروہ تحریمی ہے۔ اور جردوسر اکیڑا نہیں تو معافی ہے۔

— امام کو کسی آنے والے کی خاطر نماز کا طول دینا مکروہ تحریمی ہے اگر اس کو پہنچانا ہو تو اس کی خاطر مد نظر ہو اور اگر نماز پر اس کی اعانت کے لئے بقدر ایک دو تسبیح کے طول دیا تو کراہت نہیں۔ جلدی میں صف کے پیچھے ہی سے الشراکبر کہہ کر شامل ہو گیا۔ پھر صف میں داخل ہوا یہ مکروہ تحریمی ہے۔ زمین مخصوب یا پرلٹے کھیت جس میں زراعت موجود ہے یا جتنے ہوئے کھیت میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ قبر کا سامنے ہونا اگر مصطفیٰ و قبر کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو تو مکروہ تحریمی ہے۔ کفار کے عبادت خانوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے کہ وہ شیاطین کی جگہ ہیں اور ظاہر کراہت تحریم (بجہ)، بلکہ ان میں جانا بھی ممنوع ہے۔

— اَلٹا کپڑا پہن کر باورٹھ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور ظاہر تحریم یونہی انگرکھے کے بند نہ بانڈھنا اور اچکن وغیرہ کے بٹن نہ لگانا اگر اس کے نیچے کرتہ وغیرہ ہے تو مکروہ تنزیہی۔

تصویر کے احکام | جس کپڑے پر جاندار کی تصویر ہو اسے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے نماز کے علاوہ بھی ایسا کپڑا پہننا ناجائز ہے۔ یونہی نمازی کے سر پر۔ یعنی چھت میں ہو یا معلق ہو یا محل سجود میں ہو کہ اس پر سجدہ واقع ہو تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ یونہی نمازی کے آگے یا داہنے یا بائیں تصویر کا ہونا مکروہ تحریمی ہے۔ پس پشت ہونا بھی مکروہ ہے۔ اگرچہ ان تینوں صورتوں سے کم اور ان چاروں صورتوں میں کراہت اس وقت ہے کہ تصویر آگے

پہچھے داہنے بائیں معلق ہو یا نصب ہو یا دیوار وغیرہ میں منقوش ہو۔ اگر فرش میں ہے اور اس پر سجدہ نہیں تو کراہت نہیں۔ اگر تصویر غیر جاندار کی ہے جیسے پیارے دریا وغیرہ کی تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ مسئلہ۔ اگر تصویر ذلت کی جگہ ہو مثلاً جوتیاں اتارتے کی جگہ یا اور کسی جگہ فرش پر کہ لوگ اسے روندتے ہیں یا تکیے پر کہ زانو وغیرہ کے نیچے رکھا جاتا ہو تو ایسی تصویر مکان میں ہونے سے کراہت نہیں نہ اس سے نماز میں کراہت آئے جبکہ سجدہ اس پر نہ ہو۔ جس تکیہ پر تصویر ہو اسے دیوار وغیرہ پر نصب کرنا اعزاز تصویر میں داخل ہوگا۔ اور اس طرح ہونا نماز کو بھی مکروہ کہے گا۔ اگر ہاتھ میں یا اور کسی جگہ بدن پر تصویر ہو مگر کپڑوں سے چھپی ہو یا انگوٹھی پر چھوٹی تصویر منقوش ہو یا آگے پیچھے یا دہنے بائیں اوپر نیچے کسی جگہ چھوٹی تصویر ہو یعنی اتنی کہ اسکو زمین پر رکھ کر کھڑے ہو کر دیکھیں تو اعضاء کی تفصیل نہ دکھائی دے یا پاؤں کے نیچے یا بیٹھنے کی جگہ ہو تو ان سب صورتوں میں نماز مکروہ نہیں۔ سر بیدہ تصویر یا جس کا چہرہ مشابہ ہو مثلاً کاغذ یا کپڑے یا دیوار پر ہو اور اس پر روشنائی پھیر دی ہو۔ یا اس کے سر اور چہرہ کو کھریج دیا ہو۔ یا دھوڑا لامو۔ کراہت نہیں۔ اگر تصویر کا سر کاٹا ہو مگر سر اپنی جگہ پر لگا ہوا ہے۔ ہنوز جدا نہ ہوا تو بھی کراہت ہے۔ مثلاً کپڑے پر تصویر تھی۔ اس کی گردن پر سلائی کر دی کہ مثل طوق کے بن گئی۔

تصویر کے شانے میں صرف چہرہ کا مٹانا کراہت سے بچنے کے لئے کافی ہے۔ اگر آنکھ یا بھوڑ یا ہاتھ پاؤں جدا کر لئے گئے تو اس سے کراہت رفع نہ ہوگی۔

کھیلی یا جیب میں تصویر چھپی ہوئی ہو تو نماز میں کراہت نہیں۔ تصویر والا کپڑا اپنے ہوتے ہے۔ مگر اس پر کوئی دوسرا کپڑا اور پہن لیا کہ تصویر چھپ گئی تو اب نماز مکروہ نہ ہوگی۔ تصویر جیب چھوٹی نہ ہو اور موضع اہانت میں نہ ہو۔ اور اس پر پردہ نہ ہو تو ہر حالت میں اس کے سبب نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ مگر سب سے بڑھ کر کراہت اس صورت میں ہے جب تصویر نمازی کے آگے قبلہ ہو پھر وہ کہ سر کے اوپر ہو۔ اس کے بعد وہ کہ داہنے بائیں دیوار پر پھر وہ کہ پیچھے دیوار یا پردہ پر۔

نماز میں قہقہہ کا حکم | نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے اور نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔ واضح ہو کہ تبسم میں آواز نہیں ہوتی جس کو مسکرائنا کہتے ہیں اور ضحکہ ہنسنا ہے جس میں آواز ہوتی ہے۔ مگر دوسرا نہیں سنتا۔ ضحک سے وضو،

نہیں ٹوٹتا۔ البتہ نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اور قہقہہ یہ ہے کہ ایسی آواز سے ہنسا جائے کہ خود بھی سنے اور ساتھی کو بھی آواز سنائی دے۔ قہقہہ سے نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔ اور وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ پھر چونکہ قہقہہ کا ناقص وضو کا ہونا خلاف قیاس ہے اور جو بات خلاف قیاس ہو وہ اپنے مورد پر بند ہوتی ہے۔ اسلئے سیدنا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ وہ نماز جس میں رکوع و سجدہ ہوتا ہے، اس میں اگر قہقہہ لگایا گیا تو نماز فاسد ہوگی۔ اور وضو بھی جاتا رہے گا۔ پس اگر نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت یا خارج نماز میں قہقہہ لگایا تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اسی طرح نابالغ نے اپنی نماز میں قہقہہ لگایا تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ مگر نماز فاسد ہو جائے گی۔ صاحب ہدایہ نے اس کو علی ما قبل کے لفظ سے بیان کیا ہے، وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ اس مسئلہ کے متعلق امام عظیم سے کوئی روایت نہیں ملتی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ بالغ کا قہقہہ اتنی آواز سے ہنسی کہ آس پاس والے سنیں۔ اگر جگتے میں رکوع و سجدہ والی نماز میں ہو تو وضو ٹوٹ جائیگا۔ نماز فاسد ہو جائے گی (۱۷) اگر نماز کے اندر سموتے میں یا جنازہ یا سجدہ تلاوت میں قہقہہ ہو تو وضو نہیں جائیگا مگر وہ نماز یا سجدہ فاسد ہوگا۔ (۱۸) اور اگر اتنی آواز سے ہنسا کہ خود اس نے سنا۔ پاس والوں نے نہ سنا تو وضو نہیں جائیگا۔ نماز جاتی رہے گی (۱۹) اگر نماز میں مسکرایا کہ دانت نکلے مگر آواز بالکل نہیں پیدا ہوئی تو اس سے نہ نماز جائے گی نہ وضو۔

تشہیدیں انگلی اٹھانا | اشہدان لا الہ الا اللہ جب لا پر پہنچیں تو داہنے ہاتھ کی بیچ کی انگلی اور انگوٹھ کا سر اٹھا کر حلقہ بنا بیٹھے اور چھنگلیاں اور اور اس کے پاس والی انگلیوں کو ہتھیلی سے ملا دیجئے۔ اور لا کے لفظ پر کلمہ کی انگلی اٹھائیے دگر اس کو حرکت نہ دیجئے، اور لا کے لفظ پر گرا دیجئے اور سب انگلیاں فوراً سیدھی کر لیجئے لا پر کلمہ کی انگلی اٹھانا سنون ہے۔ اور اس میں حکمت یہ ہے لا الہ سے ہر معبود کی نفی ہوتی ہے تو زبان سے ابھی الا اللہ نہیں کہا کہ کلمہ کی انگلی اٹھا کر عمل سے ایک اللہ کے وجود کا اثبات کر دیا۔ کیا خبر کہ لا الہ سے پہنچتے ہی جان نکل جائے اور زبان سے لا الہ کہنے کی نوبت ہی نہ آئے۔

مسیوق التحیات میں کلمہ شہادت کی تکرار کرے | مسیوق وہ شخص ہے جو امام کے ایک یاد دہ

یاقین رکعت پڑھ لینے کے بعد نماز میں شامل ہوا۔ تو مسئلہ یہ ہے کہ جب امام قعدہ اخیر میں ہو دظاہر ہے کہ امام التحیات اور دود و دعا پڑھ کر سلام پھیرے گا، تو مسبوق کو چاہیے کہ التحیات ٹھہر ٹھہر کر اس رفتار سے پڑھے کہ امام جب پوری التحیات دود و دعا پڑھ کر سلام پھیرے تو یہ ابھی عبادت و رسولہ تک پہنچا ہو۔ لیکن اگر ایسا نہ کر سکا۔ یعنی باوجود ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کے التحیات عبادت و رسولہ تک پڑھ لی ہے تو اب آگے نہ پڑھے۔ بلکہ کلمہ شہادت اشہد ان لا اله الا اللہ و اشہد ان لا محمد عبداً و رسولہ کو امام کے سلام پھیرنے تک، بار بار پڑھتا رہے اور جب امام سلام پھیرے تو کھڑا ہو کر اپنی نماز پوری کرے۔ یہ اس لئے کہ فرض نماز کے درمیانی قعدہ میں صرف التحیات عبادت و رسولہ تک ہی پڑھی جاتی ہے اور یہ قعدہ (اگرچہ امام کا آخری قعدہ ہے) مگر مسبوق کا درمیانی قعدہ ہی سمجھا جائے گا۔

اقامت بیٹھ کر سنی جائے اور امام و مقتدی حتی علی الفلاح پر کھڑے ہوں

عام طور پر یہ رواج پڑ گیا ہے کہ وقت اقامت سب لوگ کھڑے رہتے ہیں یہ خلاف سنت اور مکروہ ہے۔ مسنون یہ ہے کہ جب تکبر اقامت کہے تو امام و مقتدی سب بیٹھے رہیں اور جب حتی علی الفلاح پر پہنچے تو اب کھڑے ہو جائیں۔ اس مسئلہ سے لوگ غموٹا بے خبر ہیں یا لا پرواہی کرتے ہیں۔

فائدہ۔ اذان کا جواب دینا واجب ہے لیکن جواب اقامت واجب نہیں۔ مستحب ہے۔

یعنی رکوع۔ سجدہ۔ قومہ۔ جلسہ۔ کے درمیان ایک بار سبحان اللہ کہنے کے مقدار ٹھہرنا واجب ہے۔ اسی کو تعدیل ارکان کہتے ہیں۔ اس کے ترک

تعدیل ارکان

پر نماز مکروہ تحریمیہ ہوتی ہے۔ عام طور پر لوگ اس کا خیال نہیں کرتے اور رکوع سے ذرا اٹھے اور

اسی حالت میں سجدہ میں چلے جاتے ہیں۔ یا سجدہ۔ قومہ اور جلسہ کے درمیان ایک بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار نہیں ٹھہرتے۔ ایسے لوگوں کی نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ دو بارہ پڑھنی ضروری ہے۔

سونے۔ پتیل۔ تانبے۔ لوہے کسی بھی دھات کی انگوٹھی پٹھنی کپڑے سونے پتیل کی انگوٹھی

آزار بند۔ ندی کا مغرق کلاہ زخواہ جھوٹے کام کا ہویا سچے کا

زبان سے بھی نیت کے مطابق الفاظ کہنا مستحب ہے۔ واجب نہیں ہے۔ درمختار روا المختار
مختلف اہم سوالات | (۱) بدنما دانت پر سونے چاندی یا رولڈ گولڈ کا کور لگانا کیسا ہے
 ہے۔ وضو یا غسل میں نقص آتا ہے یا نہیں۔

۲۔ عشا کی نماز میں وتر کے بعد نوافل یا قضا نمازیں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔ یا وتر سے قبل نوافل
 وغیرہ ادا کر کے آخر میں وتر پڑھنا ضروری ہے؟

۳۔ کسی بدنہیب کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اگر نماز فجر و عصر ایسے شخص کے پیچھے ادا کرے تو اسی
 وقت اعادہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

۴۔ نماز میں بلا عذر کھنکارنا کیسا ہے۔ اگر کسی کو بلغم کی شکایت سے کھنکارنے کی عادت ہو تو اس کا
 عادتاً نماز کی حالت میں کھنکارنا کیسا ہے۔

۵۔ گھر میں خاوند نماز پڑھ رہا ہے۔ اس کی بیوی اسی مصلتے کے قریب نماز پڑھے تو کیسا ہے یہ عورت
 اپنی نماز میں قرأت نہ کر کے خاوند کی قرأت کو سن لے تو نماز ہوگی یا نہ؟

۶۔ دعاء آہستہ کرنا افضل ہے لیکن جماعت کے ساتھ امام کا زور سے دعاء کرنا اور مقتدیوں
 کا زور سے آمین کہنا درست ہے یا ان کو آہستہ دعاء و آمین کہنا افضل ہے۔

جواب (۱) محض بدنمائی دور کرنے کے لئے کسی طرح کا خول دانت پر چڑھانا ناجائز ہے غسل
 میں فرض ترک ہونے کا اندیشہ ہے اور وضو میں سنت لہذا نہیں چاہئے۔ ہاں اگر دانت درست
 نہ ہو یا درد کرتا ہو۔ اس کے مضبوط کرنے کے لئے جائز ہے۔ اور غسل وغیرہ میں اس کا علیحدہ کرنا
 ناممکن ہو تو نکالنا بھی ضروری نہیں۔

۲۔ نوافل اور تمام قسم کی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ صرف طلوع و غروب استواء ان وقتوں میں مطلقاً نماز
 اور سجدہ ممنوع ہے۔ اور صبح صادق سے طلوع شمس تک کوئی نفل جائز نہیں۔ قضا شدہ نماز
 پڑھ سکتے ہیں نیز عصر کے بعد سے غروب شمس تک کوئی نفل جائز نہیں۔ قضا میں پڑھ سکتے ہیں۔

۳۔ بدنہیب کی بدنہیبی اگر حد کفر تک پہنچتی ہے تو نہ اس کی نماز نماز اور نہ اس کے پیچھے جو نماز پڑھی
 وہ نماز ہوئی۔ اس کو دوبارہ پڑھنا فرض ہے۔ اور اگر بدنہیبی حد کفر تک نہیں بلکہ اگر اسی
 تک ہے تو وہ مکروہ تخریب ہوئی۔ اس کا اعادہ اسی وقت کر لینا چاہئے۔

۴۔ بلا ضرورت کھنکا زنا ایسا کہ دو حرف پیدا ہو جائیں۔ جیسے ارج تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر غرض صحیح یا کسی عذر معقول کی وجہ سے کھنکا رہتا ہے تو حرج نہیں اور محض عادتاً کھنکانے میں نماز کے فاسد ہونے کا اندیشہ ہے (در مختار رد المحتار)۔

۵۔ اگر شوہر امام ہے تو عورت تنہا اس کے پیچھے کھڑی ہو کر نماز پڑھ سکتی ہے اور محاذات عورت سے مرد کی نماز فاسد ہونے کے شرائط یہ ہیں۔ عورت اگر مرد کے محاذی ہو تو مرد کی نماز جاتی ہے گی۔ اس کے لئے چند شرطیں ہیں۔

(۱) عورت مشتہاتہ ہو یعنی اس قابل ہو کہ اس سے جماع ہو سکے اگرچہ ناہالغہ ہو اور مشتہاتہ میں سن کا اعتبار نہیں۔ نو برس کی ہو یا اس سے کچھ کم کی جب اس کا جثہ اس قابل ہو اور اگر اس قابل نہیں تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ اگرچہ نماز پڑھنا جانتی ہو۔ بڑھیا بھی اس مسئلہ میں مشتہاتہ ہے۔ وہ عورت اگر اسکی زوجہ ہو یا خادما میں ہو جب بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۲) کوئی چیز انگلی برابر موٹی اور ایک ہاتھ اونچی حالت نہ ہو۔ نہ دونوں کے درمیان اتنی جگہ خالی ہو کہ ایک مرد کھڑا ہو سکے نہ عورت اتنی بلندی پر ہو کہ مرد کا کوئی عضو اس کے عضو سے محاذی ہو (۳) رکوع سجود والی نماز میں یہ محاذات واقع ہوں۔ اگر نماز جنازہ میں محاذات ہوئی تو نماز فاسد نہ ہوگی (۴) وہ نماز دونوں میں تحریر مشترک ہو۔ عورت نے اسکی اقتداء کی ہو۔ یا دونوں نے کسی امام کی اگرچہ شروع سے شرکت نہ ہو تو اگر دونوں اپنی اپنی پڑھتے ہوں۔ تو فاسد نہ ہوگی مگر وہ ہوگی وہ (۵) ادا میں مشترک ہو کہ اس میں مرد اس کا امام ہو یا ان دونوں کا کوئی دوسرا امام ہو جس کے پیچھے ادا کر رہے ہیں حقیقتاً یا حکماً مثلاً دونوں لاحق ہوں کہ بعد فراغ امام اگرچہ امام کے پیچھے نہیں۔ مگر حکماً امام کے پیچھے ہی ہیں اور سبق امام کے پیچھے نہ حقیقتاً ہے نہ حکماً بلکہ وہ منفرد ہے (۶) دونوں ایک ہی جہت کا متوجہ ہوں۔ اگر جہت بدل جائے۔ جیسے تار یک شب میں کہ پتہ نہ چلتا ہو کہ ایک طرف امام کا منہ ہے اور دوسری طرف مقتدی کا۔ یا کعبہ معظمہ میں پڑھے۔ جہت بدلی ہو تو نماز ہو جائے گی (۷) عورت عاقلہ ہو۔ مجنونانہ کی محاذات میں نماز فاسد نہ ہوگی (۸) امام نے امامت زناں کی نیت کر لی ہو اگرچہ شروع کرتے وقت عورتیں شریک نہ ہوں اور اگر امامت زناں کی نیت نہ ہو تو عورت کی ہی

فاسد ہوگی۔ مروی نہیں ہے، اتنی دیر تک محاذات ہے کہ کامل رکن ہو جائے یعنی بقدر تین ریح کے
 وہ دونوں نماز پڑھنا جانتے ہوں مرد عاقل بالغ جو در مختار و المختار عالمگیری وغیرہ)۔
 ۶۔ دعا ہستہ کہنی چاہیے۔ آمین بھی دعا ہے۔ لہذا آہستہ کہنی چاہیے ادعو ربکم

تضرعا و خفیہ

امام کیسا ہو | سوال۔ امامت کس کس شخص کی جائز ہے اور کس کس کی ناجائز اور مکروہ اور
 سب سے بہتر امامت کس کی ہے۔

جواب۔ جو قرأت غلط پڑھتا ہو جس سے معنی فاسد ہوں یا وضو صحیح نہ کرتا ہو یا ضروریات
 دین میں سے کسی ضروری امر کا منکر ہو۔ ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے ماورجس کی گمراہی حد کفر تک
 نہ پہنچی ہو۔ ان کے پیچھے نماز بکلامت شدید تحریم مکروہ ہے۔ کہ انہیں امام بنانا اور ان کے پیچھے
 نماز پڑھنی گناہ اور جتنی پڑھی ہوں سب کا پھر پڑھنا واجب اور انہیں کے قریب ہے۔ فاسق
 معین مثلاً ڈاڑھی منڈا یا خشنامی رکھنے والا یا کتر واکر حد شرع سے کم کر نیوالا یا کندھوں سے نیچے
 عورتوں جیسے ہال رکھنے والا۔ خصوصاً وہ جو چوٹی گنڈھوٹے اور اس میں موباف ڈالے یا ریشمی کپڑا
 پہنے یا مفرق ٹوپی کلاہ یا ساٹھے چار ماشے سے زائد کی انگوٹھی یا کٹی نمک کی انگوٹھی یا ایک
 نمک کی دو انگوٹھی اگرچہ مل کر ساٹھے چار ماشے سے کم وزن کی ہوں یا سود خوار۔ ناچ دیکھنے والا
 یا سینہ دیکھنے والا ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور جو فاسق معین نہیں یا قرآن عظیم میں ایسی
 غلطی کرتا ہے جو مفسد صلوٰۃ نہیں یا نابینا یا جاہل یا غلام یا ولد الزنا۔ یا خوبصورت امر دیا جزای مرض
 برص والا غسل میت کا پیشہ کرے جس سے لوگ کلامت و نفرت کرتے ہوں۔ اس قسم کے لوگوں کے پیچھے
 نماز مکروہ تنزیہی ہے۔ کہ پڑھنی خلاف اولیٰ ہے اور پڑھ لیں تو حرج نہیں۔ اور یہی قسم اخیر کے لوگ مفسرین
 میں سے زیادہ مسائل نماز و ہدایات کا رکھتے ہوں تو انہیں کی امامت اولیٰ ہے۔ بخلاف انکے پہلی
 دو قسم والوں کے کہ اگرچہ عالم متبحر ہی ہوں حکم کلامت رکھتا ہے۔ مگر جہاں جمعہ و عیدین ایک ہی
 جگہ ہوتے ہوں اور ان کا امام بدعتی فاسق معین ہے اور دوسرا امام نزل سکتا ہو۔ وہاں ان کے
 پیچھے جمعہ و عیدین پڑھنے چاہئیں۔ بخلاف قسماول جو ضروریات دین کا منکر ہو نہ ان کی نماز
 نماز ہے۔ نماز کے پیچھے نماز جائز بالفرض وہی جمعہ یا عیدین کا امام ہو اور کوئی مسلمان امام نزل سکتا

ہو۔ تو جمعہ و عیدین کا ترک فرض ہے۔ جمعہ کے بدلے ظہر پڑھے اور عیدین کا کچھ عوض نہیں۔

اَلْهَامُ اُتَ رَکْھَا جَائے جو حنفی المذہب صحیح العقیدہ متبع سلف و صالحین صحیح الطہارت صحیح
القرآۃ ہو۔ مسائل نماز و طہارت کا عالم بغیر فاسق ہو۔ اس میں کوئی ایسا جسمانی یا روحانی عیب نہ ہو جس
سے لوگوں کو نفرت ہو۔

چلتی گاڑی میں نماز کا حکم | لاری اور ریل گاڑی اور ریل میں نماز کس طرح پڑھی جائے جب
ریل وغیرہ میں نماز کا وقت آجائے تو کیا کیا جائے۔

جواب۔ گاڑی کا جو جانور پر رکھا ہو گاڑی کھڑی ہو یا چلتی۔ اس کا حکم وہی ہے جو جانور پر نماز
پڑھنے کا ہے۔ یعنی فرض واجب سنت بلا عذر جائز نہیں۔ اور جو جانور پر نہ ہو اور ریل کی ہوئی
ہو تو نماز جائز ہے در مختار رد المحتار، یہ حکم اس گاڑی کا ہے جس کے دو پیسے ہوں۔ چار پیسوں والی
جب ریل کی ہو تو صرف جو جانور پر ہو گا۔ اور گاڑی زمین پر مستقر ہوگی۔ لہذا جب گاڑی کھڑی ہوئی ہو
اس پر نماز جائز ہوگی۔ جیسے تخت پر۔ گاڑی اور سواری پر نماز پڑھنے کے لئے عندیہ میں۔ مینہ برس یا
ہو۔ اس قدر کچھ ہو کہ اگر نماز اتر کر پڑھے تو منہ دھنس جائیگا یا کچھ میں سن جائے گا۔ یا کپڑا بچھائے گا
تو وہ بالکل لتھڑ جائیگا۔ اور اس صورت میں سواری ہو تو کھڑے کھڑے اٹارے سے پڑھے۔ ساتھی چلے جائیں
گے یا سواری کا جانور شیر ہے کہ سوار ہونے میں دشواری ہوگی اور مددگار کی ضرورت ہوگی اور مددگار
موجود نہیں یا پوڑھا ہے کہ بغیر مددگار کے اتر کر چڑھ نہ سکے گا اور مددگار موجود نہیں اور یہی حکم
عورت کا ہے یا مرض میں زیادتی ہوگی۔ جان یا مال یا عورت کو مصلحت ہونے کا اندیشہ ہو (در مختار رد المحتار)
چلتی ریل گاڑی پر بھی فرض و واجب سنت و فجر نہیں ہو سکتے۔ اس کو جہاز یا کشتی کے حکم
میں تصور کرنا غلطی ہے کہ کشتی اگر ٹھہرائی بھی جائے جب بھی زمین پر نہ ٹھہرے گی اور ریل گاڑی
اور لاری ایسی نہیں یہ اختیاری ہے اور وہ غیر اختیاری اور کشتی پر بھی اسی وقت نماز جائز ہے
جب وہ بیچ دریا کے ہو۔ کنارہ پر ہو اور خشکی پر آسکتی ہو۔ تو اس پر بھی جائز نہیں۔ لہذا جب اسٹیشن
ریل گاڑی ٹھہرے اس وقت یہ نمازیں پڑھے اور اگر دیکھے کہ وقت جاتا ہے تو جس طرح بھی ممکن ہو
پڑھ لے پھر جب موقع ملے اعادہ کرے کہ جہاں من جہت العباد کوئی شرط یا کن مفقود ہو۔ اس کا یہی حکم ہے۔
وضو کے بعد نفل | وضو کے بعد نفل اعضا کو سوکھا کر پڑھیں یا تر ہی رہنے دیں۔

جواب۔ تیختہ الوضوء کو وضو کے بعد اعضا خشک ہونے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے۔ صحیح مسلم میں ہے۔ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص وضو کرے اور اچھا وضو کرے اور ظاہر و باطن کے ساتھ متوجہ ہو کر دو رکعت پڑھے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے" غسل کے بعد بھی دو رکعت نماز مستحب ہے۔ وضو کے بعد فرض وغیرہ پڑھے تو قائم مقام تیختہ الوضوء کے ہو جائیں گے (رد المحتار)

نماز کے بعض اہم مسائل

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اذابد الخلب الشمس فاخروا (۱) الصلاة حتى تبرأوا اذا غاب حاجب الشمس فاخروا الصلاة حتى تغيب (۲) (مسلم شریف) پھر حضور نے فرمایا

جب آفتاب کا کنارہ ظاہر ہو جائے تو نماز کو موقوف کر دو۔ یہاں تک کہ آفتاب پورا نکل آئے اور جب آفتاب کا کنارہ غروب ہو جائے تو بھی نماز نہ پڑھو یہاں تک کہ پورا آفتاب غروب ہو جائے۔

جب نصف النہار کا وقت ہو تو نماز نہ پڑھو یہاں تک کہ سورج زائل ہو جائے۔

واضح ہو کہ احناف کے نزدیک نماز فجر و عصر کے بعد نوافل ممنوع ہیں لیکن عصر و فجر کے بعد قضا نماز اور نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں یعنی طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک کہ اس کے درمیان سوا دو رکعت سنت فجر کے کوئی نفل نماز جائز نہیں ہے۔ حتیٰ کہ فجر کی سنتیں رہ جائیں تو ان کو بھی نماز فجر کے بعد نہ پڑھے۔ بلکہ جب سورج پورا نکل آئے تو ادا کرے۔ اسی طرح نماز عصر سے آفتاب زرد ہونے تک نفل منع ہیں

طلوع و غروب کے وقت کوئی نماز جائز نہیں ہے نہ فرض نہ واجب نہ نفل نہ ادا نہ قضا حتیٰ کہ

طلوع کے وقت مطلقاً نماز جائز ہے

سجدہ سہواً و سجدہ تلاوت بھی جائز نہیں ہے۔ طلوع سے مراد آفتاب کا کنارہ ظاہر ہونے سے اس

وقت تک ہے کہ اس پر نگاہ خیرہ ہونے لگے جس کی مقدار کنارہ چمکنے سے ۲۰ منٹ تک ہے اور اس وقت سے کہ آفتاب پر نگاہ ٹھہرنے لگے۔ ڈوبنے تک غروب ہے۔ یہ وقت بھی ۲۰ منٹ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طرح کے بیچنے دو طرح کے لباس اور دو وقتوں میں ناز پڑھنے سے منع فرمایا۔

عَنْ عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ
الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصِيِّ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَغَدَاً

فجر کی ناز کے بعد جب تک سورج ڈلے اور عصر کے بعد جب تک سورج ڈوب نہ جائے۔

فجر و عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھنا ممنوع ہیں | نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک اسی طرح نماز عصر کے بعد سے غروب آفتاب

تک نفل پڑھنا ممنوع ہیں۔ البتہ قضا نماز اگر کوئی ہو تو پڑھ سکتے ہیں۔ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہؒ حسن بصریؒ سعید بن المسیبؒ علاء بن زیادؒ حمید بن عبد الرحمنؒ امام نخعی اور ایک جماعت صحابہ کرام کا یہی مذہب ہے۔ (۷) علامہ بطلان نے فرمایا۔ فجر و عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھنے کی ممانعت پر احادیث متواتر ہیں۔

حضرت فاروق اعظم و حضرت خالد بن ولید ان لوگوں کو دیکھتے لگاتے تھے جو فجر یا عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھتے اور صحابہ کرام میں سے کسی نے حضرت عمر یا حضرت خالد کے اس فعل پر اعتراض نہیں کیا۔ (۳) وہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے عصر کی نماز کے بعد دو رکعت نفل ادا فرمانے۔ تو یہ حضور کے خصوصیات سے تھا۔ (یعنی ج ۲ صفحہ ۱۵۹)۔

اگر شمار رکعت میں شک ہو تو کیا کرے | واضح ہو کہ شک کے باب میں تین حدیثیں وارد ہیں۔ اول یہ کہ جب شک ہو تو ازیر نو نماز پڑھے۔

دوم۔ یہ کہ جب شک ہو تو تحری کرے۔ سوم۔ یہ کہ جب شک ہو تو یقین پر بنا کرے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ جب تمہیں شک ہو کہ کتنی رکعت پڑھی ہیں۔ میں یا چار یا قلیطرم الشک ولیبمن علی استیقن (مسلم) تو شک کو دور اور اس چیز پر عمل کرے جو یقینی ہے۔ سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ان تینوں حدیثوں میں جمع کی صورت یہ پیدا فرمائی۔ جس کو شمار رکعت میں شک ہو۔ مثلاً تین ہوئیں یا چار اور بلوغ کے بعد یہ پہلا واقعہ ہے تو

تو سلام پھیر کر یا کوئی عمل منافی نماز کے توڑ دے اور اس نماز کو از سر نو پڑھے۔ حدیث اول کا یہی مطلب ہے۔

۲۔ اور اگر یہ شک پہلی بار نہیں بلکہ پیشتر بھی ہو چکا ہے۔ تو اگر گمان غالب کسی طرف ہو تو اس پر عمل کرے۔

ترکِ اہت کے سجدہ سہولازم ہے | واجبات نماز میں سے کوئی واجب بھولے سے

سجدہ جلے تو اس کی تلافی کے لئے سجدہ سہولازم واجب ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ التعمیرات کے بعد دو مئی طرف سلام پھیر کر دو سجدے کرے۔ پھر تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے۔

اگر کسی نے چار رکعت پڑھ کر قعدہ آخرہ کر لیا۔ پھر پانچویں کے لئے کھڑا ہوا اور پانچویں رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا۔ پھر یاد آیا کہ پانچ پڑھی ہیں۔ اور سجدہ سہولازم پڑھی رکعت اور نہیں پڑھی، فرض ادا ہو گئے۔ مگر پانچویں رکعت بوجہ ایک ہونے کے لغو ہو گئی۔ اس صورت میں یہ چاہیے کہ جب بقدر تشہد قعدہ آخرہ کر چکا ہے اور پانچویں کیلئے کھڑا ہو گیا ہے اور پانچویں کا سجدہ کر لیا ہے تو ایک رکعت اور پڑھ لے اور سجدہ سہولازم کر لے تاکہ چار فرض اور دو نفل ہو جائیں۔ اور پانچویں بوجہ ایک ہونے کے لغو نہ ہو۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا: اذا شك احدكم کہ جب تم میں سے کسی کو رکعتوں کے شمار میں شک ہو۔ تو تحری کے مثلاً یہ شک ہو کہ تین پڑھی ہیں یا چار۔ تو تین پڑھتے ہو چوتھی میں شک ہے۔ تو تین کو اختیار کرے اور چوتھی اور پڑھ لے۔ یا مثلاً دو پڑھی ہیں یا تین۔ تو دو پڑھ لے۔ تین ہے۔ لہذا دو اور پڑھ لے۔ اور سجدہ سہولازم کرے۔

اور اگر گمان غالب نہ ہو تو کم کی جانب کو اختیار کرے۔ مثلاً تین اور چار میں شک ہو تو تین قرار دے اور اگر دو اور تین میں شک ہو تو دو و علیٰ ہذا القیاس اور تیسری چوتھی دونوں میں قعدہ کے تیسری رکعت کا ہوتی ہونا محتمل ہے اور چوتھی میں قعدہ کر کے سجدہ سہولازم پھیرے حدیث سوم کا یہ مطلب ہے۔

خاندان ۵۔ گمان غالب کی صورت میں سجدہ سہولازم نہیں۔ مگر جبکہ سوچنے (تحری) میں بقدر ایک کن وقتہ کیا ہو تو سجدہ سہولازم واجب ہو گیا۔ نیز سجدہ سہولازم صلوٰۃ میں کیا جائے اور اس میں حکمت

یہ ہے کہ اگر دوران نماز میں کوئی اور غلطی ہو جائے تو اس کی تلافی بھی ایک ہی سجدہ سے ہو جائے۔

ابن بطال نے فرمایا کہ اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہے اور اس

کن صورتوں میں نماز توڑ سکتا ہے

کا جانور بھاگ جائے تو اس کو نماز توڑ دینا جائز ہے۔ دوبارہ پڑھ لے (۲) اسی طرح اگر کوئی مصیبت

فریاد کر رہا ہو یا کسی شخص کو پکارتا ہو یا کوئی ڈوب رہا ہو یا آگ سے جل جائیگا یا اندھا راہگیر یا بچہ

کنوئیس میں گر اچا ہوتا ہے۔ ان سب صورتوں میں نماز کو توڑ دینا واجب ہے۔ جبکہ ان کو بچانے پر

قادر ہو۔ اسی طرح کوئی اچانک آفت آجائے۔ مثلاً شیر بھیر یا۔ اثر دہل یا ندی چڑھائے۔ سیلاب

آجائے۔ تو نماز کو توڑ دینا جائز ہے اور جن کا بچنا فرض ہے۔ اور ان تمام صورتوں میں نماز دوبارہ

پڑھی جائے گی۔ اگر بحالت نماز کسی کو اس کا جو پایہ ایک یا دو قدم کھینچ لے یا دھکیل دے اور

نمازی بھی اس کو روکنے کے لئے ایک یا دو قدم آگے پیچھے ہو جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ لیکن اگر ایک

دم بقدر تین قدم کے کھینچ لے یا دھکیل دے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ عمل کثیر ہے۔

وہ حدیث جس میں نماز کسوف پڑھنے کا ذکر ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضور نے فرمایا بحالہ

نماز میں نے جنت کو دیکھا۔ اور چاہا کہ جنت کے باغ سے ایک خوشہ توڑوں اسی لئے آگے بڑھا تھا

اور جہنم کو دیکھا تھا۔ اسی لئے پیچھے ہٹا تھا۔ جس سے واضح ہوا کہ بضرورت بحالت نماز کسی چیز

کو اٹھانے یا توڑنے یا ایک دو قدم آگے پیچھے ہونے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

فائدہ کا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا میں نے بحالت نماز دوزخ کو دیکھا۔

رَأَيْتُ فِيهَا عَمْرَوْنَ لِحِيٍّ وَهُوَ الَّذِي

ادریس نے جہنم میں عمرو بن لُحی کو دیکھا جس نے رسماً

پہلے بتوں کے نام پر ساند پھوڑنے کی رسماً نکالی تھی

سَيِّبَ السَّوَابِ - (بخاری)

عمرو بن لُحی زمانہ جاہلیت کا ایک مشرک تھا جس نے بتوں کے نام پر زندہ جانور پھوڑنے

رسماً نکالی تھی مشرکین بتوں کے نام پر پھوڑے گئے۔ جانور کو معظّم سمجھتے تھے۔ اس کے آنے جانے کھانے

پینے پر کوئی پابندی نہ تھی۔ جہاں چاہے آئے جائے کھائے۔ اس پر بوجھ بھی نہیں لادا جاتا تھا۔ یہ وہی

ہے جو ہندوؤں میں آج تک موجود ہے۔

فائدہ کا۔ بحالت نماز کھسی یا مچھر کو پکڑ کر مسل دینا جائز ہے بضرورت ایک یا دو ضرب سے

مذہب یا بچھو کو مار دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے
استقبال قبلہ سے عاجز ہوئی صورتیں
 والبتہ اگر عذر شرعی ہے تو پھر استقبال قبلہ

ناف ہے اور اس کی حسب ذیل صورتیں ہیں (۱) جو شخص استقبال قبلہ سے عاجز ہو مثلاً عرض
 کہ اتنی طاقت نہیں کہ قبلہ کی طرف رخ کرے اور نہ وہاں کوئی ایسا ہے جو اس کو قبلہ کی طرف
 روبرو کرے یا اس کے پاس اپنا یا امانت کا مال ہے جس کے چوری ہو جانے کا صحیح اندیشہ ہے
 کشتی کے تختہ پر بہتا چلا جا رہا ہے اور صحیح اندیشہ ہے کہ اگر قبلہ کی طرف منہ کرے گا تو ڈوب جائیگا
 شہر پر جانور پر سوار ہے کہ اترنے نہیں دیتا یا اتر تو جائیگا مگر بے مددگار سوار نہ ہونے سے گایا یہ
 لڑھا ہے کہ پھر خود سوار نہ ہو سکے گا اور ایسا کوئی نہیں جو سوار کر دے مان سب صورتوں میں جس رخ
 پر پڑھ سکے پڑھ لے اور اعادہ بھی نہیں۔ ہاں اگر سواری کے روکنے پر قادر ہو تو روک کر پڑھے
 اور ممکن ہو تو قبلہ کی طرف منہ کرے۔ ورنہ جیسے بھی ہو سکے پڑھے۔ چلتی کشتی میں نماز
 پڑھتے وقت بوقت تکبیر تحریر قبلہ کو منہ کرے اور جیسے جیسے وہ گھومتی جائے یہ بھی قبلہ کی طرف منہ
 پھیرتا جائے۔ اگرچہ نفل نماز ہو غنیمہ۔

اگر کوئی شخص قید میں ہے اور حکام جیل قبلہ کی طرف منہ نہیں کرنے دیتے تو جیسے بھی ہو سکے
 نماز پڑھ لے مگر اس صورت میں جب موقع مل جائے وقت میں یا بعد میں اس نماز کو دوبارہ پڑھے

سواری پر نفل پڑھ سکتا ہے
 احادیث سے واضح ہے کہ محل سواری اور گاڑی پر
 نفل مطلقاً جائز ہے جبکہ تنہا پڑھے۔ اور نفل جماعت

پڑھنا چاہے تو اس کے لئے شرط یہ ہے کہ امام و مقتدی الگ الگ سواریوں پر نہ ہوں۔
 بیرون شہر سواری پر بھی نفل پڑھ سکتا ہے۔ اس صورت میں قبلہ کی طرف منہ کرنا شرط نہیں
 کہ سواری جس رخ کو جا رہی ہو ادھر ہی منہ ہو اور اگر ادھر منہ نہ ہو تو نماز جائز نہ ہوگی اور نماز شروع
 ہونے وقت بھی قبلہ کی طرف منہ ہونا شرط نہیں۔ بلکہ سواری جدھر جا رہی ہو اسی طرف منہ ہو اور رکوع
 رکوع اٹھائے سے کرے۔ اور سجدہ کا اشارہ بہ نسبت رکوع کے پست ہونا چاہیے۔ واضح ہو یہ
 ہم صرف نفل نماز کے لئے ہے۔

غازیہ کیلئے ستر عورت شرط ہے اور اسکے ضروری مسائل

واضح ہو کہ صحت نازکی پر شرطیں ہیں۔ طہارت ستر عورت

استقبال قبلہ۔ وقت نیت۔ تحریک حنفیہ شافعیہ اور اکثر فقہاء و محدثین کے نزدیک ستر عورت شرط نماز سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

خُنْ وَ اَزِيْنَتِكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ رِّجَالًا

ہر نماز کے وقت کپڑے پہنو۔

زمانہ جاہلیت میں عورتیں سنگی ہو کر طواف کرتی تھیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی تقریباً اس پر سب کا اتفاق ہے کہ زینت سے مراد کپڑے ہیں جن سے شرمگاہ وغیرہ ڈھکی رہے۔ اتنا بائیک کپڑا جس سے بدن چمکتا ہو۔ ستر عورت کیلئے کافی نہیں۔ ایسے کپڑے کو پہن کر نماز پڑھی تو نہ ہوتی۔ یونہی اگر چاد یا دوپٹے سے عورت کے بالوں کی سیاہی چمکے تو نماز نہ ہوگی۔ بعض لوگ بائیک ساٹھیل اور تہبند باندھ کر نماز پڑھتے ہیں کہ ان چمکتے ہیں۔ ان کی نمازیں نہیں تو میں اور ایسا ہاریک کپڑا پہننا جس سے ستر نہ ہو سکے۔ علاوہ نماز کے بھی حرام ہے۔

۱۔ نماز میں ستر کے لئے پاک کپڑے کا ہونا ضروری ہے۔ یعنی اتنا نجس نہ ہو جس سے نماز نہ ہو سکے اور کپڑا اتنا دبیر ہونا چاہئے جس سے بدن نظر نہ آئے۔

۲۔ مرد کے لئے ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک ستر ہے۔ یعنی اس کا چھپانا فرض ہے۔ ناف اس میں داخل نہیں گھٹنے داخل ہیں۔ اور آزاد عورت کیلئے سارا بدن عورت ہے سوائے منہ کی ٹکلی اور ہتھیلیوں اور پاؤں کے تلوؤں کے۔ سر کے ٹکٹے ہوئے بال اور گردن اور کلائیوں بھی عورت ہیں۔ ان کا چھپانا بھی فرض ہے۔

۳۔ جن اعضاء کا ستر فرض ہے ان میں سے کوئی عضو چوتھائی سے کم کھل گیا۔ نماز ہوگئی۔ اور اگر چوتھائی عضو کھل گیا اور فوراً چھپا لیا جب بھی ہوگئی اور اگر بقدر ایک رکن یعنی تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے کھلا رہا یا بالقصد کھولا۔ اگرچہ فوراً چھپا لیا۔ نماز جاتی رہی۔ دوبارہ پڑھے۔

عورتوں کیلئے نماز میں سارے بدن کو چھپانا فرض ہے اور اسکے ضروری مسائل

سوائے منہ کی ٹکلی اور ہتھیلیوں اور پاؤں کے۔ سر کے ٹکٹے ہوئے بال اور گردن اور کلائیوں بھی

عورتیں۔ ان کا پھپھانا بھی فرض ہے اور کپڑا ایسا ہونا چاہیے جس سے بدن کی رنگت نظر نہ آئے
 اتنا باریک کپڑا جس سے بدن چمکے یا ایسا باریک دوپٹہ جس سے بالوں کی سیاہی چمکے عورت نے
 اور نہ کرنا پڑھی نہ ہوگی۔ ہاں اگر اس باریک کپڑے پر کوئی ایسا کپڑا پہن لے جس سے بال وغیرہ کا رنگ
 چھپ جائے تو نماز ہو جائے گی۔ ورنہ نہیں۔ بعض آثار اور اقوال فقہاء میں تصریح ہے کہ عورتیں
 مین کپڑوں یا دو کپڑوں (قمیص، پاجامہ اور ٹھنی) میں نماز پڑھیں مگر یہ حکم استحباً ہی ہے اور ایک
 کپڑے میں نماز پڑھنا جگہ اس سے پورا ستر ہو جائے۔ کافی ہے۔

سیدنا امام مالک و امام شافعی و احمد و اسحاق
 رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا۔ نماز فجر غسل (اندھیرے

نماز فجر اجالے میں پڑھنا مستحب ہے

میں پڑھنا افضل ہے۔ لیکن یہ استدلال متعدد وجوہ سے درست نہیں۔

اول۔ کوئی مرفوع قوی حدیث ایسی نہیں ہے جس میں حضور علیہ السلام نے فجر اندھیرے غسل میں
 پڑھنے کا حکم دیا ہو۔ اس کے برعکس کثیر مرفوع متصل صحیح حدیثوں میں حضور علیہ السلام نے فجر کی نماز
 (اسفار) اجالے میں پڑھنے کا حکم دیا اور اسی کو باعث اجر کثیر قرار دیا۔

اس سلسلہ میں چند حدیثیں یہ ہیں۔

- ۱۔ لاتزال امتی علی الفطرق ما اسفرا
 بالفجر (طبرانی عن ابو ہریرۃ)
- ۲۔ اصبحوا بصلاة الصبح فانه
 اعظم لاجر نسائی ابن ماجہ)

اس مضمون کی حدیث کو ابو داؤد نے رافع بن خدیج سے روایت کیا۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث
 حسن صحیح ہے۔ نیز ابن جان، طبرانی، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔

- ۳۔ اسفرو بصلاة الصبح فانه اعظم
 لاجر ربنا

- ۴۔ یا بلال نور بصلاة الصبح حتی یبصر
 القوم مواقع نبیہم ربنا علیہ السلام

حضور علیہ السلام نے فرمایا بلال! انا نذر انے اجلے
 میں ادا کرو کہ لوگ تیر گرنے کی جگہ کو دکھ لیں۔

ان مضامین کی احادیث کو حسب ذیل صحابہ کرام نے روایت کیا ہے۔

حضرت بلال (بزار)، حضرت انس (بزار)، قتادہ بن نعمان (بزار)، ابن مسعود (طبرانی)، ابو ہریرہ (ابن جان)، ابو ہریرہ و ابن عباس (طبرانی)، ابو برداء، ابو اسحق، حواء انصاریہ و کانت من المبعیبات (یعنی ج ۲ ص ۲۵۲ تا ۲۵۶)۔

یہ تمام قولی حدیثیں ہیں جن میں حضور علیہ السلام نے نماز فجر اجالے میں پڑھنے کا حکم دیا اور جب قولی و فعلی حدیث میں تعارض ہو تو قولی کو ترجیح دی جاتی ہے۔

۱۔ عامہ صحابہ کرام نماز فجر اجالے میں پڑھتے تھے۔

۲۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ ہم کو حضرت ابو بکر نے نماز پڑھانی۔ اور اس میں سورۃ آل عمران پڑھی۔

فقالوا کلات الشمس تطلم۔ تو لوگوں نے کہا سورج نکلنے کے قریب ہے (بیہقی)۔

۳۔ حضرت عبدالرحمن بن یزید کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود کے ساتھ نماز پڑھتے فکان

یسفر بصلوۃ الصبح تو آپ نماز فجر اجالے میں ادا کرتے تھے (طحاوی شریف)۔

۴۔ ابو عثمان نہدی سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت عمر فاروق کے پیچھے نماز پڑھی تو جب آپ نے

سلام پھیرا تو عقل والے لوگوں نے خیال کیا کہ ان الشمس طلعت سورج نکلا ہی چاہتا ہے (بیہقی)۔

۵۔ علی ابن ربیعہ کہتے ہیں میں نے علی المرتضیٰ کو کہتے ہوئے سنا۔

یا قنبر اسفر اسفر۔ (طحاوی) لے قنبر اجالا کرو۔ اجالا کرو (یعنی نماز فجر اجالے

میں پڑھی جائے۔

ان آثار سے واضح ہوتا ہے کہ عامہ صحابہ کرام نماز فجر اجالے میں ادا کرتے تھے ظاہر ہے کہ

صحابہ کرام حضور علیہ السلام کے عمل کے خلاف متفق نہیں ہو سکتے صحابہ کا یہ عمل اس امر کی وضاحت کرتا

ہے کہ افضل یہی ہے کہ نماز فجر اجالے میں پڑھی جائے اور غلغلہ اندھیرے میں پڑھنا گونا گونا ہے مگر افضل

نہیں بلکہ امام طحاوی علیہ الرحمۃ نے ان آثار پر بحث کرتے ہوئے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جن احادیث میں نماز

فجر اندھیرے میں ادا کرنے کا ذکر ہے۔ وہ قولی حدیثوں سے منسوخ ہیں یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام نماز

فجر کو اجالے میں پڑھنے پر اتفاق ہے۔

امام طحاوی نے ابراہیم نخعی سے باسناد صحیح روایت کیا۔

قال ما اجتمع اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم على شئ كاجتماعهم على التنوير في الفجر
کہ حضور کے صحابہ کسی مسئلہ پر ایسے متفق نہ ہوئے
جیسے نماز فجر کو اجلے میں پڑھنے پر متفق ہوئے ہیں۔

غرض کہ صحابہ کرام کا اتفاق بھی اس امر پر ہوا ہے کہ نماز فجر کو اجلے میں پڑھنا افضل ہے۔

واضح ہو کہ فجر کی نماز اندھیرے یا اجلے میں پڑھنے کے متعلق جو اختلاف ہے وہ جواز و عدم جواز
کا نہیں۔ یعنی اگر کسی نے نماز فجر دغلس یا اندھیرے میں ادا کی تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ نماز نہ ہوئی کیونکہ
غلس میں پڑھنا بھی وقت ہی میں پڑھنا ہے۔ اختلاف محض اس بات میں ہے کہ نماز فجر کا جو وقت ہے اسکے
بالکل اولین وقت غلس میں نماز ادا کرنا افضل ہے یا اسفار میں

تو احادیث و آثار کے غائر مطالعہ کے بعد نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ فجر کے وقت کے اولین لمحہ میں نماز پڑھنا جو
جائز ہے۔ مگر افضل یہ ہے کہ اسفار میں پڑھے۔ جیسا کہ احادیث و قولیہ سے ثابت ہے۔

اور اسفار کا مطلب یہ ہے کہ اُجالا ہو۔ زمین روشن ہو جائے تو نماز شروع کرے مگر ایسا وقت
ہونا مستحب ہے کہ چالیس سے ساٹھ آیت تک تریل کے ساتھ پڑھ سکے۔ پھر سلام پھیرے تو اتنا وقت
باقی رہے کہ اگر نماز میں فساد ظاہر ہو تو طہارت کر کے تریل کے ساتھ چالیس سے ساٹھ آیت تک دوبارہ
پڑھ سکے۔ اور اتنی تاخیر نہ کر وہ ہے کہ طلوع آفتاب کا شک ہو جائے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی
الله تعالیٰ عنہ کا یہی مسلک ہے۔

واضح ہو کہ سنتیں بعض مؤکدہ ہیں کہ شریعت میں اس پر
تاکید آئی اس کو بلا عند ایک بار بھی ترک کرنا مستحق ملامت

سنت مؤکدہ کے احکام اور تعداد

ہے اور ترک کی عادت بنالے تو ناسق ہے سنت مؤکدہ کو سنن الہدی بھی کہتے ہیں۔
دوسری قسم غیر مؤکدہ ہے جس کو سنن الزوائد بھی کہتے ہیں کبھی اس کو مستحب و مندوب بھی کہتے
ہیں۔ ان کا حکم یہ ہے کہ پڑھو تو ثواب ہے نہ پڑھو تو حرج نہیں نیز نفل کا لفظ عام ہے سنت پر بھی
نفل کا اطلاق آیا ہے اور اس کے غیر کو بھی نفل کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فقہار کرام باب النوافل میں
سنن کا بھی ذکر کرتے ہیں۔

۱۱) سنت مؤکدہ یہ ہیں۔ دو رکعت نماز فجر سے قبل۔ چار ظہر سے پہلے دو بعد دو مغرب کے بعد
دو عشاء کے بعد۔ اور چار جمعہ سے پہلے

ابوداؤد و نسائی و مسلم و ترمذی کی حدیثوں میں حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے۔

- ۱۔ کان لا یدع اربعاً قبل الظہر۔ حضور ظہر سے قبل کی چار سنتیں نہیں چھوڑتے تھے۔
- ۲۔ کان یصلی فی بیتی قبل الظہر اربعاً۔ حضور ظہر سے پہلے چار سنت پڑھے گھر میں ادا فرماتے تھے۔
- ۳۔ اور حدیث ترمذی من روایتہ عاصم بن حمزہ عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصِلِي قَبْلَ الظُّهْرِ اَرْبَعًا وَ بَعْدَ رَكْعَتَيْ سُنَّتِهَا اَرْبَعًا رَكْعَاتٍ

امام ترمذی نے فرمایا۔ حدیث علی حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کا اصحاب رسول سے اسی پر عمل ہے اور بعد کے لوگوں نے بھی اسی کو اختیار کیا کہ ظہر سے قبل چار اور بعد دو رکعت سنت پڑھی جائیں (بخاری ج ۲ ص ۲۵۰) جمعہ کے بعد حضور سے دو رکعت اور چار رکعت پڑھنا مروی ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ جمعہ کے بعد چار رکعت پڑھے پھر دو۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو تم میں سے جمعہ کے بعد نفل پڑھنا چاہے تو فلیصّل اربعاً تو چار رکعت پڑھے۔ امام ترمذی نے فرمایا بعض اہل علم کا اسی پر عمل ہے بہر حال افضل یہ ہے کہ جمعہ کے بعد چار رکعت پھر دو رکعت سنت پڑھے لی جائیں۔

نمازی کے آگے سے گزرنا سخت گناہ ہے | واضح ہو کہ نمازی کے آگے سے گزرنا سخت گناہ ہے۔ اس سلسلہ کی دو حدیثیں یہ ہیں۔

- (۱) حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کوئی نمازی کے آگے سے گزرنے کے گناہ کو جانتا تو سو برس کھڑے رہنے کو ایک قدم چلنے سے بہتر جانتا۔ (ابن ماجہ)
- (۲) کعب اجبانے فرمایا نمازی کے سامنے سے گزرنے والا جانتا کہ اس پر کیا گناہ ہے تو زمین میں دھنس جانے کو گزرنے سے بہتر جانتا۔ میدان اور بڑی مسجد جیسے شاہی مسجد لاہور میں مسجد کراچی مسجد وزیر خاں لاہور میں نمازی کے قدم سے موضع سجود تک گزرنا ناجائز ہے۔ موضع سجود سے مراد یہ ہے کہ قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ کی طرف نظر کرے تو جتنی دُور تک نگاہ پھیلے وہ موضع سجود ہے۔ اس کے سامنے سے گزرنا ناجائز ہے اور مکان اور چھوٹی مسجد میں قدم سے دیوار قبلہ تک کہیں سے گزرنا ناجائز نہیں۔

اگر نمازی سترہ قائم کر کے نماز پڑھ رہا ہے تو سترہ کے بعد سے گزرنے میں حرج نہیں۔
 نمازی کے سامنے سترہ نہیں اور کوئی شخص گزرنا چاہتا ہے یا سترہ ہے مگر وہ شخص نمازی اور
 سترہ کے درمیان سے گزرنا چاہتا ہے تو نمازی کو رخصت ہے کہ اسے گزرنے سے روکے اور گزرنے
 سے روکنے کے طریقے احناف کے نزدیک حسب ذیل ہیں۔

(۱) اگر نماز چھری ہے تو زیادہ بلند آواز سے قرأت کر کے روکے اور اگر نماز سری ہے تو ہاتھ یا آنکھ
 کے اشارے سے منع کرے یا سبھن اللہ اکبر کہہ کر منع کرے۔ اس سے زیادہ کی اجازت نہیں مثلاً کپڑا
 پکڑ کر بھٹکنا یا مارنا بلکہ عمل کثیر ہو گیا تو نمازی جاتی رہی۔ اور حدیث میں قاتلہ کا لفظ
 بھی آیا ہے کہ جو نمازی کے آگے سے گزرے اس سے لڑو۔ لیکن احناف کے نزدیک یہ فعل قلبی پر محمول ہے
 حسی پر نہیں یعنی (قاتلہ) کا مطلب یہ ہے کہ اشارہ یا تسبیح وغیرہ سے بھی کوئی گزرنے سے باز نہ
 آئے تو نمازی اپنے دل میں اس سے گزرنے کو سخت و شدید طور پر برا سمجھے۔ یہ مطلب نہیں
 ہے کہ اس سے ہاتھ پانی شروع کرے یا اس کے کپڑے وغیرہ گھسیٹے۔

نیز حضور علیہ السلام نے فرمایا نمازی کے آگے سے گزرنے والا شیطان ہے۔ یہ اس اعتبار سے کہ
 گزرنے والے نے شیطان کا سا کام کیا کیونکہ شیطان کا کام ہی یہ ہے کہ نمازی کی نماز میں خلل ڈالے۔

نماز میں صفوں کو سیدھا رکھنا اور خوب
 مل کر کھڑا ہونا ضروری ہے۔ اس سلسلہ

نماز میں صفوں کو سیدھا رکھنا واجب ہے

کی چند حدیثیں کے خلاصے یہ ہیں (۱) حضور علیہ السلام نے فرمایا صفوں کو برابر رکھنا تمام نماز سے ہے
 (۲) جو صف کو ملائیگا اللہ اس کو ملائیگا اور جو صف کو قطع کریگا۔ اللہ اسے قطع کریگا (رواہ الحاکم
 علی شرط مسلم) (۳) اگلی صفیں پوری کرو اور دل کر کھڑے ہو۔ ملا کر بھی اپنے رب کے حضور اسی طرح صف
 باندھتے ہیں (مسلم و ابوداؤد) (۴) اللہ تعالیٰ اور فرشتے ان لوگوں پر دود بھیجتے ہیں جو صفوں کو ملاتے
 ہیں (حاکم علی شرط مسلم) (۵) جو صفوں کو ملاتے اللہ اس کا درجہ بلند کریگا اور جنت میں اس کے لئے
 گھر بنائے گا (طبرانی و ابن ماجہ) (۶) بوقت اقامت حضور صف کے ایک کنارے سے دوسرے
 کنارے تک جاتے اور مقتدیوں کے مونڈھے یا سینے پر ہاتھ پھیلتے اور فرماتے مختلف کھڑے نہ ہو۔
 کہ تمہارے دل مختلف ہو جائیں گے (۷) صفوں کو برابر کرو اور مونڈھوں کو مقابل کرو (طبرانی و احمد)

معلوم ہوا کہ صفوں کو سیدھا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مونڈھے دوسرے شخص کے مونڈھے کے برابر ہوں
(۱) کشادگیوں کو بند کرو کہ شیطان بھیڑ کے بچے کی طرح تمہارے درمیان داخل ہو جاتا ہے۔

(۲) حضور علیہ السلام صحابہ کی صفیں تیر کی طرح سیدھی کرتے تھے (بخاری) حضور نے فرمایا۔

اَقِيْمُوا صُفُوْفَكُمْ وَتَرَاصُّوا نَبِيَّيْ
فَرِيَا صُفُوْفِ كُوْبَرَابِر رَكُوْاوِدِل كِر كَهْرُطِ بُوْمِي

اَزَاكُمِنْ وَاَوْظَهْرِي (بخاری) تلو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔

تَرَاصُّوا کے معنی تَضَامُوا و تَلَا صَفُوا کے ہیں یعنی بعض کا بعض سے مل جانا اس طرح کہ
درمیان میں خلانہ نہ ہے۔ بنیان مرصوص کے بھی یہی معنی ہیں۔

لوگوں کی گردنیں پھانڈ کر گلی صاف میں جگہ بنانا ممنوع ہے | آداب مجلس میں سے یہ بھی
ہے کہ جہاں جگہ مل جائے

بیٹھ جائے۔ کو د پھانڈ کر لوگوں پر سے پھلانگ کر گلی صاف میں جا کر بیٹھنا یا جو پہلے سے بیٹھا ہو
ہے۔ اس کو اٹھا کر اس کی جگہ خود بیٹھ جانا ممنوع ہے بلکہ سنن و مسانید میں اس فعل کی ممانعت پر
و عیدیں بھی آئی ہیں۔ اسی لئے بعض علمائے اس فعل کو گناہ کبیرہ میں شمار کیا۔ اور یہ حکم صرف جمعہ
و عیدین کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ دیگر اجتماعات کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ مسند احمد کی حدیث
میں ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن امام کے آجانے کے بعد لوگوں کی گردنیں پھانڈ کر آگے آجاتا ہے اور دو
لے بیٹھے ہوؤں میں جدائی ڈالتا ہے۔ وہ دوزخ میں اپنی آنتیں گھسیٹے گا۔ ابن ماجہ کی حدیث میں ہے
کہ اس فعل کا مرتکب شخص جہنم کا پل بنے گا۔ ابن ماجہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوران خطبہ لوگوں کی
گردنیں پھانڈ کر آگے بڑھنا چاہا۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اجلس فقد اذیت
اپنی جگہ پر بیٹھ جاتو نے ایذا دی۔

اجتماعات میں لازم ہے کہ جہاں جگہ مل جائے وہیں بیٹھ جائے لوگوں کو تنگ کر کے آگے نہ بڑھے
یہ ہی حکم قاضی و حاکم کے لئے ہے۔ الا یہ کہ کسی ضرورت سے ایسا کرنا پڑے یا خطیب نے امام ہو کر
اس کو مصدق پر پہنچانا ہے یا کوئی ایسی شخصیت ہو کہ لوگ خود ہی اس کو اگی صاف میں بٹھانا چاہیں تو
حرج نہیں۔

شخص نماز کی تکبیر ہو جانے کو کسی نفل کا پڑھنا جائز نہیں | حضور سید عالم نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک

شخص دیکھا کہ نماز کی تکبیر ہو جانے کے بعد دو رکعت پڑھ رہا ہے جب حضور نے سلام پھیرا تو لوگوں نے اس شخص کو گھیر لیا اور حضور نے فرمایا کیا صبح کی چار رکعتیں ہیں؟ (بخاری)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ جماعت قائم ہو جانے کے بعد نفل کا شروع کرنا جائز نہیں اور اس امام علماء کا اتفاق ہے بلکہ سنت فجر کے متعلق اختلاف ہے حضرت ابو ہریرہ و ابن سیرین و یوسف و عطاء و امام شافعی احمد و اسحاق و ابو ثور کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نماز فجر کیلئے مسجد میں آیا اور جماعت کھڑی ہو گئی ہو تو اب اس کو سنت فجر پڑھنا مکروہ ہے اور دلیل ان حضرات کی حدیث زیر بحث ہے۔ لیکن امام اعظم ابو حنیفہ اور اوزاعی نے فرمایا کہ مذکورہ بالا صورت میں سنت فجر خارج مسجد اکرے جبکہ اسے یقین ہو کہ دوسری رکعت امام کے ساتھ پالیگا۔ امام اعظم علیہ الرحمۃ کا مذہب صرف اسی قدر ہے کہ فی الجامع الصغیر والبدائع۔

اور صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ مذکورہ بالا صورت میں مسجد کے دروازہ پر سنت فجر پڑھے تاکہ سنت اور جماعت دونوں کی فضیلت حاصل ہو جائے۔ ذخیرہ محیط میں ہے کہ سنت یہ ہے کہ سنت فجر گھر میں پڑھے اور اگر گھر میں نہیں پڑھی اور امام مسجد نماز فجر پڑھا رہا ہے تو مسجد کے دروازہ پر اگر کوئی جگہ قابل نماز ہو تو وہاں پڑھے۔ یہ بھی ممکن نہ ہو تو مسجد کے اندر حصہ میں جہاں ہوتی ہو تو باہر حصہ میں اور اگر باہر حصہ میں ہو تو اندر پڑھے۔ اور اگر اس مسجد میں باہر اندر حصہ نہ ہوں تو ستون یا پیر کی آٹھیں پڑھے تاکہ اس میں اور صف میں شامل ہو جائے۔ چنانچہ علامہ طحاوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ حدیث زیر بحث کا مطلب یہ ہے کہ سنت فجر اور نماز فجر ایک جگہ نہ پڑھی جائے۔ بلکہ دونوں میں فصل کیا جائے۔ اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے دیکھا کہ ابن جبینہ سنت فجر پڑھ رہے ہیں اس پر آپ نے فرمایا۔ لا تجعلوا ہذا الصلوٰۃ لصلوٰۃ الظهر واجعلوا بینہما فصلاً اس سے واضح ہوا۔ سبب کلامت یہی ہے کہ نفل و فرض دونوں ایک مقام پر پڑھے جائیں اور اس کا مقتضی یہ ہے کہ خارج مسجد یا مسجد کے کسی گوشہ میں پڑھنا مکروہ نہ ہو چنانچہ حسب ذیل آثار سے امام طحاوی علیہ الرحمۃ کی تائید ہوتی ہے۔

(۱) حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جب اقامت ہو جانے تو کوئی نماز جائز نہیں۔ الا دکعتی الفجر۔ مگر فجر کی دو سنتیں امام بیہقی علیہ الرحمۃ نے اگرچہ خط کشیدہ استثنائاً لولہ صل قرار دیا ہے اور اس کے راوی حجاج و عباد کو ضعیف کہا ہے۔ مگر علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یعقوب بن شیبہ نے کہا کہ میں نے ابن معین سے حجاج بن نصیر فسا طیبی بصری کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا وہ صدوق ہے اور ابن جبان نے بھی ان کو ثقہ قرار دیا ہے اور عباد بن کثیر صالحین سے ہیں (یعنی ج ۲ ص ۱۱۱)۔

(۲) ابو بکر بن ابی شیبہ اپنے مصنف میں شعبی سے اور مسروق سے مروی ہیں کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے اور لوگ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت مسروق نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں۔ فصلی ہسانی ناجیۃ المسجد ثم دخل مع القوم فی صلاتہم۔ تو انہوں نے مسجد کے ایک کونہ میں سنت فجر پڑھیں۔ اور پھر نماز میں شامل ہو گئے۔

(۳) حضرت سعید بن جبیر مسجد میں آئے اور امام نماز فجر میں مشغول تھا۔ آپ نے سنت فجر مسجد کے دروازہ پر پڑھیں۔ فصلی الرکتین قبل ان یلج المسجد عند باب المسجد۔

(۴) ابی عثمان الہندی کہتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں آیا اور حضرت عمر نماز پڑھا ہے تھے اس نے مسجد کے دروازہ پر دو رکعت سنت فجر پڑھیں۔ پھر جماعت میں شامل ہوا۔

(۵) مجاہد کہتے ہیں کہ جب توجی مسجد میں داخل ہو اور نماز فجر ہو رہی ہو اور تو نے سنت فجر نہ پڑھی ہوں۔ فارکھما وان ظننت ان الرکعة الاولى تفوتک تو سنت فجر پڑھ لے اگرچہ تجھے فجر کی پہلی رکعت فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

(۶) ویرہ کہتے ہیں میں نے ابن عمر کو اسی طرح کرتے دیکھا اور ابو درداء کہتے ہیں کہ میں بھی ایسے ہی کرتا ہوں۔ ان تمام روایتوں کو زبیدی نے تحاف میں ذکر کیا ہے۔

(۷) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں آئے اور نماز فجر کی اقامت ہو چکی تھی۔ آپ نے ستون کی اڑ میں دو رکعت سنت فجر پڑھی اور اس وقت حضرت حذیفہ و ابی موسیٰ بھی موجود تھے۔ ابن بطال نے کہا کہ اسی طرح حضرت عمر بن الخطاب ابی الدرداء و ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے رہا اور حضرت ابن عمر کے متعلق ہے کہ وہ مسجد میں آئے اور امام فجر کی نماز پڑھا رہا تھا۔ تو وہ حضرت حفصہ کے گھر میں داخل ہو گئے اور وہاں دو رکعت سنت فجر

پہلے میں پھر امام کے ساتھ نماز میں شامل ہو گئے (یعنی جلد نماز)

نیز صحیح ابن خزیمہ کی حدیث عن انس خرج النبي صلى الله عليه وسلم حين اقيمت الصلوة فرأى ناساً يصلون ركعتين بالجملة فقال اصلا تان معاً، فنهى ان تصليا في المسجد اذا اقيمت الصلوة. اس میں تصریح ہے کہ یہی مقتصر علی المسجد ہے۔ اور سنت فجر کی تخصیص کو مزید قوت ان احادیث سے بھی ہو جاتی ہے جس میں حضور نے "سنت فجر کے پڑھنے کی تاکید اکید فرمائی اور یہاں تک فرمایا کہ اگر تمہیں گھوڑوں کے پاؤں تلے روندے جانے کا خطرہ بھی ہو تو بھی سنت فجر کو چھوڑو"

سنت فجر کی اہمیت اور اس کے بعض ضروری مسائل | متعدد حدیثوں سے سنت فجر کی اہمیت کا اظہار ہوتا ہے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا (۱) وَكُنَّا الْفَجْرَ خَيْرًا
مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا رَسْمٌ
فجر کی دو سنتیں دنیا اور آخرت کی تمام چیزوں سے بہتر ہیں۔

۲. لَهَا أَحَبُّ مِنَ الدُّنْيَا جَمِيعًا رَسْمٌ
۳. لَا تَدْعُو أَرْكَعَتِي الْفَجْرَ وَلَا تُطْرُقُ
دَعْوَةُ الْخَيْلِ (ابوداؤد)
یہ دونوں رکعتیں ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہیں۔
فجر کی سنتیں نہ چھوڑو۔ اگرچہ گھوڑے سوار تم کو پامال کر دیں۔

۴. آیت قرآنی وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ کی تفسیر میں ابن عباس سے مروی ہے
قال الرکعتان قبل الفجر (ترمذی) یعنی آئیں سنت فجر مراد ہیں۔

۵. حضرت بلال فرماتے ہیں۔ میں صبح کی نماز کے لئے حضور علیہ السلام کو بلانے گیا اور عرض کی۔
اصحت جدا۔ حضور آج تو بہت دیر ہو گئی ہے تشریف لے لیں۔ آپ نے فرمایا۔
لوا صحت اکثر منا اصحت
لو کتھما (ابوداؤد) (یعنی ۲ ص ۶۱)
اگلاس سے بھی زیادہ دیر ہو جاتی تو میں سنتیں پڑھے بغیر نہ آتا۔

۱. ان حدیثوں سے سنت فجر کی اشرافیت و اہمیت واضح ہوتی ہے۔ انہیں احادیث سے حنفیہ نے استدلال کیا کہ اگر کوئی ایسے وقت میں مسجد میں پہنچے کہ نماز فجر کے لئے امام کھڑا ہو گیا ہو اور یہ خیال ہو کہ سنت فجر پڑھنے کے بعد جماعت مل جائے گی، اگرچہ قعدہ ہی میں شامل ہو سکے گا، تو سنت فجر پڑھ لے اور اگر فرض کی جماعت فوت ہو جانے کا خطرہ ہو تو نہ پڑھے اور جماعت میں شامل ہو جائے۔

(۲) واضح ہے کہ جب جماعت کھڑی ہو جائے تو کسی نفل کا پڑھنا جائز نہیں، البتہ سنت فجر پڑھ سکتا ہے کیونکہ سنت فجر تمام سنتوں سے قوی تر ہے، حتیٰ کہ بعض اس کو واجب کہتے ہیں اور امام اعظم علیہ الرحمۃ کی طرف وجوب کی نسبت غلط ہے (کما صرح بہ صاحب التقریبین) اور سنت فجر کی مشروعیت کا اگر کوئی انکار کرے تو اگر شبہتہ یا براہ جہل ہو تو خوف کفر ہے، اور اگر دانستہ بلاشبہ انکار کرے تو اس کی تکفیر کی جائے گی لہذا فجر کی سنتیں بلا عذر نہ بیٹھ کر ہو سکتی ہیں نہ سواری پر اور نہ چلتی گاڑی پر ان کا حکم ان باتوں میں بالکل مثل وتر ہے (ردالمحتار و عینی)

(۳) سنن مؤکدہ میں سب سے زیادہ قوی تر سنت فجر ہے، اس کے بعد مغرب کی دو سنتیں پھر ظہر کے بعد کی دو پھر عشاء کی بعد دو، پھر ظہر سے پہلے چار سنتیں اور صبح یہ ہے کہ سنت فجر کے بعد ظہر کی پہلی چار سنتوں کا مرتبہ ہے، کیونکہ حدیث میں خاص ان کے بارے میں فرمایا جو انہیں ترک کرے گا اسے میری شفاعت نہ پہنچے گی (ردالمحتار وغیرہ)

(۴) اگر فرض پڑھ لئے اور سنت فجر قضا ہو گئیں، تو اب سنتوں کی قضا نہیں، البتہ امام محمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ طلوع آفتاب کے بعد پڑھ لے تو بہتر ہے (رغیبہ)

(۵) واضح ہو کہ سنت فجر جب قضا ہو جائیں تو ان کو طلوع آفتاب سے پہلے پڑھنا بالاتفاق ممنوع ہے، آجکل اکثر عوام بعد فرض فوراً پڑھ لیتے ہیں، یہ ناجائز ہے، پڑھنا ہو تو آفتاب بلند ہونے کے بعد زوال سے پہلے پڑھیں۔

(۶) فجر کی نماز قضا ہو گئی اور زوال سے پہلے پڑھ لی تو سنتیں بھی پڑھے، ورنہ نہیں علاوہ سنت فجر کے اور سنتیں قضا ہو گئیں، تو ان کی قضا نہیں ہے (ردالمحتار)

متعدد حدیثوں سے واضح ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھی ضرور ہے، مگر پھر اس کو

قنوت فی الفجر منسوخ ہے

ترک فرما دیا، لہذا جب ترک فرما دیا تو پھر قنوت پڑھنے کا جواز کہاں رہا۔ نماز فجر میں ہمیشہ قنوت پڑھنے کے متعلق حدیث انس سے بھی استدلال کیا جاتا ہے جس کو امام عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں ابو جعفر رازی سے روایت کیا کہ حضور علیہ السلام نے نماز فجر میں ہمیشہ قنوت پڑھی ہے حتیٰ فارق الدنیا حتیٰ کتاب دنیا سے تشریف لے گئے معلوم ہوا کہ قنوت منسوخ نہیں ہوئی، بلکہ اس پر تو حضور علیہ السلام

نے اپنی حیات اقدس کے انہری لمحات تک عمل کیا۔ لیکن اس کے متعدد محقول جواب ہیں: اولاً یہ کہ حضرت انس ہی فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے قنوت نازلہ صرف ایک ماہ تک پڑھی پھر اس کو ترک فرما دیا معلوم ہوا کہ مصنف کی حدیث یقینت فی الفجر حتی فارق الدنيا کے جو الفاظ ہیں ان میں قنوت سے قنوت نازلہ مراد نہیں ہے بلکہ طول قیام و قرأت مراد ہے اور یہ ظاہر ہے کہ قنوت کا اطلاق متعدد معانی پر آتا ہے اگر یہ مراد نہ ہو تو پھر دونوں حدیثوں میں تعارض ہوگا۔

ثانیاً مصنف کی حدیث کے ایک راوی اباجعفر رازی ہیں جن کا نام عیسیٰ بن ہامان ہے ان کے متعلق ابن المدینی، ابن جہان یحییٰ، امام احمد ابو ذر عہ نے بہت کچھ کلام کیا ہے اور ابن جوزی نے کہا: ہذا حدیث لا یعم ہذا قابل استمالل نہیں ہے۔

علامہ کرمانی نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کبھی صبح کی نماز میں اور کبھی مغرب کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے حتیٰ نزل لیس لك من الامر شئی فتوڑك الا فی الصبح حتیٰ کہ آیت لیس لك نازل ہوئی تو آپ نے باقی نمازوں میں تو قنوت کو ترک کر دیا مگر نماز فجر میں جاری رکھا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ نماز میں قنوت کو جاری رکھنے پر کوئی دلیل ہے؟

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے صرف ایک ماہ قبیلہ زعل و ذکوان پر قنوت نازلہ پڑھی۔

فلما ظہر علیہم ترک القنوت (طحاوی) پھر جب آپ ان پر غالب آگئے تو آپ نے قنوت چھوڑ دی

حضرت ابن مسعود بھی اپنی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے صرف وتروں میں پڑھتے تھے۔

طحاوی ج ۱ ص ۱۴۹ و مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۹۶۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر جنہوں نے قنوت نازلہ کے پڑھے جانے کو روایت بھی کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب آیت لیس لك من الامر نازل ہوئی تو قنوت نازلہ کا پڑھنا منسوخ ہو گیا چنانچہ

حضرت عبداللہ بن عمر بھی حضور کے وصال کے بعد قنوت نہیں پڑھتے تھے اور جو پڑھتا تو اس پر اعتراض

نہ واضح ہو کہ قنوت کا اطلاق متحد و معانی پر آتا ہے، اطاعت، قیام، خشوع و خضوع، سکوت، جیسے ان ذہبت میں

یا مریرا قنتی، قوموا لله قانتین، کل لہ قانتون، من یقنت منکن، ان ابواہم کان امة قانتا

اللہ حنیفاً، من هو قنت انا واللیل اور حدیث میں آیا: افضل الصلاة طول القنوت۔

اعتراض کرتے تھے (طحاوی) حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر فرماتے ہیں کہ

۳۔ ان الله عزوجل نسخ ذلك بقوله آیت لیس لك من الامر كذا نزل فرما کر

لیس لك من الامر شیء (یعنی ج ۳ ص ۲۲۵) اللہ تعالیٰ نے قنوت کو منسوخ فرما دیا۔

نیز حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ۔

۴۔ لم یقنت رسول الله صلى الله عليه وسلم کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر میں

فی الفجر الا شہراً اذ فتح القدير باب الترتیب ہرگز قنوت نہیں پڑھی مگر ایک ماہ۔

ان تمام حدیثوں سے واضح ہوا کہ حضور علیہ السلام نے نماز فجر میں بھی قنوت کو ترک کر دیا تھا۔

اس حدیث میں تو نماز فجر کی تصریح بھی ہے کہ حضور علیہ السلام نے نماز فجر میں قنوت صرف ایک ماہ تک پڑھی معلوم ہوا کہ نماز فجر میں بھی قنوت مشروع نہیں ہے اور علامہ کرمانی کا یہ فرمانا کہ نماز فجر میں قنوت جاری رہی۔ غلط ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس۔ عبداللہ بن مسعود۔ عبداللہ بن عمر۔ ابن زبیر۔ سعید بن جبیر حضرت عمر ایسے جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی نماز فجر میں قنوت کو منسوخ ہی جانتے تھے اور نہیں پڑھتے تھے (یعنی ج ۳ ص ۲۲۵)

خلاصہ احادیث (۱) حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور نے صرف ایک مہینہ قنوت پڑھی (نسائی ج ۱ ص ۱۲۶) (۲) سالم کے والد فرماتے ہیں کہ حضور نے نماز فجر میں قنوت پڑھی تو اس پر آیت لیس لك من الامر نازل ہوئی (نسائی ج ۱ ص ۱۲۴)۔ (۳) حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور نے قنوت کو ترک فرما دیا (نسائی ج ۱ ص ۱۲۶) ابو داؤد و طیالسی ج ۸ ص ۲۴۰ (۴) حضور علیہ السلام کے بعد خلفائے راشدین میں سے کسی نے بھی فرض نمازوں میں قنوت نازل نہیں پڑھی (نسائی ج ۱ ص ۱۲۶) مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۹۶ (۵) حضرت ابن عمر نے فرمایا انا کما سوت سے فارغ ہونے کے بعد تمہارا قنوت پڑھنے کے لئے قیام کرنا اور نماز میں رفیع بن کرمادوڑی بدعت ہیں (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۹۶) (۶) حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا ان القنوت فی صلوة الصبح بدعة۔ نماز فجر میں قنوت پڑھنا بدعت ہے (دارقطنی ص ۱۴۹)۔

یہ اور صفحات گذشتہ پر جو احادیث ہم نے ذکر کیں۔ ان سے واضح ہو گیا کہ قنوت نازلہ کا نماز فجر

پڑھنا ہی منسوخ ہے، اسی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قنوت
الجمہ کو بدعت قرار دیا۔

جب بیرم جوہر پر ستر صحابہ کرام کو جو قاری تھے شہید کر دیا گیا تھا حضور علیہ السلام نے ان کفار پر
عاف فرماتے ہوئے قنوت نازلہ یعنی آفت و مصیبت کے وقت کی دعا پڑھی تھی۔

حدیث میں یسیراً کا لفظ آیا ہے جس کے
معنی ہیں کچھ دن۔ دوسری حدیثوں میں اس

ہام کی وضاحت موجود ہے کہ آپ نے قنوط نازلہ صرف ایک مہینہ پڑھی تھی چنانچہ روایت ابو داؤد
حضرت انس ہی سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے

قنوت شہراً شراً شرکاً
ایک ماہ تک قنوت پڑھی تھی اسکے بعد ترک فرمادی۔

علامہ خطابانی نے کہا کہ تو کہہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے چار نمازوں میں قنوت نازلہ کو ترک دیا۔
لیکن ظاہر ہے کہ نماز
کی تخصیص بدلیل ہے۔ کیونکہ ترکہ کی ضمیر اسی قنوت کی طرف راجع ہے جس پر لفظ قنوت دال ہے
یہ عام ہے جمیع القنوت الذی کان فی الصلوٰات کو شامل ہے۔ لہذا جب تک فجر کی تخصیص
کوئی دلیل نہ قائم ہو۔ اس وقت تک تخصیص فجر حکم محض ہے۔ غرضیکہ ترکہ کا لفظ یہ بتا رہا ہے کہ
حضور علیہ السلام نے نماز پنجگانہ میں قنوت نازلہ کو پڑھنا ترک فرمادیا تھا۔ اور ترک بعد از عمل
سرخ ہوتا ہے۔ لہذا قنوت نازلہ کا پڑھنا منسوخ ہوا۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ فرماتے
ہیں کہ نفلی روزہ یا نماز شروع کرنے سے اس کا
مقتل شروع کرنے سے واجب جاتے ہیں

تمام واجب ہو جاتا ہے۔ کیونکہ قرآن پاک میں "لا تبطلوا اعمالکم اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔"
لہذا فرائض کے علاوہ اگر کسی نے نفل شروع کئے تو اس کو پورا کرنا واجب ہے۔ اور اگر اس نے نفل روزہ
شروع کر کے توڑ دیا تو اس کی قضا واجب ہے۔ چنانچہ مسند احمد میں حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت
ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے اور حضرت حفصہ نے صبح کی ہم نفل روزہ سے تھیں کہ اتنے میں ایک بکری
بلوہ ہدیہ ہمیں دی گئی تو ہم نے روزہ افطار کر لیا اور بکری کا گوشت کھایا۔ حضور علیہ السلام کو اطلاع ہوئی

تو فرمایا۔ صَوْمًا يَوْمًا مَكَانَهُ رَأْسًا تَمِدُّونَ اس روزہ کی جگہ ایک روزہ رکھو۔

نیز دارقطنی میں ہے کہ حضرت جوہر نے نفل روزہ رکھ کر توڑ دیا۔ حضور علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس کی قضا کرو۔ اس سے واضح ہو گیا کہ نفل روزہ شروع کرنے سے اس کا اتمام واجب ہوتا ہے اور اگر کسی وجہ سے اس کو فاسد کر دیا تو اس کی قضا واجب ہے۔ جن احادیث میں یہ آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نفل روزہ رکھ کر افطار فرمایا۔ اس سے صرف اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ نفل روزہ رکھ کر کسی عذر معقول کی وجہ سے اس کو افطار کر لینا جائز ہے۔ مگر جب افطار کر لیا تو اس کی قضا واجب ہے۔ واضح ہو کہ نفل روزہ رکھ کر اس کو کسی عذر معقول کی وجہ سے توڑ دینا جائز ہے۔ گناہ نہیں ہے البتہ اس کی قضا ضروری ہو جاتی ہے۔

واضح ہو کہ ظہر کا وقت آفتاب ڈھلنے سے اس وقت تک ہے کہ ہر چیز کا سایہ علاوہ سایہ اصلی کے دو چہرے

ظہر ٹھنڈی کر کے پرھی جائے

ہو جائے۔ سردیوں میں نماز ظہر جلدی پڑھنا اول وقت میں پڑھنا اور گرمیوں میں کچھ تاخیر سے پڑھنا کہ دوپہر کی تیزی کم ہو جائے مستحب ہے جیسا کہ احادیث مذکورہ بالا سے واضح ہے۔ اسی طرح نماز جمعہ کا وقت بھی ظہر ہی کا وقت ہے۔ لہذا گرمیوں میں جمعہ بھی ظہر کی طرح تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے اور اول وقت میں پڑھنا خلاف سنت ہے اور حکمت اس میں یہ ہے۔ گرمیوں میں تاخیر سے ظہر پڑھنے میں ایک تو لوگوں کو آرام ملتا ہے۔ دوسرے سنت قبولہ سے محرومی نہیں ہوتی۔ تیسرے تھکنے سے اجتناب نہیں۔ اگر گرمیوں میں ظہر اول وقت یعنی سوچ ڈھلنے کے فوراً بعد پڑھ لی جائے تو اس طرح سخت دھوپ اور لوہیں مسجد میں آنا تکلیف کا باعث ہوگا۔ خصوصاً گرم ممالک میں اور وہاں جہاں مسجد دور ہو۔ اس کے علاوہ عام طور پر گرمیوں میں لوگ کھانا کھا کر سو جاتے ہیں جو سنت بھی ہے۔ اور اول وقت میں پڑھنے سے لوگ سنت قبولہ سے محروم ہو جائیں گے اور آرام کے وقت انہیں مسجد میں آنا بھی گراں ہوگا۔ اس سلسلہ کی چند حدیثیں یہ ہیں۔

۱۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام گرمیوں میں ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھتے۔

وَإِذَا كَانَ الْبَرْدُ عَجَلَنِي، اور جب سردی ہوتی تو جلدی پڑھ لیتے۔

۲۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی علیہ السلام کو دیکھا۔

يُجْلِقُ فِي الشَّاءِ وَيُؤَخِّرُهَا فِي
الصَّيْفِ (طحاوی)

آپ سردیوں میں ظہر کی نماز جلدی پڑھتے اور
گرمیوں میں تاخیر سے پڑھتے

سترہ کے مسائل | را، ہاتھ میں کوئی ایسا آلہ رکھنا (خصوصاً سفر میں) جس سے دشمن کو دفع کر
سکے مستحب ہے امام و منفرد صحرا میں یا کسی ایسی جگہ نماز پڑھیں جہاں
لوگوں کے گزرنے کا اندیشہ ہو تو مستحب ہے کہ سترہ گاڑیں (۳) امام کا سترہ مقتدی کے لئے بھی
مقتدی کو عید سترہ کی ضرورت نہیں اور سترہ بقدر ایک ہاتھ تھے اونچا اور انگلی برابر موٹا
یا زیادہ سے زیادہ تین ہاتھ اونچا ہو۔ سترہ نزدیک ہونا چاہیے۔ سترہ بالکل ناک کی سیدھ پر نہ ہو
بلکہ داہنے یا بائیں بھون کی سیدھ پر ہونا افضل ہے۔ اگر سترہ نصب کرنا ناممکن ہو تو کوئی چیز آڑی
کے۔ یہ بھی نہ ہو تو خطی کھینچ دے۔ غرض کہ جو چیز بھی آڑ بن سکے۔ وہ سترہ کے کام آسکتی ہے
مگر لکڑی پتھر وخت آدمی جانور وغیرہ۔ مگر آدمی کو اس حالت میں سترہ کیا جائے جب اس کی
مصلیٰ کی طرف ہو۔ کیونکہ مصلیٰ کی طرف منہ کرنا منع ہے۔ سترہ کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ
سترہ کے آگے سے گزرنا جائز ہو جاتا ہے۔ اور اگر کسی نے بلا سترہ شارع عام پر نماز پڑھی اور
دشمن و مرد جانور وغیرہ آگے سے گزرے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

مسجد کو گندگی اور گھن کی چیزیں پاک صاف رکھنا ضروری ہے

مسجد کو ہر قسم کی گندگی اور گھن کی چیز جیسے بدن کا میل کپڑے، تھوک، رینٹ، کھنگار وغیرہ سے
پاک صاف رکھنا واجب ہے۔

مسجد کی خبر گیری بتولی یا منتظم یا امام کے فرائض میں سے ہے۔

آدمی کے فضلات پسینہ، تھوک، رینٹ وغیرہ پاک ہیں اور بحالت نماز کپڑے میں بضرورت
لے لینے میں حرج نہیں۔

مسجد میں دھوکنا، کلی کرنا، مسجد کی دیواروں چٹائیوں پر یا ان کے نیچے تھوکنا یا ناک سُکننا

عون بن ابی جلیط کہتے ہیں نے اپنے باپ سے سنا کہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو بظلم میں نماز پڑھانی (اور
انکے سامنے بچہ گزری ہوئی تھی، ظہر کے بعد کہتیں اور عصر کی دو رکعتیں لواتا ہے آگے سے عورتیں اور حمار گزرتے تھے۔
(طحاوی)

منوع ہے۔ اور چٹائیوں کے نیچے ڈالنا اور پڑانے سے ادب بڑا ہے اور اگر ناک سنکنے یا تھوکنے کی ضرورت پڑ جانے تو کپڑے میں لے لے۔

۵۔ جب تھوکنے تو قبلہ کی طرف نہ تھو کے۔ ابو داؤد کی حدیث میں ہے حضور نے فرمایا۔ جو قبلہ کی جانب تھو کے۔ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کا تھوک دونوں آنکھوں کے درمیان ہو گا۔ اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ مسجد میں تھو کنا گناہ ہے۔

اور اس سلسلہ کی احادیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قبلہ رخ تھو کنا کم از کم مکروہ تحریمی ضروری ہے۔ کیونکہ اس فعل پر وعید آئی ہے۔ اور ابو داؤد و ابن جہان میں سائب ابن خلد کی حدیث میں ہے کہ ایک امام کو حضور نے قبلہ رخ تھوکنے کی وجہ سے امامت سے معزول کر دیا۔ اور فرمایا۔

انک اذیت اللہ ورسولہ تو نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دی ہے

اور یہ ممانعت کا حکم مسجد و خارج مسجد دونوں کو شامل ہے۔ علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے لکھا کہ مسجد میں بضرورت بھی تھو کنا خطا ہے۔ تھو کنا پڑ جائے تو کپڑے میں لے لے (یعنی ج ۲ ص ۳۲۷)

دہنی طرف تھو کنا بھی اچھا نہیں کیونکہ دہنی طرف نیکیاں لکھنے والا فرشتہ ہوتا ہے۔ امام نووی نے فرمایا

دہنی طرف تھو کنا منع ہے

دہنی طرف تھوکنے کی ممانعت مطلق ہے خواہ نماز میں ہو یا غیر نماز میں مسجد میں ہو یا غیر مسجد میں۔ مصنف عبد الرزاق کی روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نماز کے علاوہ بھی دہنی طرف تھوکنے کو ناجائز قرار دیتے تھے۔ معاذ ابن جبل فرماتے ہیں جب سے میں مسلمان ہوا ہوں کہہی دہنی طرف نہیں تھوکا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز سے مروی ہے کہ وہ اپنی اولاد کو دہنی طرف تھوکنے سے مطلق منع فرماتے تھے۔

۶۔ علامہ خطابی نے فرمایا کہ بائیں طرف تھو کنا چاہیے لیکن اگر بائیں طرف کئی اور نمازی ہو تو پھر نہ دہنی طرف تھو کے نہ بائیں طرف بلکہ اپنے بائیں قدم کے نیچے تھو کے یا کپڑے میں لے لے (یعنی ج ۲ ص ۳۲۹)

۱۔ نسائی کی حدیث میں ہے کہ مسجد میں قبلہ کی جانب تھو کنا دیکھ کر حضور کا چہرہ اقدس سرخ ہو گیا ایک انصاری عورت نے اس کو کھڑچ دیا اور وہاں خوشبو لگادی حضور نے فرمایا بہت اچھا کیا۔

۲۔ صحیح مسلم میں بروایت ابو ذر مرثد آیا ہے کہ میں نے اپنی امت کی بد اعمالیوں میں یہ بھی پایا ہے کہ مسجد

میں تھوک ہو اور اسے نہ مٹایا جائے۔

۴۔ مسند احمد میں بروایت سعد بن ابی وقاص مرفوعاً آیا ہے کہ جس شخص کو مسجد میں کھنکار آجانے تو چاہیے کہ اسے دفن کر دے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی مسلمان کے بدن یا کپڑے پر گھنے کے باعث اسے ایذا ہو۔
۵۔ مسند احمد و طبرانی میں بروایت ابو امامہ مرفوعاً آیا ہے کہ مسجد میں تھوک کر دفن نہ کرنا گناہ ہے۔ اور دفن کر دینا یعنی پونچھ دینا نیکی ہے۔

۵۔ سعید بن منصور کی روایت میں ہے کہ ابو عبیدہ بن الجراح ایک رات مسجد میں تھوک کر اسے صاف کرنا بھول گئے پھر جا کر یاد آیا تو آگ کا ایک شعاع لے کر آئے۔ اس کی روشنی میں تھوک تلاش کر کے مٹی میں دو بادیا۔ اور فرمانے لگے اللہ تعالیٰ کے لئے تعریف ہے جس نے آج کی رات مجھے گناہ سے بچالیا۔

نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا جائز ہے

ان رَفَعِ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ حِينَ يَنْصَرِفُ
مَنْاسٍ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ كَانِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا عہد نبوی میں جاری تھا۔
حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ فقرہ صحابہ نے بحضور نبوی عرض کی کہ اہل ثروت نے بلند صبح اور ہمیشگی کی نعمتیں مل کے سبب حاصل کر لیں جیسے ہم روزہ رکھتے اور نماز پڑھتے ہیں۔ اس پر مزید یہ کہ ان کے پاس مال بھی ہے جس سے وہ حج و عمرہ کرتے۔ جہاد میں شریک ہوتے اور صدقہ دیتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا میں تم کو ایسی بات نہ بناؤں جس پر عمل کر کے تم سبقت کرنے والوں کو پا لو اور تم کو کوئی نہ پاسکے اور تم اپنے ہم عمروں میں بہتر ہو جاؤ۔ مگر وہ جو وہی بات بجالائے۔

سبحان اللہ اور الحمد للہ اللہ اکبر نماز کے بعد ۳۳-۳۳ مرتبہ کہہ لیا کرو۔

منہر بن شعبہ نے ایک خط میں امیر معاویہ کے نام یہ لکھوایا کہ بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

لا اِلهَ اِلاَّ اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ
ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ لا شریک ہے

لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ
تَدْبِيرٌ اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا
مُعْطَى لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ
مِنْكَ الْجَدُّ (بخاری)

ملک اور حمد اسی کے لئے اور وہ ہر ممکن پر قادر
ہے۔ ایسی جس کو تو دینا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا
اور جس سے تو روکنا چاہے اسے کوئی نہیں دے سکتا۔
اور بند کی مددات وغیرہ تجھ سے پچا نہیں سکتی۔

ان احادیث سے واضح ہوا کہ فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا چاہئے اور اس کی مانعت
پر کوئی دلیل نہیں ہے اور احادیث میں متعدد اذکار اور دعاقل کا پڑھنا مذکور ہوا ہے، ان میں سے جو
چاہے پڑھ سکتا ہے بعض شارحین نے یہ لکھا ہے کہ بلند آواز سے ذکر کرنا صحابہ کا ہمیشہ کا دستور نہ
تھا، امام شافعی نے فرمایا کہ بلند آواز سے ذکر کرنے پر مداومت فرماتے تھے رفح الباری، لیکن مداومت
اگر ثابت نہ بھی ہو تو فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کا جواز تو بہر صورت ثابت رہے گا۔
صحابہ میں امیر بھی تھے اور غریب بھی، ظاہر ہے کہ دولت مند فرائض کے علاوہ دوسرے امور خیر
میں بھی حصہ لیتے تھے، مثلاً جہاد میں شرکت، فقراء و مساکین کی امداد و اعانت وغیرہ اور غربا بوجہ
ناداری کے ان امور کو ادائیگی نہیں کر سکتے تھے، اس پر غرباء کو رشک ہوا کہ اہل ثروت نے دیگر امور خیر میں
حصہ لے کر ہم سے زیادہ ثواب حاصل کر لیا، حضور علیہ السلام نے غرباء کو فرمایا کہ تم سُبْحَانَ اللَّهِ
الْحَمْدُ لِلَّهِ اور اللَّهُ أَكْبَرُ ۳۳-۳۳ بار ہر نماز کے بعد پڑھ لیا کرو۔ اغنیاء دوسرے امور خیر
میں حصہ لے کر جو ثواب حاصل کرتے ہیں تم کو بھی وہ مل جائے گا، مگر یہ کہ وہ بھی یہ وظیفہ پڑھنا
شروع کر دیں، چنانچہ مسلم کی روایت میں ہے کہ انہوں نے عرض کی حضور اصحاب ثروت نے بھی یہ
وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا ہے، اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ
۳۳ کا عدد | علامہ قسطلانی نے ۳۳ کے عدد پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اذکار ثلاثہ
کے عدد میں مختلف روایتیں ہیں۔ حدیث بخاری عن ابی ہریرہ میں ۳۳-۳۳ بار، حدیث نسائی عن زید
بن ثابت میں ۲۵-۲۵ بار اور اس میں ۲۵ بار کلمہ کا پڑھنا بھی مروی ہے، اور حدیث مرہ عن ابن عمر
میں ۱۱-۱۱ بار، اور حدیث ترمذی عن انس میں ۱۰-۱۰ اور حدیث انس کے بعض طرق میں صرف ایک ایک بار
اور حدیث نسائی عن ابو ہریرہ میں سو سو بار پڑھنا منقول ہے، پس یہ اختلاف یا تو اوقات مختلفہ پر
مبنی ہے یا احوال مختلفہ پر یا بخیر کے طریق پر وارد ہے کہ پڑھنے والے کو جیسے آسانی ہو اسی تعداد میں پڑھے

حدیث میں جو وظیفہ ہے اس میں وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ کے الفاظ بھی ہیں۔
 (۱) جَدُّ بِالْمَكْسُوكِ معنی کو تشنش کے ہیں۔ معنی بہ ہوں گے کہ مجرد اعمال صالحہ میں کوشش کرنا تیرے
 ہاں نافع نہیں ہے۔ تاؤ قید کہ اس کے ساتھ قبولیت نہ ہو یعنی اللہ تعالیٰ اس عمل کو قبول نہ فرمائے
 اور یہ قبولیت محض اللہ کے فضل و رحمت سے ہوتی ہے۔ اسی لئے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

لَا يَدْخُلُ أَحَدٌ مِنْكُمْ الْجَنَّةَ عَمَلَهُ الْخ

علامہ نووی نے فرمایا صحیح اور مشہور ہیں پر چھوڑیں یہ ہے کہ جَدُّ بِالْفَتْحِ ہے اور اس کے معنی
 دنیاوی حظ کے ہیں خواہ وہ مال کے ساتھ ہو یا اولاد اور عظمت وغلبہ کے ساتھ ہو اور معنی یہ ہیں
 بندہ کا حظ۔ مال و دولت اور عزت و حکومت دنیاوی تجھ سے اس کو بچا نہیں سکتی۔ اس کو تیرا
 فضل و رحمت ہی نجات دے سکتا ہے رَفَعَ الْبَارِي،

نمازِ مرض کا بیان

واضح ہو کہ فرض نماز سنتِ ثمودہ اور واجب نماز (وتر) بلا عذر بیٹھ کر نہیں پڑھ
 سکتے کیونکہ قیام فرض ہے۔ ہاں اگر عذر ہو تو بیٹھ کر لیٹ کر حتیٰ کہ اشارے سے بھی پڑھ سکتا
 یاد رہے کہ فرض نماز کسی حالت میں بھی سوائے چند نادار صورتوں کے معاف نہیں بلکہ حکم یہ
 ہے کہ جس طرح ممکن ہو پڑھے بعض مسلمان ذرا بخارا یا یا کوئی پھڑ یا نکل آئی حتیٰ کہ نزلہ و زکام
 ہو گیا نماز چھوڑ دیتے ہیں۔ ایسا کرنا سخت گناہ ہے۔ نماز کے متعلق تو حکم یہ ہے کہ جہتک اشارے
 سے بھی پڑھ سکتا ہو ضرور پڑھے۔ ورنہ انہیں وعیدوں کا مستحق ہو گا جو تارک الصلوٰۃ کے لئے
 احادیث میں بیان ہوئی ہیں۔

حضرت عطاء نے فرمایا جبکہ کسی میں قہلہ کی طرف منہ کرنے کی بھی طاقت نہ ہو تو جد ہر بھی اس کا
 منہ ہو۔ ادھر ہی نماز پڑھ لے حضرت عمران بن حصین نے کہا کہ مجھے بو اسیر کی بیماری تھی پس میں نے
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے بارے میں دریافت کیا۔

فَقَالَ صَلِّ قَائِمًا إِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ تو اپنے فرمایا کھڑے ہو کر نماز پڑھ اور اگر کھڑے

فَقَاعِدْ اِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَىٰ جَنْبٍ
 ہو کر پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھ اور اگر
 بیٹھ کر پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو لیٹ کر پڑھ۔
 (بخاری)

بیمار بیٹھ کر لیٹ کر اشارہ سے جیسے ممکن ہو نماز پڑھے | اس حدیث سے واضح ہوا کہ جو
 شخص بوجہ بیماری کھڑے ہو کر نماز

پڑھنے پر قادر نہیں اور قادر نہ ہونے کی متعدد صورتیں ہیں مثلاً کھڑا تو ہو سکتا ہے مگر کھڑے ہو کر نماز
 پڑھنے میں مرض بڑھ جائیگا یا دیر میں اچھا ہوگا یا سخت چکاڑا آتا ہے یا کھڑے ہو کر پڑھنے میں سخت شدید
 درد ناقابل برداشت پیدا ہو جاتا ہے یا بوجہ کمزوری کھڑا ہو ہی نہیں سکتا۔ تو ان سب صورتوں
 میں بیٹھ کر رکوع و سجود کے ساتھ نماز پڑھے۔

— اگر مریض بیٹھنے پر بھی قادر نہیں تو لیٹ کر اشارہ سے نماز ادا کرے۔ خواہ داہنی یا بائیں کوٹ
 پر لیٹ کر قبلہ کو منہ کرے پڑھے خواہ چپ لیٹ کر قبلہ کو پاؤں کرے۔ مگر پاؤں نہ پھیلائے بلکہ گھٹنے کھڑے
 رکھے اور سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھ کر ادباً کھڑے تاکہ منہ قبلہ کی طرف ہو جائے۔ اور یہ صورت یعنی چپ لیٹ
 کر پڑھنا افضل ہے۔

— مریض اگر قبلہ کی طرف منہ نہ اپنے آپ کر سکتا ہے نہ دوسرے کی مدد سے قبلہ کی طرف منہ کر سکتا ہے
 تو جس طرف بھی منہ ہو سکے اشارہ سے نماز پڑھ لے اور صحت کے بعد اس نماز کا اعادہ نہیں۔

فائدہ۔ بیٹھ کر پڑھنے میں کسی خاص طور پر بیٹھنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ مریض کو جس طرح آسانی ہو۔
 اسی طرح بیٹھ کر نماز پڑھے۔ البتہ دوزالو بیٹھنا آسان ہو تو دوزالو ہو کر نماز پڑھنا افضل ہے۔

— اگر مریض بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہے۔ دوران نماز میں قیام پر قادر ہو گیا تو اب بقیہ نماز کھڑے ہو کر
 پڑھے کیونکہ عذر جاتا رہا ہے اور قیام فرض ہے۔

— البتہ صورت مشابہ یہ ہوگی کہ اگر مریض جو قیام پر قادر نہیں ہے۔ وہ بیٹھ کر نفل پڑھ رہا ہے۔ اور
 اب دوران نماز میں قیام پر قادر ہو گیا تو اس کو اختیار ہے کہ باقی نماز خواہ بیٹھ کر ہی پورا کرے یا کھڑے
 ہو کر کیونکہ نفل نماز بلا عذر بھی بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں۔ جیسا کہ جناب عائشہ سے مروی ہے۔

انه صلى الله عليه وسلم كان يصلي ليلا طويلا قائما دليله طويلا قاعدا (مسلم)

— اور اگر مریض جو قیام پر قادر نہیں ہے۔ فرض نماز بیٹھ کر پڑھ رہا ہے اور اب دوران نماز قیام پر

کھڑے ہو گیا۔ تو باقی نماز کھڑے ہو کر پڑھے۔ کیونکہ قیام فرض ہے۔

کھڑے ہو کر بیٹھ کر لیٹ کر نماز نفل پڑھنے کے مسائل | نفل نماز کو بلا عذر اور بعد از بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے۔

۱۔ کھڑے ہو کر پڑھنے کی قدرت ہو۔ جب بھی نفل نماز بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے۔

۲۔ نفل نماز کھڑے ہو کر شروع کی تھی پھر بیٹھ گیا یا بیٹھ کر شروع کی تھی پھر کھڑا ہو گیا۔ دونوں صورتیں جائز ہیں۔ خواہ ایک رکعت کھڑے ہو کر پڑھی یا ایک بیٹھ کر۔ یا ایک ہی رکعت کے ایک حصہ کو کھڑے ہو کر پڑھا اور کچھ حصہ بیٹھ کر۔

۳۔ بلا عذر لیٹ کر نماز نفل پڑھنا جائز نہیں۔ اگر عذر کی وجہ سے لیٹ کر نفل نماز پڑھی تو جائز ہے۔ بیماری کی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت نہیں ہے یا کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں مرض کے بڑھنے یا دیر سے اچھا ہونے کا خطرہ ہے۔ تو وہ بیٹھ کر رکوع و سجود کے ساتھ نماز پڑھے۔

امام اگر کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھانے تو اس کی اقتدا میں صحیح و تندرست مقتدی کھڑے ہو کر ہی نماز ادا کریں۔ کیونکہ عذر امام کو ہے۔ مقتدیوں کو نہیں ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور نے بیٹھ کر نماز پڑھی تو مقتدیوں نے بھی بیٹھ کر پڑھی۔ یہ منسوخ ہے۔ کیونکہ یہ مرض قدیم کا واقعہ ہے اور مرض و وفات میں حضور نے بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ تو صحابہ نے کھڑے ہو کر پڑھی اور آپ نے ان کو بیٹھ کر پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔ لہذا حضور کے آخری عمل سے بیٹھنے کا حکم منسوخ ہو گیا۔

حضرت عمران بن حصین سے مروی ہے اور وہ بوا سیر کے مریض تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیٹھ کر نماز پڑھنے والے آدمی کے پاس سے دریافت کیا۔

نَقَالَ مَنْ صَلَّى قَائِمًا فَهُوَ أَفْضَلُ وَ
مَنْ صَلَّى قَائِمًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ
وَمَنْ صَلَّى قَائِمًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ (بخاری)

پس آپ نے فرمایا کہ جو شخص کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے وہ افضل ہے اور جو شخص بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے تو اس کو کھڑا ہو کر پڑھنے والے سے آدھا ثواب ملے گا اور جو شخص لیٹ کر پڑھے تو اس کو بیٹھ کر پڑھنے والے سے آدھا ثواب ملے گا۔ واضح ہو کہ نفل نماز اگرچہ بلا عذر بھی بیٹھ کر پڑھ

سکتے ہیں مگر کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے۔ آج کل عام رواج پڑھ گیا ہے کہ نوافل بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیٹھ کر پڑھنے کو افضل سمجھتے ہیں۔ ایسا ہے تو یہ خیال غلط ہے۔ وتر کے بعد جو نفل ہیں ان کو بھی کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے اور وہ جو حدیث میں آیا ہے کہ حضور نے وتر کے بعد بیٹھ کر نفل پڑھے تو یہ حضور کے خصوصیات سے ہے صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ میں نے حضور کو بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ سراقہ نے کہا کہ بیمار تو نہیں۔ ارشاد فرمایا کیا ہے عبداللہ؟ عرض کی یا رسول اللہ آپ نے فرمایا ہے کہ بیٹھ کر پڑھنے والے کی نماز کھڑے ہو کر پڑھنے والے کی نصف ہے اور حضور بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں حضور نے فرمایا ہاں مگر میں تم جیسا نہیں ہوں (مسلم) امام ابو امامہ حلبی و صاحب در مختار و صاحب رد المختار نے فرمایا یہ حکم حضور کے خصائص سے ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ نوافل کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہیں۔ گو کہ بلا عذر بیٹھ کر بھی پڑھ سکتے ہیں۔ ہاں اگر کسی عند کی وجہ سے بیٹھ کر یا لیٹ کر نفل نماز پڑھے تو ثواب میں کمی نہ ہوگی انشاء اللہ العزیز۔

مسئلہ فدک سے متعلق نہایت مدلل کتاب جس میں تمام اعتراضات و الزامات پر معقول جواب دیا گیا ہے۔ قیمت پچاس پیسے۔

بارغ فدک

اس کتاب میں ایمان صحابہ و عدالت صحابہ کے عنوان پر مشہور و شیعہ رضوی گو جبروی مکالمہ مبلغ مولوی اسماعیل گو جبروی کے ساتھ دلچسپ مباحثہ کی روڈنادر درج ہے۔ قیمت پچاس پیسے۔

اس کتابچہ میں بیعت رضوان کا واقعہ درج ہے اور ان تمام آیات قرآنیہ کا صحیح مفہوم بتایا گیا ہے جنہیں صحابہ کرام کے خلاف پیش کیا جاتا ہے۔ قیمت ۵۰ پیسے

بیعت رضوان

مدیر رضوان کی تالیف جس میں حضور علیہ السلام کے مذہب و مقام کو کتاب و سنت کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ حاضر ناظر، علم غیب نبی امی، میلاد نبوی حیات النبی حضور کی علمی قوت۔ ایسے عنوانات پر ایمان افروز تبصرہ ہے۔ و غظوں کیلئے بہترین سرمایہ ہے اور ایمان افروز باطل سوز مضامین مشتمل ہیں۔ قیمت تین روپے

روح ایمان

واقعہ قرطاس پر محققانہ تبصرہ اور حضرت فاروق اعظم پر اس سلسلہ میں جو حدیث قرطاس اعتراضات کئے جاتے ہیں انکا مدلل جواب دیا گیا ہے۔ قیمت ۳۷ پیسے

حدیث قرطاس

ملنے کا پتہ۔ مکتبہ رضوان، میلاد رام روڈ۔ لاہور۔

مسافر کی نماز کا بیان

سیدنا امام اعظم علیہ الرحمۃ کا مسلک یہ ہے کہ ہر سفر کے لئے خواہ وہ عبادت کے لئے ہو یا تجارت وغیرہ کیلئے یا گناہ کیلئے مسافر پر واجب ہے کہ وہ نماز میں قصر کرے یعنی چار رکعت فرض کو دو سے۔ اس کے حق میں دو ہی رکعتیں پوری نماز ہے۔ اور اگر قصداً چار پڑھیں اور دو رکعت پر قعدہ بھی لریا۔ تو فرض لو ا ہو گئے اور کھلی دور کعتیں نفل ہوئیں مگر گنہگار ہوا کہ واجب کو ترک کیا۔ ہذا تو بہ کرے اور اگر دو رکعت پر قعدہ نہ کیا تو فرض ادا نہ ہوئے۔ وہ نماز نفل ہو گئی۔ دو بارہ پڑھے۔

اگر ۱۵ دن ٹھہرنے کی نیت ہو تو قصر نہ کرے پوری

نماز پڑھے اور پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو تو قصر کرے۔ قرآن مجید میں فرمایا۔

جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر اس کا گناہ نہیں

کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر خوف ہو کہ کا قتل کو فتنہ

میں ڈال دیں گے۔

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ

جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ

أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا۔

حضرت یعلیٰ ابن امیہ نے بحضور فاروق اعظم عرض کی کہ قرآن میں تو بحالت خوف قصر کا بیان ہے اور اب تو لوگ امن میں ہیں یعنی امن کی حالت میں قصر نہ ہونا چاہیے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اس کا مجھے بھی تعجب ہوا تھا تو میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا یہ ایک صدقہ ہے۔ اللہ عزوجل نے تم پر تصدق فرمایا۔ اس کا صدقہ قبول کرو۔ مسلم شریف اس سے واضح ہوا کہ نماز میں قصر خوف اور امن دونوں حالتوں میں مشروع ہے۔ ہے اور بحالت سفر قصر واجب ہے۔

مسافر کی تعریف | اول اخاف کے نزدیک شرعاً مسافر وہ شخص ہے جو تین دن کی راہ

تک جانے کے ارادہ سے بستی سے باہر ہوا چلنے سے معتدل چال مراد ہے کہ نہ تیز ہونہ سست خشکی میں آدمی اور اونٹ کی ذمہ داری چال کا اعتبار ہے اور پہاڑی راستہ میں اسی حساب سے جو اس کے لئے مناسب ہو اور دریا میں کشتی کی چال اس وقت کی جبکہ ہوا نہ لگ

رک کی ہونہ تیز ہو میل کے حساب سے اس کی مقدار $\frac{1}{2}$ ، ۵ میل ہے۔ اس سلسلہ کی چند حدیثیں یہ ہیں۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لانسافر المرأة ثلثة ايام الامة ذی رجب و رجباً عورت تین دن کی مسافت کا سفر بغیر ذی رجب کے رکھے۔

۲۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے۔

قال جعل رسول الله عليه وسلم

حنورا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح

ثلثة ايام ولياليهن للمسافر و

کی مدت مسافر کیلئے تین دن تین رات مقرر فرمائیں

یومنا دلیلة للمقیم (مسلم)

اور مقیم کے لئے ایک دن رات۔

اس مضمون کی حدیث کو ابو داؤد، نسائی، ابن جان، طحاوی، طبرانی و ترمذی نے حضرت حذیمہ ابن ثابت

انصاری سے دارقطنی نے حضرت ابوبکر سے ترمذی و نسائی نے حضرت صفوان بن عسال سے بھی روایت

کی ہے۔ حدیث اول سے معلوم ہوا کہ عورت کو تنہا سفر کرنا جائز نہیں ہے اور اس سفر کی مدت حضور نے تین دن

مقرر فرمائی۔ معلوم ہوا کہ سفر کی مسافت تین دن ہے۔

حدیث دوم سے معلوم ہوا کہ مسافر کو تین دن تک موزے پر مسح کی اجازت ہے اور یہ حکم مسافر کے

لئے عام ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ مدت سفر تین دن کی رادہ ہے۔

امام محمّد علیہ الرحمۃ نے آثار میں حضرت علی ابن ربیعہ والبی سے روایت کی کہ میں نے حضرت عبداللہ

بن عمر سے پوچھا کتنی مسافت پر نماز کا قصر ہو سکتا ہے تو آپ نے فرمایا کیا تم نے مقام سویدا دیکھا ہے میں

نے کہا دیکھا تو نہیں سنا ہے۔

قال هی ثلث لیل تو اصد فاذا اخرجنا

آپ نے فرمایا وہ یہاں سے تین رات کے رقصہ کی رفتار کا صلہ

الیہا قصرنا الصلوۃ

پر ہے جب ہم وہاں تک جانے کا ارادہ کریں تو قصر کر سکتے ہیں

۳۔ دارقطنی نے حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کی کہ

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ

یا اهل مكة لا تقصر في الصلوة في

والوچارہ برید سے کم سفر میں نماز قصر نہ کرنا۔ یہ

ادنی من اربعة برد من مكة الحسفان

فاصلہ مکہ سے غسفلان کا ہے۔

۴۔ امام محمد نے موطا میں حضرت نافع سے روایت کی۔

انہ کان یسافر مع ابن عمر البویہی کہ حضرت ابن عمر کے ساتھ ایک برید سفر
فلا یقصر الصلوة کرتے تو قصر نہ فرماتے تھے۔

۴ برید تقریباً ۵ میل کا ہوتا ہے یعنی ۲۶ کوس تین منزلیں ان احادیث سے واضح ہوا۔ مد
سفر ۵ میل ہے۔

دوہر۔ محض نیت سفر سے مسافر نہ ہوگا۔ بلکہ مسافر کا حکم اس وقت سے ہے کہ بستی کی آبادی
سے باہر ہو جائے۔ شہر میں ہے تو شہر سے گافل میں ہے تو گافل سے اور شہر والے کے لئے یہ بھی
ضرور ہے کہ شہر سے اس پاس جو آبادی شہر سے متصل ہے۔ اس سے بھی باہر ہو جائے۔ اسٹیشن
جہاں آبادی سے باہر ہو۔ تو اسٹیشن پر پہنچنے پر مسافر ہو جائے گا۔ جبکہ مسافت سفر تک جانے
کا ارادہ ہو۔ اس سلسلہ کی چند حدیثیں یہ ہیں۔

ان عبد اللہ بن عمر کان اذا خرج حاجاً حضرت عبد اللہ بن عمر جب حج یا عمرہ کیلئے مدینہ
او محترم قصر الصلوة بذی الحلیفہ (موطا مالک) منورہ سے روانہ ہوتے تو ذی الحلیفہ پہنچ کر قصر پڑھتے۔
ذی الحلیفہ مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب مسافت سفر تک جانے
کا ارادہ ہو تو شہر کی آبادی سے نکل کر قصر نماز پڑھنا شروع کرے۔

عن ابن عمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کان یقصر الصلوة باعقیق (طبرانی فی الصغیر) کو جب سفر کیلئے جاتے تو عقیق پر پہنچ کر قصر پڑھ لیتے۔
عن علی بن ربیعہ قال خرجنا مع علی بن ربیعہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت علی کے ہمراہ سفر کیلئے
فقصرنا الصلوة ونحن نری البیوت نکلے تو ہم نماز میں قصر کرتے تھے حالانکہ ہمارے مکانات
ثم رجنا نقصرنا الصلوة ونحن ہمکون نظر آ رہے تھے پھر جب ہم واپس ہوئے تو بھی ہم
نری البیوت رحاکم۔ تھے اور اپنے مکانات ہم کو نظر آتے تھے۔

عن ابی حریب ان علیا خرج من بصرہ حضرت ابی حریب سے مروی ہے کہ حضرت علی بصرہ سے
فصلی الظهر بعائتم قال انا لو جاوذا نا چلے تو اپنے ظہر کی چار رکعت پڑھیں اور فرمایا اگر
هذا الخصر بصاینا رکعتین (ابن ابی شیبہ) ہم اس سے کئے نکل جاتے تو دو رکعتیں پڑھتے۔
— کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام جب

خُورَجٍ مِّنْ هَذِهِ الْمَدِينَةِ لَمْ يَنْزِلْ يُصَلِّيْ
 زَكَاتَيْنِ حَتَّىٰ يَرْجِعَ إِلَيْهَا (البوداؤد)

اس مدینہ سے سفر کرنے کے لئے چلے تو ہمیشہ اپنے
 دو رکعتیں پڑھیں حتیٰ کہ واپس مدینہ آگئے۔

ان حدیثوں سے واضح ہوا کہ محض نیت سفر سے مسافر نہیں ہوتا بلکہ اس وقت ہوگا جبکہ بستی
 کی آبادی سے باہر ہو جائے خواہ اس بستی اور شہر کے مکانات نظر بھی آئیں۔ اسی طرح جب واپسی ہو تو
 اس وقت تک نماز میں قصہ کیا جائے گا جب تک کہ اپنے شہر کی آبادی میں داخل نہ ہو جائے۔

(۱) آبادی سے باہر ہونے سے یہ مراد ہے کہ مجدہر جا رہا ہے۔ اس طرف آبادی

مساءل ضروریہ ختم ہو جائے۔ اگرچہ اس کی محاذات میں دوسری طرف ختم نہ

ہوئی ہو (غنیہ) (۲) سفر کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جہاں سے پہلا وہاں سے تین دن کی راہ یعنی
 ۳۰ میل جانے کا ارادہ ہو۔ تو اگر دو دن کی راہ کے ارادہ سے نکلا۔ وہاں پہنچ کر دوسری جگہ کا ارادہ
 کیا کہ وہ بھی تین دن سے کم کا راستہ ہے۔ اسی طرح ساری دنیا گھوم گیا۔ مسافر نہ ہوگا۔ غنیہ درختار
 (۳) یہ بھی شرط ہے کہ تین دن کا ارادہ متصل سفر کا ہو۔ اگر یوں ارادہ کیا کہ مثلاً دو دن کی راہ پر پہنچ
 کر گا کرنا ہے۔ وہ کر کے پھر ایک دن کی راہ جاؤں گا تو تین دن کی راہ کا متصل ارادہ نہ ہوا۔ لہذا مسافر
 نہ ہوا (فتاویٰ رضویہ) (۴) تین دن کی راہ کو تیز سواری مثلاً کار یا ہوائی جہاز وغیرہ سے دو دن کی
 مدت یا اس سے کم میں طے کیا تو مسافر ہی ہے

مسافر اس وقت تک مسافر ہے جب تک اپنی بستی میں

پہنچ نہ جائے یا کسی آبادی میں پورے پندرہ دن ٹھہرنے

نیت اقامت کے شرائط

کی نیت نہ کرے (۲) نیت اقامت صحیح ہونے کے لئے چھ شرطیں ہیں۔

اول۔ چلنا ترک کرے تو اگر چلنے کی حالت میں اقامت کی نیت کی تو مقیم نہ ہوگا۔ دوم وہ

جگہ اقامت کی صلاحیت رکھتی ہو۔ تو اگر جنگل یا غیر آباد ویران مقام میں اقامت کی مقیم نہ ہوگا۔ سوم پندرہ

دن ٹھہرنے کی نیت ہو۔ اس سے کم ٹھہرنے کی نیت سے مقیم نہ ہوگا۔ چہارم یہ نیت ایک ہی

جگہ ٹھہرنے کی ہو۔ تو اگر دو موضوعوں میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی۔ مثلاً لاہور میں دس دن

اور سیالکوٹ میں پانچ دن تو مقیم نہ ہوگا۔ پنجم اپنا ارادہ مستقل رکھنا ہو۔ یعنی کسی کا تابع

نہ ہو۔ ششم۔ اس کی حالت اس کے ارادہ کے منافی نہ ہو۔ اس سلسلہ کی چند حدیثیں یہ ہیں۔

ان انس بن مالک اقام بالشام شہرین
حضرت انس بن مالک شام میں عید الفک کے ساتھ
مع عبد الملك بن مروان يصلي ركعتين ركعتين بوقتی، دو ماہ ٹھہرے دو دو رکعت ہی پڑھتے تھے۔

عن جابر ان النبي صلى الله عليه وسلم
حضرت جابر سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام تنوک
اقام بتبوك عشرين يوماً يقصر الصلاة (البداهة بوقتی) میں بیس روز ٹھہرے نماز میں قصر کرتے تھے۔

عن ابن عباس قال اقام النبي صلى الله
حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام خیبر
عليه وسلم بخيبر اربعين ليلة يقصر الصلاة (بخيبر) میں چالیس رات ٹھہرے نماز قصر کرتے تھے۔

ان حدیثوں سے واضح ہوا کہ جب تک اقامت کی نیت نہ کرے، اس وقت تک مسافر ہی ہے
خواہ کسی جگہ بیس برس ہی کیوں نہ ٹھہرا ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عمر حضرت سعید بن
المسيب۔ وسعيد بن جبیر وابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے۔

اذا اقام المسافر خمس عشرة ليلة
تتم الصلاة وما كان دون فليقصر
۲، اذا اجمع على خمس عشرة صلي اربعاً
۳، ابن جریر طحاوی، ابن ابی شیبہ طحاوی

جب مسافر پندرہ راتیں ٹھہرنے کی نیت کرے تو
پوری نماز پڑھے اور اگر اس سے کم ٹھہرے تو قصر
کرے (۲) جب ۱۵ دن ٹھہرنے کا ارادہ کرے تو
اب چار رکعت پڑھے۔

مسافر پر واجب ہے کہ چار رکعت والے
فرض کو دو پڑھے لیکن نماز مغرب کی تین رکعت

بحالت سفر صرف فرض میں قصر کرے

پڑھے۔ اسی طرح و تراویح سنت مؤکدہ میں نہ قصر ہے اور نہ یہ سفر میں معاف ہیں اسی طرح نوافل
پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے۔ منع نہیں ہیں۔ اس سلسلہ کی چند حدیثیں یہ ہیں۔

عن ابی عمرانہ سئل عن الصلاة في
السفر فقال رسول الله صلى الله عليه
وسلم ركعتين ركعتين الا المغرب وابوراؤن

حضرت ابن عمر نے حضور علیہ السلام سے سفر کی
نماز کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا دو
رکعتیں دو رکعتیں مگر مغرب کی۔

حضرت نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر سفر کی حالت میں۔

كان يصلي على راحيلته ويوتر بالارض
اپنی سواری پر نفل پڑھتے تھے جب وتر کا ارادہ کرتے تو

ویرعمران رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کان یفعل کذاک

زمین پر اتر کر ادا کرتے اورے لگان کرتے تھے

کہ نبی علیہ السلام بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

— عن ابن عباس قال أقام النبي صلی

الله علیه وآله وسماً تسعة عشر

يقصر فخن إذا سافر تسعة عشر

قصرنا وإن زدنا أئمتنا (بخاری)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور

علیہ السلام مکہ میں ۱۹ دن ٹھہرے قصر کرتے رہے

تو ہم سفر میں ۱۹ دن ٹھہریں تو قصر کرتے ہیں۔ اگر

اس سے زیادہ ٹھہریں تو پوری نماز پڑھتے ہیں۔

قواعد۔ (۱) بخاری کی اس حدیث میں یہ ہے کہ حضور علیہ السلام مکہ میں ۱۹ دن ٹھہرے دوسری روایت

میں ۱۷ دن ٹھہرنے کا ذکر ہے، اور روایت ابوداؤد عن عمران بن حصین میں ۱۸ دن اور روایت نسائی

عن عراق بن مالک میں ۱۵ دن کا ذکر ہے۔ تو یہ حدیثوں میں تعارض نہیں ہے کیونکہ جس راوی نے ۱۹

دن ذکر کئے۔ اس نے مکہ میں داخل ہونے اور مکہ سے واپس ہونے کے دنوں کو شمار کر لیا اور جس نے ۱۷

دن روایت کئے اس نے مکہ سے خروج و دخول کے دو دن ساقط کر دیئے۔ اور جس نے ۱۸ دن روایت

کے اس نے دخول و خروج میں سے ایک کو شمار کیا اور ایک کو ساقط کر دیا اور جس نے ۱۵ دن

روایت کئے اس نے اصل قیام صرف، ۱۷ دن خیال کیا اور دخول و خروج کے دو دن ساقط کر دیئے

تو ۱۵ دن بیان کر دیئے۔ ہکذا جمع البیہقی بین هذا الاختلاف۔ (تحفة الاحوذی ج ۱ ص ۲۸۵)

(۲) واضح ہو کہ احناف کا مسلک یہ ہے کہ جیتک مسافر کسی شہر یا گاؤں میں پندرہ دن

مستقل طور پر قیام کی نیت نہ کرے اس وقت تک مسافر ہی رہے گا۔ اور نماز میں قصر کرے گا۔

تو اگر کوئی شخص کسی شہر میں پندرہ دن سے زائد ٹھہرا مگر اس کا ارادہ مستقل نہ تھا، اسی تردد میں

رہا۔ کہ آج واپسی ہوگی کل واپسی ہوگی حتیٰ کہ سال دو سال بیس سال تک کسی ایک شہر میں اسی طرح

گذر گئے۔ تو ایسی صورت میں چونکہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہیں پائی گئی اسلئے نازیں قصر کیا جائیں

چنانچہ بخاری کی زیر بحث حدیث سے بھی یہی مسئلہ واضح ہوتا ہے حضور علیہ السلام مکہ میں

اس روایت کے بموجب ۱۹ دن ٹھہرے۔ مگر چونکہ آپ نے پندرہ دن مستقل طور پر ٹھہرنے کی نیت

نہیں فرمائی تھی۔ اس لئے آپ نے نماز میں قصر کیا یعنی ظہر و عصر و عشا کی چار رکعتی نماز کو دو دو

رکعت پڑھا چنانچہ اس معنی کی تائید و توثیق حدیث جابر بن عبد اللہ سے بھی ہوتی ہے بلکہ اس میں

خود حضور علیہ السلام نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ میں مسافر ہوں اسلئے قصر پڑھ رہا ہوں ملاحظہ کیجئے عن جابر قال اقامت مع رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم عام الفتح بمكة فاقام ثمان عشرة لا يصلي الا ركعتين ثم يقول لا اهل بالمدن صلوا او بعافا تا قويم سفر (ابن ابی شیبہ)

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر میں حضور کے ہمراہ میں اٹھارہ دن ٹھہرا حضور دو رکعت پڑھتے تھے۔ اس کے بعد وہاں کے باشندوں سے فرماتے تم چار رکعت ہی پڑھو۔ کیونکہ ہم مسافر ہیں۔

دیکھئے اس حدیث میں خود حضور علیہ السلام نے یہ تصریح فرمادی کہ باوجود اسکے کہ میرا قیام مکہ میں ۱۸ دن ہو گیا ہے مگر اس کے باوجود میں مسافر ہوں قصر پڑھتا ہوں اور جو لوگ مکہ کے رہنے والے تھے ان کو حضور نے چار رکعت پڑھنے کی تاکید فرمائی۔ جس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر کوئی شخص کسی شہر میں ۱۸ دن کیا بلکہ سال میں سال تک بھی ٹھہرا ہے اور پندرہ دن ٹھہرنے کی مستقل طور پر نیت نہ کرے مگر وہی ہے کہ آج جانا ہے۔ کل جانا ہے تو اس صورت میں وہ مسافر ہی رہے گا۔ اور نماز میں قصر کریگا۔ اس سلسلہ کی چند حدیثیں یہ ہیں۔ ان پر غور کیجئے مذکورہ بالا مسئلہ ان حدیثوں سے واضح و ثابت ہے۔

(۱) ان النبي صلى الله عليه وسلم اقام بتيكوك عشرين يوم يقصر الصلوة را بود اود، تبوك میں بیس دن ٹھہرے آپ نماز میں قصر کرتے تھے علامہ نووی نے خلاصہ میں فرمایا یہ حدیث صحیح الاسناد اور بخاری و مسلم کی شرط پر ہے۔

(۲) عن ابن عباس قال اقام النبي صلى الله عليه وسلم بخيبر اربعين ليلة يقصر الصلوة (عبد الرزاق)

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام غزوة خیبر میں چالیس رات ٹھہرے۔ نماز میں قصر کرتے تھے۔

(۳) حضرت نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر اور بائجان میں چھ مہینے ٹھہرے نماز میں قصر کرتے تھے اور فرماتے تھے

اذا نذعت اقامه فانتم عبد الرزاق) جب تم قیام کی نیت کر لو تو پھر پوری نماز پڑھو

(۴) مسور بن مخزوم کہتے ہیں کہ ہم حضرت سعد بن وقاص کے ساتھ شام کے ایک گاؤں میں

چالیس رات رہے۔

وکان یصلی رکعتین (بیہقی) تو وہ دو رکعت پڑھتے تھے۔

۵۔ حضرت عباس فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام مکہ میں پندرہ دن رہے۔

یقصر الصلوة (عبدالرزاق) تو نماز میں قصر کرتے تھے۔

۶۔ حضرت ہشام بن عروہ کہتے ہیں کہ انہوں نے سالم بن عبدالشر سے اس مسافر کے متعلق پوچھا۔

عن المسافر اذا كان لا یدری حتیٰ

یخرج یقول اخرج الیوم بل اخرج غداً

بل الساعة فکان کذا اللہ حتیٰ یاتی علیہ

لیال کثیرة یقصر ام ما یصنع قال

یقصر ان تبادی بہ ذلک شہراً (موطا امام احمد)

فرمایا قصر پڑھے اگرچہ اس پر ایک مہینہ ہی کموں گزر جائے۔

دیکھئے ان حدیثوں میں پندرہ دن چالیس دن بیس دن چھبیسے ٹھہرنے کے ذکر کے ساتھ قصر کا بھی ذکر ہے جس سے واضح ہوا کہ جب تک پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کی جائے۔ اس وقت تک قصر ہی پڑھی جائے گی خواہ کتنے دن ہی ٹھہرنا ہو جائے جیسا کہ حدیث میں تو مستند کو بالکل ہی واضح کر دیا گیا ہے۔ فافہم

سفر میں قصر ضروری ہے ؟

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ

عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ إِلَى قَوْلِهِ عَدًّا أَبًا

مُهَيِّنًا

اور عزوجل نے فرمایا جب تم زمین میں چلو

یعنی مسافر ہو تو تم کو نماز کے قصر کرنے میں کوئی

گناہ نہیں۔ (خبرائیت عذاباً مہیناً تک۔)

ان تقصیر سے امام شافعی علیہ الرحمۃ نے یہ رائے قائم کی کہ بحالت سفر نماز کے قصر یا تمام کا اختیار دیا گیا ہے یعنی خواہ چار رکعتی نماز میں قصر کرے یا پوری پڑھے اور پوری پڑھنا افضل ہے

حضور علیہ السلام نے فرمایا

صَدَقَةٌ تَصَدَّقُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْكُمْ
فَاقْبَلُوا صَدَقَةَ رَسُولِ

چار رکعتی نماز میں قصر، اللہ تعالیٰ نے تم پر
صدقہ کیا ہے تو اس کو قبول کرو۔

تو قصر کو صدقہ فرمایا اور متصدق علیہ صدقہ کے قبول کرنے اور نہ کرنے میں مختار ہوتا ہے اور
سیدنا امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک سفر میں قصر عزیمت ہے۔ رخصت نہیں یعنی بحالت سفر چار
رکعتی نماز میں قصر کرنا ضروری ہے پوری پڑھنا جائز نہیں۔

۱۔ فرضت الصلاة رکعتین رکعتین

حضرت عائشہ سے روایت ہے حضور علیہ السلام نے

فاقرت صلاة السفر وزیدت

فرمایا اول نماز کی دو دو رکعتیں فرض ہوئی تھیں تو

صلوات الحضری بخاری وسلم

سفر کی نماز دو رکعت ہی مقرر رہی اور حضر کی نماز میں اضافہ ہوا

۲۔ فرض الله الصلاة على اللسان

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ تمہارے نبی کی زبان

نبیکم فی الحضر اربع رکعات فی

مبارک پر اللہ تعالیٰ نے حضر میں چار رکعت اور سفر میں

السفر کعتان و فی الخوف رکعة وسلم

دو رکعت اور بحالت خوف ایک رکعت نماز فرض کی۔

۳۔ صلوة السفر کعتان وصلوة الضحی

حضرت عمر نے فرمایا کہ زبان محمد رسول اللہ

رکعتان وصلوة الفطر رکعتان وصلوة

پر اللہ تعالیٰ نے سفر کی دو رکعت، عید

الجمعة رکعتان تمام غیر قصص علی لسان

بقر عید اور جمعہ کی دو رکعت فرض کیں۔

نبیکم محمد صلی اللہ علیہ وسلم نسائی وابن ماجہ ابن جان) پوری بغیر قصر کے۔

یہ حدیثیں نص صریح ہیں کہ بحالت سفر چار رکعتی نماز دو رکعت ہی منجانب اللہ فرض کی گئی

ہیں۔ لہذا اس فرض پر زیادتی جائز نہیں ہونی چاہیے۔ اور حدیث مسلم کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ

قصر کو حضور نے صدقہ فرمایا اور صدقہ کے قبول کرنے اور نہ کرنے کا اختیار ہوتا ہے مگر اس صدقہ

کے متعلق تو خود شارع نے یہ تخصیص فرمادی کہ اس کو قبول نہ کرنے کا اختیار ہی نہیں ہے چنانچہ

فرمایا۔ قَابِلُوا صَدَقَةَ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْكُمْ کہ اس صدقہ کو قبول کرو۔ اور امر و وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ اور

یہاں عدم وجوب پر عمل کرنے کے لئے کوئی قرینہ بھی نہیں ہے۔ بلکہ وجوب پر مذکورہ بالا تینوں

حدیثیں دال ہیں۔

نماز اشراق

حضرت سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص فجر کی نماز باجماعت پڑھے کر ذکر الہی میں مشغول رہا یہاں تک کہ آفتاب نکل کر بن رہ گیا پھر اس نے دو رکعت نفل پڑھے تو اسے پورے حج و عمرہ کا ثواب ملے گا۔ نماز اشراق دو رکعت نفل میں جو فجر کی نماز کے بعد مسجد میں سورج کے ایک نیزہ بلند ہونے (یعنی سورج کے پورے نکل آنے پر) پڑھے جاتے ہیں، بہتر ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیتہ الکرسی خالداً و نون تک پڑھے اور دوسری رکعت میں اَمِنَ الرَّسُولُ اٰخِرَتَاکَ پڑھے۔ اگر یہ آیات یاد نہ ہوں تو جو یاد ہوں وہ ہی پڑھے اور اس کے بعد دعائے مستورات تمام نوافل و فرض اپنے گھر ہی میں لو اگر میں مسجد کا ثواب انہیں گھر میں مل جائے گا۔ (ترمذی شریف)

حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھیں اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں سونے کا محل بنائے گا اور جو چاشت

نماز چاشت

کی ہمیشہ دو رکعتیں پڑھے اسکے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگر سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں (ترمذی و ابن ماجہ) نماز چاشت کی کم از کم۔ راتوں رات سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں۔ اس کا وقت آفتاب بلند ہونے سے زوال سے پہلے تک ہے (یعنی نصف النہار شرعی تک ہے)۔

یہ نفل مغرب کے فرض اور سنت کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ نماز اوّابین کی زیادہ سے زیادہ بیس اور کم سے کم چھ رکعت نفل ہیں۔ یہ نوافل بھی باعث برکت و رحمت ہیں۔

اوّابین

نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنت میں ایک محل ہے اور یہ اس کیلئے ہے جو رتجد پڑھے (حاکم) نیز فرمایا رات میں عبادت کرنے والے

نماز تہجد

جنت میں بغیر حساب کے داخل ہونگے (خلاصہ حدیث) عشا کی نماز کے بعد سو کر اٹھیں اور نفل پڑھیں۔ یہ تہجد کے نفل کہلاتے ہیں۔ ان کیلئے عشا کے بعد سونا شرط ہے۔ تہجد کی کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ آٹھ یا بارہ رکعتیں ہیں جتنی توفیق ہو اتنی پڑھیے۔

درود شریف۔ صَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْآلِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةٌ وَسَلَامًا
عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ۔ یہ درود شریف ایک سو بار جمعہ کی نماز کے بعد پڑھا جائے یہ درود شریف حصولِ فضلِ عظیم و منافع کثیر کے لئے مجرب ہے۔

جمعہ اور اس کے مسائل و فضائل

جمعہ میم کے پیش کے ساتھ مشہور ہے اور اعمش نے میم کے سکون کے ساتھ اور واحدی عن فرأ سے میم کا فتح اور زجاج سے میم کا کسرہ منقول ہے، ایام جاہلیت میں جمعہ کو عربہ کہتے تھے۔ بلکہ ساتوں دنوں کے نام ان کے ہاں اور تھے۔ وہ (۱) سبت (مہفتہ) کو شبآما (۲) یوم الاحد (اتوار) کو اول (۳) یوم الاثنين (پیر) کو اھون (۴) یوم الثلاثاء (منگل) کو جبتا (۵) یوم الاربع (بدھ) کو دباآما (۶) خمیس (جمعرات) کو موئس اور (۷) جمعہ کو عربہ کہتے تھے۔ جمعہ کو جمعہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس دن ایک جگہ جمع ہو کر عبادت کی جاتی نماز پچگانہ کو بھی باجماعت پڑھنا ضروری ہے۔ مگر فرض نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص کسی وقت کی نماز باجماعت ادا نہ کر سکے تو تنہا بھی پڑھ سکتا ہے۔ مگر جمعہ کی نماز ایک ایسی عبادت ہے جس کیلئے جماعت شرط ہے اور جو بغیر جماعت کے ادا ہی نہیں ہوتی۔ اس سلسلہ کی چند احادیث یہ ہیں جن میں جمعہ کی اہمیت و فرضیت اور بلا عند شرعی ترک جمعہ پر سخت و شدید وعیدیں ہیں۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

(۱) ان الله كتب عليكم الجمعة في

مقامي هذا في ساعتي هذا في

شھری هذا في يوم القيمة (طبرانی فی الاوسط)

۲۔ جس شخص نے جمعہ کی اذان سنی اور نماز کے لئے نہ آیا، پھر دوسرے جمعہ سنی اور نہ آیا، اسی

طرح مسلسل تین جمعہ تک کرتا رہا، تو اس کے دل پر مہر لگا دی جاتی ہے۔

طبع علی قلبه فجعل قلب منافق (طبرانی) اور اس کا دل ایک منافق کا دل بنا دیا جاتا ہے۔

۳۔ لوگ جمعہ کی نمازیں ترک کرنے سے باز آئیں۔

اولنجمن الله علی قلوبهم ثم

لیکونن من الغافلین (مسلم) ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر فرمادے گا پھر وہ غفلت میں مبتلا ہو کر رہیں گے۔

۴۔ میں نے چاہا کہ اپنی جگہ کسی کو نماز پڑھانے کے لئے مقرر کروں۔

شہرا حرق علی رحال یتخلفون عن

الجمعة بیوتہم مسلم واحد

۵۔ جو کوئی اللہ روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔ اس پر جمعہ کے دن نماز فرض ہے۔

فمن استغنی بلہوا و تجارة استغنی

اللہ عنہ واللہ غنی حمید (دارقطنی)

پھر جو کسی کھیل تماشے یا تجارت کی وجہ سے بے پڑانی

بستے اللہ اس سے بے نیازی بتے گا اور اللہ پاک سے نیاز

جمعہ کی فضیلت و اہمیت کے سلسلہ میں چند حدیثوں کے خلاصے یہ ہیں۔

فضائل جمعہ

۱۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (۶)، جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے۔ اللہ کے نزدیک عید الفضحیٰ و عید الفطر سے بھی اعظم ہے۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا۔ اسی میں ان کو زمین پر اتارا۔ اسی دن ان کو وفات دی۔ جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت ہے کہ بندہ اس وقت جس چیز کا سوال کرے۔ وہ اسے عطا فرمائے گا۔ جبتک حرام کا سوال نہ کرے اور اسی دن قیامت قائم ہوگی (احمد و ابن ماجہ (۷)، جمعہ کیسینوں کا حج ہے (ابن عساکر (۸)، جمعہ کے دن نیکی کرنے کا ثواب دگنا ملتا ہے (طبرانی (۹)، جمعہ کے دن مرنے والا فتنہ قبر سے محفوظ ہے۔ (ترمذی و احمد (۱۰)، جمعہ گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے (ابن ماجہ (۱۱)، جمعہ افضل الایام ہے۔ اسی میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی میں انتقال کیا، نفخہ و صحقہ بھی اسی میں ہے۔ جمعہ کے دن مجھ پر درود کی کثرت کرو۔ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے (نسائی و ابن ماجہ (۱۲)، جمعہ کے دن مجھ پر درود کی کثرت کرو کہ یہ دن مشہور ہے۔ اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں (ابن ماجہ (۱۳)، جمعہ کے دن غسل کرنا وضو و مسواک کرنا، ناخن ترشوانا، اچھے ستھرے کپڑے پہننا۔ عمامہ باندھنا، تیل و خوشبو لگانا۔ مستحب ہے۔ (طبرانی، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، موطا امام محمد)۔

قرآن مجید میں جمعہ کی فرضیت و اہمیت تو اس قوت کے

وجوب جمعہ کی شرطیں

ساتھ بیان کی گئی ہے کہ جمعہ کے لئے سعی کرنے اور تمام کاروبار چھوڑ دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ مگر جمعہ کی نماز کہاں اور کب پڑھی جائے کس پر جمعہ واجب ہے اور کس پر نہیں۔ یہ سب امور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر چھوڑ دینے گئے۔ پھر

ایک جمعہ ہی کیا۔ قرآن مجید میں سوائے چند امور کے باقی پورے دینی نظام کے صرف اصول ہی بتائے گئے ہیں لیکن انکی جزئیات کی تبیین و تشریح حضور علیہ السلام کے قول و عمل پر مبنی قرار دی گئی ہے۔ چنانچہ جمعہ کے متعلق بھی تفصیلی امور میں حضور کے ارشادات اور آپ کے متواتر عمل سے ہی ملتے ہیں فقہاء کرام نے ارشادات نبوی سے جمعہ کے واجب ہونے کی حسب ذیل شرائط اخذ کی ہیں یعنی جن افراد میں یہ شرطیں پائی جائیں ان پر جمعہ کی نماز پڑھنا فرض ہے۔ اور اگر ان میں سے ایک بھی معدوم ہو تو جمعہ فرض نہیں ہے۔ وہ شرائط یہ ہیں۔

۱، عاقل ہو مجنون نہ ہو (۲) بالغ ہو نابالغ نہ ہو۔ عاقل و بالغ ہونا خاص جمعہ ہی کیلئے نہیں بلکہ ہر عبادت کے لئے شرط ہے (۳) شہر میں مقیم ہو مسافر نہ ہو (۴) صبح و تندرست ہو بیمار یا معذور نہ ہو۔ مریض سے مراد وہ ہے جو مسجد جمعہ تک نہ جاسکتا ہو یا چلا تو جائیگا۔ مگر مرض بڑھ جائیگا یا دیر میں اچھا ہوگا۔ شیخ فانی مریض کے حکم میں ہے۔ اسی طرح نابینا پر بھی جمعہ فرض نہیں اور اپنا ج پر بھی۔ اگرچہ یہ دونوں خود مسجد تک جاسکیں یا کوئی انہیں پہنچا دے کیونکہ یہ معذور ہیں۔ اسی طرح جس کو بادشاہ یا چور یا کسی ظالم کا خوف ہو۔ یا مینہ آندھی یا سردی ہو یعنی ایسی بارش یا آندھی یا سردی ہو کہ جس سے نقصان پہنچنے کا خوف صحیح ہو تو یہ بھی عذر شرعی ہے اور ایسی صورت میں بھی جمعہ فرض نہیں۔ یہ ہی حکم قیدی کا ہے (۵) آزاد ہو مملوک نہ ہو۔ (۶) مرد ہو۔ بچہ اور عورت پر جمعہ فرض نہیں۔

اور ان شرائط کا ماخذ حدیث ذیل ہے۔ طارق بن شہاب سے روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

۱۔ الجمعة حق واجب علی کل مسلم فی
جماعة الا لایعة عبد مملوک او
امرأة اوصی او مریض (ابوداؤد)
جمعہ ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ واجب
ہے۔ مگر یہ چار عبد مملوک، عورت، بچہ
اور مریض۔

۲۔ اور حضرت جابر سے روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر
فعلیہ الجمعة الا امرأة او مسافر او
عمدا او مریضا۔ (دارقطنی و بیہقی)
جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے
اس پر جمعہ واجب ہے مگر عورت، مسافر
غلام اور مریض۔

۳۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

خمسۃ لاجمعة علیہم الموات و
المسافر والعبد الصبی واهل البادية۔
پانچ قسم کے لوگوں پر جمعہ نہیں بخورت مسافر
غلام بچہ اور دیہاتیوں پر (طبرانی فی الاوسط)

۴۔ حضرت ابن عمر سے روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

الجمعة واجبة الا ما ملکت ايما نكہ
جمعہ واجب ہے مگر ان پر نہیں جو تمہاری ملک
او ذی علة (طبرانی۔ فی الکبیر و صیغی فی شعبین اللہان) میں ہوں (غلام) یا بیمار ہو۔

فائدہ ۸۔ جن افراد میں وجوب جمعہ کی شرطیں نہ پائی جائیں یعنی ان پر جمعہ فرض نہ ہو جیسے مسافر غلام مریض تو اگر یہ جمعہ میں شریک ہوں تو جمعہ ہو جائیگا۔ بلکہ مرد عاقل و بالغ کیلئے جمعہ فرض نہ ہونے کی صورت میں بھی جمعہ پڑھنا افضل ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا حدیث کا بھی یہی مطلب ہے کہ اگر مذکورہ بالا لوگ جمعہ کی نماز پڑھیں تو درست ہے چنانچہ عہد نبوی میں عورتیں اور غلام جمعہ میں شریک ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ اندھوں اور پا بھول کو بھی اگر کوئی مسجد میں پہنچا دیتا یا وہ خود کسی طرح پہنچ جاتے تو جمعہ کی نماز ادا کر لیتے تھے۔ ان میں سے کسی کو حضور علیہ السلام یا صحابہ کرام نے یہ نہیں فرمایا کہ تم پر جمعہ فرض ہی نہیں ہے۔ لہذا تم ظہر پڑھو۔ ورنہ ترک ظہر کی وجہ سے گنہگار ہونگے۔ اس بنا پر ہمارے فقہاء نے فرمایا کہ وہ لوگ جن پر جمعہ فرض ہی نہیں ہے۔ وہ جمعہ پڑھیں تو جائز ہے کیونکہ ان لوگوں سے فرض جمعہ کے سقوط کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اس نماز میں کوئی ایسی بات ہے جو ان کی شرکت سے مانع ہو۔ بلکہ ان کو تکلیف سے بچانے کے لئے مستثنیٰ کیا گیا اگر یہ اس تکلیف کو برداشت کر لیں تو پھر ادا نماز میں یہ بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ مساوی ہونگے (مبسوط ج ۲ ص ۲۴) ہاں جن کو رعایت دی گئی ہے یعنی غلام۔ مسافر مریض وغیرہ۔ وہ اگر اس رعایت سے فائدہ اٹھائیں اور جمعہ کی نماز میں شریک نہ ہوں تو نہ ان سے آخرت میں کوئی باز پرس ہوگی اور نہ اس دنیا میں ان پر زبان طعن دراز کرنا جائز ہوگا کیونکہ جب خود شارع علیہ السلام نے انہیں رعایت دی ہے۔ تو کسی کو نہ تو اس رعایت کے چھیننے کا اختیار ہے اور نہ رعایت سے فائدہ اٹھانے والوں پر اعتراض کا حق ہے۔

ادائے جمعہ کی شرائط | یہ تو تھیں وجوب جمعہ کی شرطیں جو مصلیٰ کی ذات میں پائی جاتی
ضروری تھیں۔ دوسری قسم کی وہ شرائط ہیں جو ادائے جمعہ اور صحبت

جمعہ کے لئے جنہیں رکن قرار دیا گیا ہے یعنی جہاں یہ شرطیں پائی جائیں۔ وہاں جمعہ پڑھا جائیگا۔ اور جہاں ان میں سے ایک بھی مفقود ہو وہاں جمعہ ادا ہی نہ ہوگا۔ وہاں کے لوگوں کیلئے ظہر پڑھنا فرض ہے۔ جمعہ کی نماز اگر پڑھیں گے تو وہ نفل قرار پائیں گی اور ظہر پڑھنا پھر بھی ان کے لئے فرض ہوگا۔ وہ شرط یہ ہیں۔

یعنی جو وقت نماز ظہر کے لئے مقرر ہے وہی جمعہ کے لئے ہے اور
اول وقت ظہر کا ہونا دلیل اس کی حضور علیہ السلام کا عمل متواتر ہے کہ حضور علیہ السلام اور

صحابہ کرام نے جمعہ کی نماز ہمیشہ ظہر کے وقت پڑھی۔ لہذا جمعہ کا وقت ظہر کا وقت ہے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام زوال کے بعد جمعہ ادا فرماتے تھے یصلی الجمعة حين تميل الشمس بخاری ترمذی۔ ابوداؤد

دوم خطبہ خطبہ بھی ادا جمعہ کی شرط ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام نے کبھی خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں پڑھا۔ لہذا جمعہ کی نماز کے لئے خطبہ بھی ضروری ہے اور خطبہ کے لئے یہ امور بھی شرط ہیں۔ وقت میں ہو۔ نماز سے پہلے ہو۔ جماعت کے سامنے ہو جو جمعہ کے لئے شرط ہے یعنی خطیب کے سوا تین مردوں کا ہونا اور اتنی آواز سے ہو کہ پاس والے سُن لیں۔ اور دلیل اس کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا عمل متواتر ہی ہے (۲) خطبہ ذکر الہی کا نام ہے۔ اگرچہ ایک بار الحمد لله یا سبحن الله یا لا اله الا الله کہا۔ اسی قدر سے فرض ادا ہو گیا مگر اتنے پر التفاکرنا ما کرہ۔

جمعہ کے خطبہ کے مسائل خطبہ میں یہ چیزیں سنت ہیں۔ خطیب کا پاک ہونا۔ کھڑا ہو کر خطبہ دینا۔ خطبہ سے پہلے خطیب کا بیٹھنا۔ خطیب کا منبر پر

ہونا۔ سامعین کی طرف منہ ہونا اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا۔ حاضرین کا متوجہ با نام ہونا۔ خطبہ سے پہلے اَعُوذ بِاللّٰهِ اَجْمَعَةً پڑھنا۔ اتنی زور سے خطبہ پڑھنا کہ لوگ سن سکیں۔ الحمد سے شروع کرنا۔ اللہ عزوجل کی ثنا کرنا۔ اللہ عزوجل کی وحدانیت اور رسول کریم کی رسالت کی شہادت دینا۔ حضور پر درود بھیجنا۔ کم از کم ایک آیت کی خطبہ میں تلاوت کرنا۔ پہلے خطبہ میں وعظ و نصیحت ہونا۔ دوسرے میں حمد و ثناء و شہادت و درود کا اعادہ کرنا۔ دوسرے خطبہ میں مسلمانوں کیلئے دعا کرنا۔ دونوں خطبے ہلکے ہونے۔ دونوں خطبوں کے درمیان بقصد میں آیت پڑھنے کے بیٹھنا۔

بہتر یہ ہے کہ منبر محراب کے بائیں جانب ہو۔ دوسرے خطبہ میں آواز بہ نسبت پہلے خطبہ کے پست ہو۔ اور خلفاء راشدین و عمین کرمین حضرت حمزہ و عباس رضی اللہ عنہم کا ذکر ہو۔ خطبہ میں بادشاہ اسلام کی ایسی تعریف جو اس میں نہ ہو حرام ہے۔ جیسے مالک رقاب الامم کہ یہ محض جھوٹ اور حرام ہے۔

مذکورہ بالا مسائل حسب ذیل حدیثوں سے اخذ ہوئے ہیں۔

- ۱۔ عن السائب بن یزید قال کان یوذن بین یدی رسول اللہ اذا جلس علی المنبریوم الجمعة علی باب المسجد البعاعہ
- ۲۔ کان یوذن بلال علی باب المسجد علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر وطلحی و ابن حزمیر
- ۳۔ وعن ابن عمر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اخرج یوم الجمعة فقعد علی المنبر اذن بلال (عما فی المستدرک)
- سائب ابن یزید کہتے ہیں کہ ٹوذن حضور کے سامنے مسجد کے دروازہ پر جمع کے دن اس وقت اذان دیتا جبکہ حضور منبر پر جلوہ فرما ہو جاتے۔
- ابھی سے مروی ہے کہ حضرت بلال حضور کے عہد مبارک میں اور حضرت ابو بکر و عمر کے زمانہ میں مسجد کے دروازہ پر اذان دیتے تھے۔
- حضرت ابن عمر فرماتے ہیں جب حضور جمعہ کے دن برآمد ہو کر منبر پر جلوہ فرما ہو جاتے تو بلال آذان دیتے۔

ان احادیث سے واضح ہوا کہ خطبہ کی اذان خطیب کے سامنے ہو اور خارج مسجد ہو اور اذان اس وقت ہو جبکہ خطیب منبر پر بیٹھ جائے۔

- ۴۔ حضرت عطا سے مرسل مروی ہے کہ جمعہ کے دن جب حضور علیہ السلام منبر پر جلوہ افروز ہوتے۔ استقبال الناس بوجہہ (مصنف عبد الرزاق) تو اپنا چہرہ سامعین کی طرف رکھتے تھے۔
- ۵۔ حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام جب منبر پر جلوہ فرما ہوتے۔ جلس قبل الخطبة جلوسة خفیفة (بخاری) تو آپ خطبہ کیلئے کھڑے ہونے سے قبل ذرا دیر بیٹھ جاتے۔
- ۶۔ حضرت جابر بن سمرہ فرماتے ہیں حضور علیہ السلام جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرماتے۔ یخطب قائما ثم یجلس ثم یقوم فیخطب قائما (ابوداؤد مسلم نسائی) تو کھڑے ہو کر خطبہ دیتے پھر بیٹھتے پھر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے۔

- ۷۔ حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام کے جمعہ کے دن۔
خطبتان یجلس بینہما یقرء القرآن ویذکر للناس مسلم،
دو خطبے ہوتے۔ دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھے
قرآن پڑھتے اور وعظ فرماتے۔
- ۸۔ جابر ابن سمرہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور کو جمعہ کے خطبہ دیتے ہوئے دیکھا۔
یخطب یوم الجمعة قائما ثم یقع
قد لا یتکلم ثم یقوم یخطب خطبة
آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا پھر بیٹھ گئے۔
(خاموش) پھر کھڑے ہوئے اور دوسرے خطبہ
دیا۔
اخروی رسائی)
- ۹۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام جمعہ کے خطبہ میں
یحمد الله ویثنی علیہ وقد علا
اللہ کی حمد و ثنا فرماتے اور بلند آواز
صوتہ (مسلم)
سے خطبہ دیتے۔
- ۱۰۔ احمدیث سے واضح ہوا۔ جمعہ کے لئے دو خطبے دیتے جابیں۔ دونوں خطبوں کے درمیان
ذرا دیر بیٹھا جائے اور خطبے اللہ کی حمد و ثنا اور وعظ و تذکیر پر مشتمل ہوں اور اس میں قرآن پاک
کی کوئی آیت تلاوت کی جائے۔
- ۱۱۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔
اذ قال لصاحبك انصت والامام
یخطب یوم الجمعة فقد لغوت۔
جب تم نے اپنے ساتھی سے کہا خاموش رہو
درال حالیکہ امام خطبہ دے رہا ہو تو اس
نے لغو کام کیا۔
(بخاری مسلم، ابوداؤد و ترمذی)
- ۱۲۔ ثم انصت حتی یفرغ الامام من
خطبة ثم یصلی (مسلم)
حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ جمعہ کا خطبہ
خاموشی سے سنو۔ پھر نماز پڑھو۔
- ۱۳۔ اذا قام على المنبر استقبله
الناس۔ رابن ماجہ
حضور جب خطبہ کیلئے منبر پر جلوہ فرما ہوتے
تو لوگ امام کی طرف متوجہ ہو جاتے۔
- ۱۴۔ امرنا رسول الله صلى الله عليه
وسلم باقصار الخطب (ابوداؤد)
ہمیں حضور نے خطبہ کو مختصر رکھنے کا حکم دیا۔
جابر ابن سمرہ کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن حضور کا خطبہ

۱۵۔ انما هن کلماتٌ یسیرات (الوداع) طویل نہیں ہوتا تھا بلکہ مختصر کلمات ہوتے تھے۔
 ان احادیث سے واضح ہوا کہ خطبہ خاموش بیٹھ کر سنا جائے۔ بوقت خطبہ لوگ اٹاک کی طرف
 توجہ ہوں خطبہ کے وقت سلام و کلام نہ ہو۔ خطبہ مختصر ہو۔ زیادہ لمبا خطبہ نہ ہو کہ لوگوں پر بار ہو
 یعنی اداۓ جمعہ کے لئے خطیب کے سواتین مردوں کا ہونا ضروری ہے۔
سوم جماعت | اگر تین مرد غلام یا مسافر یا بیمار ہوں تو بھی جمعہ صحیح ہے۔ صرف عورتیں یا
 بچے ہوں تو نہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

الجمعة واجب علی کل مسلم فی جماعۃ (دارقطنی) جمعہ ہر مرد مسلمان پر جماعت کے ساتھ واجب ہے
 یعنی وہ جگہ ایسی ہو۔ جہاں ہر شخص کو بلا روک ٹوک آنے جانے کی اجازت
 ہو تو اس کا دروازہ کھلا ہو جس کا جی چاہے آئے۔ کوئی روک ٹوک نہ ہو۔
چہارم اذن عام | حتیٰ کہ اگر جامع مسجد میں جب لوگ جمع ہو گئے اور دروازہ بند کر کے جمعہ پڑھا۔ جمعہ نہ ہو گا۔ اسی طرح
 بادشاہ نے اپنے مکان میں یا اپنی رہائش گاہ کی مسجد میں جمعہ قائم کیا اور دروازہ پر دربانوں کو بٹھا دیا
 کہ لوگوں کو آنے نہ دے یا کارخانہ یا دفاتر کے وہاں جمعہ ہو اور عام لوگوں کو اندر آنے کی اجازت نہ ہو۔ تو
 ان سب صورتوں میں جمعہ نہ ہو گا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جمعہ کبھی پرائیویٹ مکانات میں نہیں پڑھا
 گیا۔ حضور علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کرام نے ہمیشہ ایسی جگہ جمعہ پڑھا جہاں ہر مسلمان کو حاضر
 ہونے کی عام آنادی ہو۔ لہذا جمعہ کے لئے اذن عام ضروری ہے۔

مگر یہ کوئی صحت جمعہ کے لئے لازمی شرط نہیں ہے کہ بادشاہ
شرط پنجم بادشاہ اسلام | ہی کی اجازت سے جمعہ قائم ہو سکے۔

اسی لئے ہمارے فقہاء نے یہ تصریح کی ہے۔ بادشاہ اسلام کی شرط شرط
 اولویت ہے۔ شرط صحت نہیں ہے۔

(۲) جامع الرموز میں ہے کہ سلطان سے مراد حاکم اکبر ہے جس کے زیر دست باقی حکام ہوں۔
 خواہ وہ عادل ہو یا ظالم اور اطلاق عبارت مشعر ہے کہ سلطان کا مسلم ہونا صحت جمعہ کیلئے
 شرط نہیں۔

لان الاسلام لیس بشرط و هذا اذا یہ بھی اس صورت میں ہے جبکہ اس سے اجازت

امکن استیذانہ والا فالسلطان
لیس بشرط فاجتمعو علی رجل
جائزاً۔
طلب کرنا ممکن ہو۔ ورنہ پھر جمعہ کیلئے سلطان شرط
نہیں تو اگر لوگ متفق ہو کر ایک شخص کو امام مقرر کریں
تو جمعہ جائز ہے۔

۴۱) صاحب بدائع نے اس کی دلیل میں لکھا ہے کہ جب بیتنا عثمان غنی محصور ہو گئے تو مسلمانوں نے
حضرت علی کریم اللہ وجہ کو امام مقرر کر کے جمعہ کی نماز لو اکی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس فتنہ کے موقع پر نہ تو
حضرت عثمان سے اجازت طلب کرنے کی کسی کو بہت تھی اور نہ حضرت علیؑ اس وقت خلیفہ اور امام
مقرر ہوئے تھے۔ فلعمدان اقامة الجمعة غیر مشروطة عندہم بالاذن۔ اس واقعہ سے
معلوم ہوا سلطان کا ہونا صحت جمعہ کے لئے شرط نہیں ہے۔ ورنہ صحابہ کرام بلا اذن امام محض
اپنی اجازت و اتفاق سے جمعہ نہ پڑھتے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔

ذکر الکرخی انه لا باس ان یجمع
الناس علی رجل یصلی بہم الجمعة وھکذا
امرئی عن محمد ذکرہ فی العیون
کرخی نے ذکر کیا اس میں کوئی حرج نہیں کہ
لوگ کسی ایک کو امام مقرر کر کے جمعہ پڑھیں امام
محمد علیہ الرحمتہ سے بھی یہی روایت ہے (عیون میں)

اس علامہ بحر العلوم نے بھی وسائل الارکان میں مذکورہ بالا واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے شرط سلطان
کو صحت جمعہ کی ضروری شرط ہونے کی نفی فرمائی ہے۔

۴۲) مولانا عبدالحی علیہ الرحمۃ نے عمدۃ الرعا یہ میں تصریح کی۔

انما هو علی سبیل الاولیۃ حیث لا
تتعد الجمعة و حیث تعددت
فلا حاجة إلی ذلک
شرط سلطان اولویت کی شرط ہے تاکہ جمعہ
متعدد جگہ نہ ہو۔ مگر جب متعدد جگہ ہو تو اب
اس شرط کی حاجت نہیں۔

۵) حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی اشعة اللغات و فتح المنان میں لکھتے ہیں شرط سلطان
صحت جمعہ کے لئے نہیں۔ بلکہ قطع منازعت کے لئے ہے کیونکہ جمعہ و عیدین مجمع عظیم کے ساتھ ادا ہوتی ہے
تو ممکن ہے کہ امامت پر جھگڑا ہو تو اگر حاکم ہو گا تو اس کا احتمال نہ ہو گا پھر صاحب مدایہ کی رائے
لکھ کر فرماتے ہیں۔

وظاہرہ لا یفید الاولیۃ والاحتیاط
کہ ظاہر ہے ہی ہے شرط سلطان اولویت کی شرط ہے

عقلاً لا لا اشتراط و عدم جوازا
الصلوٰة بد و نه شرعاً۔
احتیاطاً و عقلاً نہ کہ شرعاً کہ سلطان کی اجازت
کے بغیر جمعہ جائز ہی نہ ہو۔

(۷) علامہ بحر العلوم علیہ الرحمۃ نے رسائل الارکان میں مزید لکھا کہ

لما اطلع علی دلیل یفید اشتراط
امر السلطان و ما فی الهدایہ دای کا
یثبت به الاشتراط لا طلاق
نصوص و جوب الجمعة (رسائل اللکان)
یہ کہ کسی دلیل پر مطلع نہیں ہوا جو سلطان کی شرط
کو مفید ہو اور صاحب ہدایہ کا ارشاد یہ انکی رائے
ہے جو دلیل اشتراط نہیں بن سکتی کیونکہ وجوب جمعہ کی
نصوص مطلق یعنی نصوص میں یہ شرط نہیں ہے
غرضیکہ سلطان اسلام کے حضور اور اذن کی قید محض احتیاطی و عقلی ہے اور رفع منازعت کے لئے
ہے کسی نص صریح پر مبنی نہیں ہے۔ لہذا اگر سلطان اسلام نہ ہو یا وہ اقامت جمعہ کے فرائض ادا نہ کرے
تو مسلمان متفق ہو کر کسی کو امام مقرر کر کے جمعہ پڑھ لیں تو جائز و درست ہے۔ جامع الروایہ میں ہے۔

۱۔ فقہائے سلطان اسلام کی شرط جو بعض مصالح کی بناء پر مقرر کی ہے۔ اس کا ماخذ حسب ذیل احادیث ہو
سکتی ہیں (۱) حضور علیہ السلام نے فرمایا جس نے جمعہ کو معمولی چیز اور ہلکا جان کر چھوڑ دیا۔ درال حالیہ کہ۔

۱۔ ولہ امام جائز او عادل فلا جمع
ادلہ شملہ ربدائع ج ۱ ص ۲۷۱
۲۔ حضرت حسن بصری کا قول ہے۔

اربع الی السلطان منها اقامة
الجمعة والعیدین (ابن ابی شیبہ)
چار چیزیں سلطان سے متعلق ہیں۔ ان میں سے
اقامت و جمعہ عیدین بھی ہے۔

ظاہر ہے حدیث مذکورہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ امام یا سلطان کے بغیر اقامت جمعہ جائز ہی نہ ہو حدیث
کا مطلب تو یہ ہے جہاں اسلامی نظام جماعت قائم ہو۔ وہاں جمعہ کا ترک کرنا اور بھی زیادہ شدید گناہ ہے۔ اسی طرح اثر
حسن بصری کا مفہوم یہ ہے کہ ان چار چیزوں کا اہتمام سلطان کو کرنا چاہئے یا یہ کہ سلطان اگر موجود ہو تو ان
چیزوں کے اہتمام کا حق اسکو ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں نکلتا کہ سلطان اسلام نہ ہو یا ہو تو محروم وہ
ان چیزوں کا اہتمام ہی نہ کرے تو یہ کام بند ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ لڑکی کی شادی کرنا باپ کا کام ہے یا
باپ کا حق ہے تو اس کا یہ مطلب نہ ہوگا کہ اگر باپ نہ ہو تو لڑکی بیٹھی رہے۔

کل مصر فیہ وال من جهة کافر جاز
ہر وہ شہر جس میں کافر کا مقر کردہ حاکم موجود ہو
فیہ اقامۃ الجمعة والعیدین
وہاں بھی جمعہ وعیدین کا قائم کرنا جائز ہے۔

ششم مصر
یعنی صحت ادا کے لئے شہر یا فنا شہر کا ہونا شرط ہے اور اخصاف کے
نزدیک گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ہے۔ شہر کی تعریف میں فقہاء کے گو متعدد قول
ہیں لیکن صحیح اور مفتی ہے اور معمول ہے تعریف سیدنا امام عظیم علیہ الرحمۃ کے نزدیک یہ ہے کہ شہر وہ جگہ
ہے جس میں متعدد کوچے اور بازار ہوں اور وہ ضلع یا پرگنہ ہو اور اس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں
اور وہاں کوئی حاکم ہو جو اپنے دیدہ و سطوت کے سبب مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے۔ یعنی
انصاف پر قدرت کافی ہے۔ اگرچہ ناانصافی کرتا اور بدلہ نہ لیتا ہو۔

(۲) اور شہر کے اس پاس کی جگہ جو شہر کی مصلحتوں کے لئے ہو اسے فنا مصر کہتے ہیں جیسے قبرستان
گھوڑ دوڑ کا میدان فوج کے رہنے کی جگہ کچھ یا اسٹیشن کہ یہ چیزیں شہر سے باہر ہوں۔ تو فنا شہر
میں ان کا شمار ہے اور وہاں جمعہ جائز ہے۔ چنانچہ حضرت علی و حضرت حذیفہ بن الیمان حضرت عطا
حسن بن ابی الحسن۔ ابراہیم نخعی مجاہد۔ محمد بن سیرین و سفیان ثوری و سیدنا امام عظیم علیہ الرحمۃ کا
یہ ہی مسلک ہے کہ گاؤں میں جمعہ درست نہیں۔ جمعہ یا شہر میں پڑھا جائے یا قصبہ میں یا ان کی
فنا میں اور جو جگہ شہر کی ضرورتوں کے لئے نہ ہو اور اس کے شہر کے درمیان کھیت وغیرہ فاصل ہو
تو وہاں جمعہ جائز نہیں لیکن اگر ائمہ یہ کہتے ہیں کہ اگر اذان کی آواز وہاں پہنچتی ہو یا وہ جگہ شہر سے

۱۔ اس کا ماخذ حسب ذیل حدیثیں ہو سکتی ہیں۔ امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی۔

الجمعة علی من اوال اللیلۃ الی اہلہ۔ جمعہ اس پہلے جو رات تک اپنے اہل تک پہنچ سکے۔

مگر یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کے راوی سعید المقبری کو یحییٰ بن سعید القطان نے ضعیف قرار دیا۔ عراقی نے
کہا انہ غیر صحیحہ فلا حجة فیہ نہی اللوطا ج ۳ ص ۲۲۶) لیکن یہ واضح ہے کہ اس حدیث سے دیہات میں اقامت
جمعہ کی فرضیت تو درکنار جواز بھی ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر دیہات میں اقامت جمعہ جائز یا فرض ہوتا تو پھر بجائے
مذکورہ فی الحدیث ہدایت کے یہ حکم دیا جاتا کہ یا تو شہر میں اگر نماز جمعہ پڑھو ورنہ اپنے گاؤں ہی میں جمعہ قائم کر لو۔
الجمعة علی من سمع النداء۔ جمعہ اس پہلے جو اذان کی آواز سنے۔

لیکن یہ حدیث بھی مرفوع نہیں ہے نیز اسکی اسناد میں ہی کلام کیا گیا ہے اور حدیث بخاری جس کا مضمون یہ ہے۔

عہد نبوی میں دیہات کے لوگ جمعہ کے دن بیٹھ منورہ میں آکر جمعہ پڑھا کرتے تھے مگر یہ واضح ہے خود علامہ ابن جریر نے
تسبیح کیا ہے کہ اس حدیث سے دیہاتوں پر فرضیت جمعہ کا استدلال صحیح نہیں۔

دُور ہو مگر بلا تکلف واپس جاسکتا ہو۔ تو ان لوگوں کو جمعہ پڑھنا چاہیے۔ یعنی جو لوگ شہر کے قریب گاؤں میں رہتے ہیں انہیں چاہیے کہ شہر میں آکر جمعہ پڑھ جائیں۔ (در مختار و عالمگیری) صحیح ادا ہے جمعہ کیلئے مہر شرط ہے اور اسکے دلائل چنانچہ ادا جمعہ کے لئے شہر کے شرط ہونے کے دلائل یہ ہیں۔

۱۱، ابو بکر بن ابی شیبہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کیا۔
 لاجمعة ولا تشریق ولا فطر ولا
 اصحی الا فی مصر جامع نہ عین نہ بقصر عید۔
 اگرچہ ابن ابی شیبہ نے اسے موقوفاً روایت کیا ہے مگر یہ بات ہمارے مدعا کو مضرب نہیں کہنے کے وہ احکام جن میں قیاس کو دخل نہ ہو۔ اس میں حدیث موقوف بر صحابی بھی مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے اور مذکورہ بالا روایت کا قول علی ہونا سب کو تسلیم ہے اور ظاہر ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ادا جمعہ کے لئے مصر کی شرط لگانا اپنی رائے سے تو ہو نہیں سکتا۔ انہوں نے حضور کے قول و عمل سے یہ معلوم کیا کہ جمعہ کے لئے شہر شرط ہے۔ اس لئے انہوں نے ادا جمعہ کیلئے مصر کو شرط قرار دیدیا۔ لہذا جو روایت موقوف ہو۔ اور اس میں قیاس کو دخل بھی نہ ہو یا وہ دوسری مرفوع روایات سے مؤید ہو وہ بھی اعلیٰ درجہ کی مرفوع حدیث قرار پاتی ہے۔ ثانیاً اس حدیث کی ابن حزم نے تصحیح کی ہے اور اس کو مرفوعاً بھی روایت ہے اور امام عبد الرزاق نے ایسے اوپول سے روایت کیا جو بخاری و مسلم کی شرط پر ہیں۔ اور علامہ نووی نے اثر علی کے رفع کو جو ضعیف کہا ہے۔ تو ایک سند سے اگر ضعیف ہے تو دوسری سند سے تو ضعیف نہیں ہے۔ تاہم اگر

۱۲۔ مصنف عبد الرزاق کا سلسلہ سند یہ ہے اخبارنا معہ عن ابی اسحاق عن الحارث عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسری سند ہے حدیثنا جریر عن منصور عن طلحة عن سعد بن عبیدہ عن ابی عبد الرحمن انہ قال قال علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن ابی شیبہ کی سند یہ ہے۔ عباد بن العوام عن حجاج عن ابی اسحاق عن الحارث عن علی علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے لکھا کہ امام نووی کا یہ فرمانا کہ حدیث علی ضعیف متفق علیہ۔ تو متفق علیہ کا لفظ تو ان کا اپنا ہے۔ باقی رہا ضعف تو دراصل وہ صرف ابن شیبہ والی سند پر مطلع ہوئے۔ جس میں حجاج بن ارطاة ہے۔ مگر وہ طریق جریر عن منصور پر مطلع نہیں ہوئے جس کی سند صحیح ہے اور اگر ہوجاتے تو پھر ضعیف نہ کہتے۔ (یعنی ج ۳ ص ۲۶۲)

صنف جو بھی تو دیکر احادیث صحاح اس کے مضمون کی تائید و توثیق کرتی ہیں جو رفع ضعف کیلئے کافی ہے
۲۔ حضرت عمرو بن زبیر عن عائشہ مروی ہے کہ

كان الناس يفتابون الجمعة من
منزلهم والعوالي (بخاری)
لوگ باری باری اپنی منزلوں اور عوامی سے
(مدینہ میں) جمعہ کے لئے آیا کرتے تھے۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ عہد نبوی میں دیہات کے مسلمان باری باری جمعہ پڑھنے کے لئے
مسجد نبوی میں آتے تھے۔ یفتابون کا لفظ صاف و صریح طور پر اس امر کی نشاندہی کر رہا ہے ایک
جمعہ کو چند آدمی مدینہ میں جمعہ کے لئے آتے تھے اور باقی اپنے گھر پر رہتے۔ پھر دوسرے جمعہ کو دوسری جماعت
جو پہلے جمعہ کو نہ آئی تھی۔ مدینہ شریف میں جمعہ کے لئے آتی تھی اور پہلی جماعت اپنے گھر میں رہتی تھی۔
قابل غور بات یہ ہے کہ اگر دیہات کے رہنے والوں پر بھی جمعہ فرض ہوتا تو اول تو ان کو اپنے گاؤں
میں جمعہ قائم کرنا چاہیے تھا یا پھر جو مدینہ میں جمعہ کے لئے حاضر نہ ہوتے تھے اور گاؤں میں رہ جاتے
تھے۔ ان کو تو ضرور گاؤں میں جمعہ پڑھنا چاہیے اور اگر کسی وجہ سے وہ گاؤں میں جمعہ قائم نہ کر سکتے
تھے تو پھر سب کو یعنی گاؤں کی پوری آبادی کو مدینہ میں حاضر ہو کر جمعہ میں شریک ہونا چاہیے تھا مگر
گاؤں کے رہنے والوں نے ایسا نہیں کیا۔ پھر یہ بات حضور علیہ السلام کے علم میں بھی تھی لیکن آپ نے
باری باری ان کو جمعہ میں شریک ہونے پر نہ ٹوکا۔ حضور علیہ السلام کے اس عمل اور ان کے اس تعامل سے
بھی واضح ہوتا ہے کہ گاؤں والوں پر سرے سے جمعہ فرض ہی نہ تھا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ
حضرت علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ شافعی کو بھی یہ ماننا پڑا کہ اس حدیث سے اہل قری
پر فرضیت جمعہ کی سرگز ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اگر گاؤں والوں پر جمعہ فرض ہوتا تو پھر وہ باری
باری جمعہ کے لئے مدینہ میں نہ آتے۔ بلکہ گاؤں کی پوری آبادی جمعہ میں شرکت کرتی۔ حافظ علیہ الرحمۃ
کے الفاظ یہ ہیں۔ لانه لو كان واجبا على اهل العوالي ما تناوبوا ولو كانوا يحضرون جميعا
رفع الباری، البتہ یہ ضرور ہے کہ جہاں حافظ علیہ الرحمۃ نے یہ بات لکھی ہے۔ وہاں ان کو یہ بھی لکھنا
چاہیے تھا کہ گاؤں میں جمعہ کا ادارہ ہونا بھی اسی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ جو لوگ جمعہ کے
دن گھر میں رہ جاتے تھے ان کا گاؤں میں جمعہ قائم نہ کرنا اور حضور علیہ السلام کا ان کو اقامت
جمعہ کا حکم نہ فرمانا اس امر پر نفس صریح ہے۔

(۳) اسی طرح حضور علیہ السلام کا اور آپ کے صحابہ کرام کا متواتر عمل بھی ادا جمعہ کے لئے شہر کے شرط ہونے پر نفل ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت فرمائی تو آپ پہلے قبا میں ٹھہرے وہاں آپ نے چودہ روز قیام کیا۔ بخاری میں عن اس مروی ہے۔ فَأَقَامَ فِيهَا أَرْبَعَةَ لَيَالٍ . اور دوران قیام قبا آپ کو دو جمعہ پیش آئے۔ کیونکہ آپ پیر کے دن قبا میں فرودکش ہوئے اور پیر ہی کے روز قبا سے مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ لیکن آپ کے دوران قیام قبا جمعہ قائم نہیں فرمایا اور نہ اہل قبا کو جمعہ پڑھنے کا حکم دیا۔ آخر کیوں؟ اگر دیہات میں جمعہ فرض تھا تو حضور علیہ السلام کو قبا میں جمعہ پڑھنا چاہیے تھا۔ مگر آپ نے نہیں پڑھا۔ معلوم ہوا کہ جمعہ کے لئے مصر شرط ہے۔ یہ دلیل اس تقریر پر ہے۔ جبکہ جمعہ کی فرضیت بحالت قیام مکہ مانی جائے۔ ادا ہمارے نزدیک یہ ہی صحیح ہے۔ جیسا کہ فیوض الباری پارہ چہارم کے صفحہ ۱۴ پر ہم نے بیان کیا ہے اور اگر بعض علماء کی اس رائے کو تسلیم کر لیا جائے کہ جمعہ مدینہ طیبہ میں ہی فرض ہوا تو یہ سوال پھر بھی باقی رہتا ہے کہ اگر ادا جمعہ کے لئے مصر کا ہونا ضروری نہ تھا تو عہد نبوی میں عوالی مدینہ میں جمعہ کیوں قائم نہیں ہوا اور مدینہ کے مضافات میں جو دیہات واقع تھے۔ ان کے لیکن باری باری مدینہ میں آکر جمعہ کیوں پڑھنے لگے۔

۴۔ پھر عوالی مدینہ یعنی دیہاتوں کو حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا۔

مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْتَظِرَ الْجُمُعَةَ مِنْ

مَنْ أَهْلَ الْعَوَالِي فَلْيَنْتَظِرْ وَمَنْ

أَحَبَّ أَنْ يَرْجِعَ فَقَدْ أَذِنْتُ (بخاری) اجازت دیتا ہوں۔

اداء جمعہ کے لئے مصر کے شرط ہونے اور دیہاتوں پر جمعہ فرض نہ ہونے پر نفل صریح ہے۔

۵۔ غرضیکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا متواتر عمل یہ ہی رہا کہ آپ نے دیہاتوں کو نہ تو اقامت جمعہ کا حکم دیا اور نہ کسی کے عدم اقامت جمعہ پر سزائیں فرمائی۔ اسی طرح عہد صحابہ کو بھی۔ تو انہوں نے بہت سے ممالک فتح کئے۔ لیکن انہوں نے بھی دیہات میں کبھی جمعہ قائم نہیں کیا اور جہاں جہاں صحابہ کے آثار پلنے لگے۔ وہاں دیہات میں نہ منبر پائے گئے اور نہ جامع مسجدیں۔ حتیٰ کہ جب حجاج بن یوسف نے امواز (گاؤں) میں جمعہ کیا تو امام حسن بصری نے فرمایا۔

لعن الله الحجاج يتروك الجمعة في
 الامصار وبقيةها فحل فيهم
 حجاج پر اللہ کی لعنت ہو یہ شہر کو چھوڑ کر
 ملک کے گوشوں میں جمعہ قائم کرتا ہے۔
 ان سب احادیث سے واضح ہوا کہ اذان جمعہ کے لئے مصر شرط ہے۔

اللہ تعالیٰ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا الْوُدَىٰ لِلصَّلَاةِ
 مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ
 وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ
 تَعْلَمُونَ -
 کارشاد ہے اے ایمان والو جب جمعہ کی نماز کیلئے
 جمعہ کے دن اذان دی جائے تو ذکر خدا کی طرف آؤ
 اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر
 تم جانتے ہو۔ فَاسْعَوْا اے معنی (آؤ) ہیں۔

۱۔ یہ آیت سورہ جمعہ پارہ ۲۹ کی ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے بھی اس آیت سے جمعہ کی فرضیت پر استدلال کیا کہ جب جمعہ کی اذان ہو۔ تمام کام کار چھوڑ کر جمعہ کیلئے مسجد میں آجانا فرض ہے۔
 ۲۔ یہ آیت مدنی ہے اور جمعہ دراصل مکہ میں فرض ہو چکا تھا مگر وہاں بوجہ غلبہ کفار جمعہ قائم نہیں ہو سکا۔ چنانچہ علامہ جلال سیوطی نے تصریح فرمائی۔ الصیغہ انہا مدنیہ اور بخاری میں جناب ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ ہم بھنور نبوی حاضر تھے کہ سورہ جمعہ نازل ہوئی۔ اور حضرت ابو ہریرہ ہجرت کے بعد ایمان لائے تھے۔ لہذا پوری سورہ مدنی ہے (اتقان) اور کچھ احکام ایسے ہیں کہ اول ان کا حکم بذریعہ وحی ہوا اور آیت اس باب میں بعد میں نازل ہوئی۔ علامہ سیوطی نے لکھا۔

النوع الثاني عشر ما تاخر حكمه عن نزوله وما تاخر نزوله عن حكمه (الذي ان قال،
 ومن امثله ايضا اية الجمعة فانها مدينة (اتقان) اور حدیث بخاری فحدانا الله له کے
 ماتحت علامہ قسطلانی وعلامہ ابن حجر عسقلانی حتی کہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے عون الباری میں لکھا
 بان نص لنا عليه ولم يكلها الى اجتهادنا لاحتقال ان يكون صلى الله عليه عليه بالوحى
 وهو بركة ولم يتمكن من اقامتها بها وفيه حديث عن ابن عباس عند الدارقطني
 ولذلك جمع لهما اول من قدم المدينة كما ذكره ابن اسحاق وغيره رفتح الباري
 قسطلانی و عون المعبود۔

ان تصریحات سے واضح ہوا کہ آیت جمعہ مدنی ہے اور یہ کہ جمعہ کی فرضیت مکہ مکرمہ میں قبل ہجرت

ہو چکی تھی۔ مگر بوجہ غلبہ کفار مکہ میں جمعہ قائم نہ ہو سکا۔ اور سورہ جمعہ کا نزول فرضیت جمعہ کے بعد ہوا۔ پھر جب حضور علیہ السلام نے ہجرت فرمائی تو مدینہ منورہ جو کہ مصر تھا وہاں حضور علیہ السلام نے جمعہ قائم فرمایا۔

اذانِ نودی نڈا سے مراد اذانِ خطبہ ہے۔ چنانچہ زہری نے سائب بن یزید سے روایت کی کہ حضور علیہ السلام کا ایک ہی نودان تھا جب حضور

منبر پر خطبہ جمعہ کے لئے جلوہ فرما ہوتے تو وہ آذان دیتے۔ جب حضور خطبہ سے فارغ ہو کر منبر سے اترتے تو جمعہ کی نماز کے لئے اقامت ہوتی۔ چنانچہ عہدِ صدیقِ اکبر و فاروقِ اعظم میں ایسا ہی معمول رہا لیکن حضرت عثمان کا جب زمانہ آیا تو لوگوں کی کثرت ہوئی اور ان کے مکان دور ہو گئے تو اپنے ایک آذان کی زیادتی کر دی اور یہ آذان ان کے اس مکان پر دی جاتی تھی جو بازارِ نرواد میں تھا۔ پھر جب حضرت عثمان منبر پر خطبہ کے لئے بیٹھتے تو آذان دی جاتی اور جب خطبہ ختم کر کے منبر سے اترتے تو نماز جمعہ کے لئے اقامت کہی جاتی۔ فلم یعب ذالک حضرت عثمان غنی کے اس عمل پر صحابہ کرام میں سے کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ (یعنی ج ۳ ص ۲۳۳) بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فعل کو معمول پہ بنا لیا۔ چنانچہ عہدِ صحابہ کرام سے لے کر اب تک تمام اہل بیت کا اسی پر عمل ہو گیا کہ جمعہ کے لئے دو آذانیں دی جائیں۔

(۲) آیت میں اذانِ نودی سے آذانِ خطبہ مراد ہونے پر یہ امر بھی ایک نہایت ہی معقول دلیل ہے کہ عہدِ نبوی اور عہدِ صدیق و فاروقی میں ایک ہی آذانِ خطبہ ٹھوکر تھی۔ من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر اللہ۔ ذکر اللہ سے مراد نماز جمعہ ہے اور حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا۔ امام کا خطبہ مراد ہے بعض نے خطبہ اور نماز دونوں کو مراد لیا ہے اور فاسعوا کے معنی یہ ہیں کہ اطمینان کے ساتھ مسجد کی طرف چلے آؤ۔ بھاگ دوڑ کر ہر ممنوع ہے۔ وذر البیع یعنی خطبہ کی آذان سن کر بیع و شرا اور وہ تمام کام جو نماز کے لئے رکاوٹ ہو سکیں چھوڑ دینے فرض ہیں اور خرید و فروخت، کا ذکر اس لئے فرمایا گیا کہ زوال کے بعد عموماً لوگ بازاروں میں خرید و فروخت میں مشغول ہوتے ہیں۔ ذالکم خیر لکم یعنی تمام کاموں کو چھوڑ کر نماز کی طرف متوجہ ہو جانا تمہارے لئے بہتر ہے اور خیر کا اطلاق فرض پر ہوتا ہے جیسا کہ تمیم کے متعلق فرمایا۔ پاک مٹی مسلم کا طہور ہے

اگرچہ پانی دس سال تک نہ ملے۔ فاذا وجد الماء فليغسله بشرطه فان ذلك خيرا
دیکھنے خیر کا لفظ یہاں مجھے فرض ہی ہے اور بھی اس کی بہت مثالیں دی جا سکتی ہیں۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ خطبہ کی آذان کے بعد تمام کاموں کو چھوڑ دینا واجب ہے اور
ذکر اللہ کی طرف متوجہ ہو جانا چاہیے حتیٰ کہ خطبہ کی آذان کے بعد زبانی خرید و فروخت اور اسی
نوع کے دیگر وہ کام جو منافی سعی ہوں ان کا ترک کر دینا بھی واجب ہے۔

واضح ہو کہ سعی کا مطلب یہ ہے کہ آدمی خطبہ و نماز
جمعہ کیلئے کس وقت سعی کی جائے

جمعہ میں شامل ہو جائے اور خطبہ کی آذان کے بعد کسی
اور دنیاوی کام میں مشغول نہ رہے۔ اسی لئے آذان خطبہ کے بعد ذکر اللہ کے سوا کسی اور کام میں
مشغول رہنا حرام ہے حتیٰ کہ زبانی خرید و فروخت بھی حرام ہے اور خطبہ سننا واجب ہے۔

۲۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں صحابہ کرام کی کیفیت
یہ تھی کہ وہ جمعہ کے دن خود بخود مسجد میں جمع ہو جاتے تھے اور حضور کی تشریف آوری کا انتظار
کرتے تھے حتیٰ کہ حضور علیہ السلام بلا بد ہو کر منبر پر چلو، افروز ہوتے اور ٹوذن آذان دینا و جمعہ کی
آذان بھی اور خطبہ شروع فرماتے پھر خطبہ کے بعد قامت ہوتی اور نماز جمعہ ادا کی جاتی یہ طریقہ
جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد تک جاری رہا۔

۳۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب زمانہ آیا تو آپ نے دیکھا کہ لوگ دور دور
تک آباد ہو گئے ہیں۔ اور ان کے مکان مسجد سے دور ہو گئے ہیں۔ اس بنا پر آپ نے ایک آذان کا
اصنافہ فرما دیا یعنی آذان اول جس کا فائدہ یہ تھا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اب جمعہ کیلئے
تیار ہونا چاہیے اور آذان خطبہ یعنی آذان ثانی سن کر فوراً مسجد میں آ جانا چاہیے۔

ظاہر ہے کہ ہمارے زمانہ میں بہت لوگ عہد نبوی کی طرح پہلے ہی سے مسجد میں جمع نہیں ہوتے
جمعہ سے قبل وعظ کی وجہ سے کچھ لوگ تو پہلے ہی سے مسجد میں آ جاتے ہیں اور کچھ نہیں آتے تو اب
وہ لوگ جو پہلے ہی سے تیار ہو کر مسجد میں آ گئے ہیں یا تیار ہو کر اپنے اپنے مقامات پر آذان خطبہ کا انتظار
کر رہے ہیں۔ وہ تو آذان ثانی کے بعد بخوبی خطبہ و جمعہ کی نماز میں شامل ہو سکتے ہیں لیکن وہ لوگ
جنہیں ابھی دوکان بند کرنی ہے۔ وضو و لہارت سے فارغ ہونا ہے۔ وہ اگر آذان خطبہ کے بعد سعی

کریں بھی تو جماعت تو کیا بلکہ خطبہ تک سے رہ جانے کا اندیشہ ہو جاتا ہے۔ بلکہ ایسا ہوتا ہے کہ جو پہلے
 طہارت وغیرہ سے فارغ نہیں ہوتے اور عین خطبہ کی اذان کے وقت مسجد کی طرف متوجہ ہوتے ہیں
 وہ جماعت و خطبہ سے رہ جاتے ہیں۔ تو اگرچہ یہ بات اپنی جگہ پر ثابت ہے کہ قرآن مجید میں
 جس سعی کا حکم ہے وہ اذانِ خطبہ کے بعد ہے۔ یعنی اذانِ خطبہ کے بعد ذکر اللہ کی طرف متوجہ ہو
 ہو جانا اور تمام دوسرے کاموں کو چھوڑ دینا واجب ہے۔ مگر فقہاء احناف نے پہلی اذان کے بعد
 سعی کے واجب ہونے کا قول کیا تو اس قول کی بنیاد یہ ہی ہے کہ سہ ماہے زمانہ میں اگر اذان اول
 کے بعد جمعہ کے لئے تیار نہ ہوا جائے۔ اور اذان ثانی کے بعد جمعہ کے لئے مسجد میں آیا جائے تو اس
 طرح شائع کا مقصود فوت ہو جاتا ہے یعنی خطبہ و جمعہ کی نماز کے فوت ہو جانے کا اندیشہ پیدا
 ہو جاتا ہے۔ اس مصلحت کی بنا پر فقہاء احناف نے اذان اول کے بعد سعی کو ضروری قرار دیا ہے
 تفصیل سے مجھے یہ بتانا مقصود ہے کہ اذانِ خطبہ کے بعد تو ذکر اللہ کی طرف اس طرح متوجہ ہو جانا
 واجب ہے کہ اس وقت کسی دوسرے کام میں مشغولیت نہ ہو حتیٰ کہ زبانی خرید و فروخت بھی
 حرام ہے۔ بلکہ اذان اول کے بعد جمعہ کے لئے تیار ہو کر اپنے مقام پر بیٹھے رہنا اور خرید و فروخت
 میں بائیں طور مشغول رہنا کہ خطبہ و جمعہ کے فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو جائے و مباح ہے۔

کیا جمعہ کیلئے غسل فرض ہے؟

اہل نظر ہر نے جمعہ کی نماز کے لئے غسل کرنا واجب قرار
 دیا ہے لیکن وجوب کا قول کرتے ہوئے وجہ سے درست

نہیں ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا مستحب ہے۔

اول حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے واضح ہے کہ لوگ جمعہ کے دن کاروبار میں مشغول
 ہوتے اور انہیں میلے کچیلے کپڑوں میں جمعہ کے دن مسجد میں آجاتے۔ اس پر انہیں حکم دیا گیا کہ غسل کر
 کے آئیں معلوم ہوا کہ غسل کی علت میل کچیل و بدبو وغیرہ ہے۔ لہذا اگر کپڑے و بدن میں میل کچیل ہو۔
 پسینے کی بدبو سے بیمار ہوں تو تکلیف ہو تو پھر غسل ضروری ہے ورنہ مسنون و مستحب ہے۔

دوم۔ اگر مان لیا جائے کہ جمعہ کے دن بہر حال غسل واجب ہے تو وجوب کی حدیث منسوخ ہے۔
 کیونکہ ایک حدیث میں حضور نے فرمایا۔

من تو سنا یوم الجمعة فیہا ومن
 جس نے جمعہ کے دن صرف وضو کیا تو کافی ہے

واعتسل فهو افضل - اور غسل کرنا افضل ہے۔

معلوم ہوا کہ غسل واجب نہیں ہے۔ بلکہ مستحب ہے۔

اس پر ایک اعتراض یہ کیا گیا کہ مذکورہ بالا حدیث ضعیف ہے اور ضعیف صحیح کو منسوخ نہیں کر سکتی۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کو ابو داؤد۔ نسائی۔ بزار۔ طحاوی۔ ابن ماجہ۔ طبرانی بیہقی۔ ترمذی نے سات صحابہ کرام۔ حضرت ابن عباس۔ ابو ہریرہ۔ انس۔ سمرہ بن جندب۔ ابو سعید خدی۔ عبدالرحمن بن سمرہ و حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے امام ترمذی نے فرمایا۔ یہ حدیث حسن ہے۔ علاوہ ازیں چونکہ یہ حدیث طرق متعددہ سے مروی ہے۔ یہ بات بھی اس کے حکم میں قوت پیدا کر رہی ہے۔

سوم۔ علماء محققین نے فرمایا کہ نماز کے لئے قرآن مجید میں صرف وضو کا حکم دیا گیا ہے اور خبر واحد سے کتاب پر زیادتی جائز نہیں۔ لہذا یصیر کا نسخہ اور یہ حدیث ابن عمر سے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

اِذَا جَاءَكُمْ أَحَدُكُمْ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْسِلْ رَأْسَهُ

جو کوئی جمعہ کے لئے آئے وہ غسل کر کے آئے

تو اس حدیث میں فلیغسل کا (امرا اور واجب کے) الفاظ ندب پر محمول ہیں۔ البتہ اگر کوئی اتنا میل کچلا ہو کہ اس کے پتروں کی بدلہ سے نمازیوں کو ابڑا پہنچے تو اسے شخص کیلئے غسل ضروری ہے۔ مگر یہ بات پھر صرف جمعہ کے ساتھ خاص نہ رہے گی۔ بلکہ نماز پنجگانہ میں شمولیت کیلئے بھی یہی حکم دیا جائے گا۔

حاضرین جمعہ کی فضیلت | حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا جو جمعہ کے دن غسل جنابت کر کے نماز کے لئے

گیا تو گویا اس نے اللہ کے لئے ایک اونٹ کی قربانی دی۔ جو جمعہ کے لئے تیسری ساعت میں گیا۔ تو گویا اس نے راہِ خدا میں ایک سینک والے مینڈھے کی قربانی دی اور جو ساعت چہارم میں گیا تو گویا اس نے ایک مرغی راہِ خدا میں دی۔ اور جو ساعت پنجم میں گیا تو اس نے راہِ خدا میں ایک نڈا دیا۔

فَاذْخِرْهُمُ الْإِمَامُ حَضْرَتِ الْمَلَائِكَةِ

اور جب امام خطبہ کے لئے برآمد ہوتا ہے تو فرستے

بھی مسجد میں حاضر ہو کر ذکر الہی سنتے ہیں۔

يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ

فوائد و مسائل

اس حدیث کو سلم نے صلوة میں نساہی میں ملائکہ میں ذکر کیا اس حدیث

میں جمعہ میں حاضر ہونے والوں کی فضیلت کا بیان ہے اور یہ کہ جمعہ میں

شریک ہونے والوں کے مراتب درجات متفادت ہیں جو پہلی ساعیت میں آتا ہے اس کو نسبت بعد میں آنے والوں کے زیادہ ثواب ملتا ہے۔ ابن خزیمہ کی حدیث میں ہے۔ جمعہ کے دن مسجد کے دروازہ پر فرشتے مقرر ہوتے ہیں جو آنے والوں کے نام لکھتے ہیں۔ اور مسلم شریف کی حدیث میں ہے یہ نام لکھنے کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک امام خطبہ کے لئے منبر نہ بیٹھے جب امام خطبہ کے لئے منبر پر بیٹھ جاتا ہے تو دفتر لپیٹ لئے جاتے ہیں۔ اسی حدیث سے واضح ہوا کہ۔

(۱) جمعہ کے دن غسل مسنون ہے (۲) لوگوں کے ان کے اعمال کے مطابق مراتب کم یا زیادہ ہوتے ہیں (۳) قربانی اور صدقہ کا لفظ کم اور زیادہ دونوں پر بولا جاتا ہے (۴) اس حدیث میں مرغی اور انڈے پر قربانی کا لفظ بولا گیا تو اس سے مراد صدقہ کرنا ہے (۵) اڈنٹ کی قربانی گلے سے افضل ہے۔ اسی لئے حدیث ہذا میں اڈنٹ کو گائے سے پہلے رکھا گیا (۶) ہدایہ میں ہے کہ اڈنٹ کی قربانی سب سے افضل ہے اس کے بعد گائے کی اس کے بعد بھیر۔ دنبہ۔ بکری کی۔ سیدنا امام اعظم امام شافعی و جمہور کی یہ ہی رائے ہے (۷) یہ فرشتے حفظہ کے علاوہ ہوتے ہیں جو خصوصیت کے ساتھ آنے والوں کے نام لکھنے پر مامور کئے جاتے ہیں (۸) جمعہ کے دن ملائکہ بھی امام کا خطبہ سنتے ہیں۔ حدیث ہذا میں ذکر سے مراد خطبہ ہے۔

جمعہ کے خطبہ کے ضروری مسائل

جب امام خطبہ کے لئے کھڑا ہو اس وقت سے

ختم نماز تک اذکار اور ہر قسم کا کلام منع ہے البتہ

صاحب ترتیب اپنی قضا نماز پڑھ لے۔ یونہی جو شخص سنت یا نفل پڑھ رہا ہے تو جلد جلد پوری کرے (در مختار) جو چیزیں نماز میں حرام ہیں۔ مثلاً کھانا پینا۔ سلام و جواب۔ سلام وغیرہ یہ خطبہ کی حالت میں بھی حرام ہیں۔ ہاں خطیب امر بالمعروف کر سکتا ہے جب خطبہ پڑھا جائے تو تمام حاضرین پر چپ رہنا اور سننا واجب ہے۔ اگر کسی کو بُری بات کرتے دیکھیں تو ہاتھ یا سر سے اشارہ سے منع کر سکتے ہیں۔ زبان سے منع ہے۔ خطیب نے دعا کی تو سامعین کو ہاتھ اٹھانا یا آمین کہنا منع ہے جنہو را قدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خطیب نے نام لیا تو حاضرین دل میں درود

پڑھیں۔ زبان سے پڑھنے کی اس وقت اجازت نہیں جمعہ کے علاوہ عیدین و نکاح کا خطبہ سننا بھی واجب ہے درمختار

کیا گاؤں میں جمعہ جائز ہے؟

ابن عباس قال ان اول جمعة
جئت بعد جمعة في مسجد رسول
الله صلى الله عليه وسلم في مسجد
عبد القيس بجواتي من البحرين
حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ بیشک
حضور علیہ السلام کی مسجد میں جمعہ قائم ہونے سے
قبل قبیلہ عبد القیس کی مسجد میں نماز جمعہ ہوتی جو جواتی
بحرین کی ایک تہی میں تھی۔

ایشی ابن عباس سے سیدنا امام شافعی علیہ الرحمۃ نے دیہات میں جواز جمعہ کا استدلال فرمایا۔ علامہ
شوکانی و حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ نے لکھا کہ جواتی گاؤں تھا اور ظاہر یہ ہی ہے کہ صحابہ کرام
نے آپ کی اجازت ہی سے جمعہ قائم کیا ہوگا، مگر یہ استدلال متعدد وجود سے درست نہیں۔
اولاً اس لئے کہ جواتی گاؤں نہیں بلکہ شہر تھا جو پٹری و زرخشری و ابن اثیر نے یہ قلعہ تھا اور
ظاہر ہے کہ قلعہ حاکم اور عالم سے خالی نہیں ہوتا اور ابو عبید بکری نے کہا جواتی شہر تھا نیز جاہلیت
کے شعرا کے کلام سے بھی جواتی کا شہر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ رہا روایت ابو داؤد میں جواتی پر لفظ
قریب کا اطلاق تو از روئے لغت شہر پر بھی لفظ قریب کا اطلاق آتا ہے۔ جیسے اس آیت میں۔
ولو انزل هذا القرآن على رجل من القريتين عظيم. یعنی مکہ و طائف حالانکہ مکہ
و طائف گاؤں نہیں شہر ہیں۔

ثانیاً۔ یہ کہنا کہ عبد القیس نے حضور کے حکم ہی سے جمعہ قائم کیا تھا محض ایک خیال ہے جس کے ثبوت
کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔ مگر ہم یہ مان لیں کہ جواتی گاؤں تھا تو سوال یہ ہے۔ وہاں حضور کے اذن

۱۔ وحلی الجوهري والزمخشري ابن الاثيران جواتي اسم حصن البحرین ريل الاوطار ۳ ص ۲۳۳
وقال ابو عبيد البكري هي مدينة بالبحرين۔ امر القيس بتب ورجنا كاتا من جواتي عشية
تعالى النجاج بين عدل والمحب يرید كان من تجار جواتي لكثرة ما معهم من البعيد
اداء كثرة امتعة تجار جواتي قلت كثرة الامتعة تدل غالباً على كثرة التجار و
كثرة التجار تدل على ان جواتي مدينة قطعاً لان القرية لا يكون فيها تجار كثيرين

سے جمعہ قائم کیا گیا؛ یا حضور نے اطلاع پا کر سکوت فرمایا اور اس کی تقریر فرمائی مگر یہ دونوں باتیں کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ اور جب تک یہ دونوں امور ثابت نہ ہوں اس وقت تک محض چند افراد کا اپنی رائے سے جمعہ قائم کر لینا گاؤں میں فرضیت جمعہ کی دلیل نہیں بن سکتا اور جو لوگ دیہات میں فرضیت جمعہ کے قائل ہیں انہیں یہ ثابت کرنا چاہیے کہ جو انہیں میں حضور کے حکم یا تقریر سے جمعہ قائم ہوا تھا۔

دیہات میں جمعہ جائز نہیں شہر کے قریبی گاؤں والے شہر میں آکر جمعہ پڑھ سکتے ہیں۔

واضح ہو کہ اس مضمون کی بہت حدیثیں ملتی ہیں اور جو لوگ مدینہ منورہ سے چھ میل یا اس سے کم مسافت کے دیہات میں رہتے تھے وہ جمعہ پڑھنے کے لئے مدینہ منورہ میں آیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ۔

انہا كان الناس يسكنون العالبة
فيحضر من الجمعة زناي ج ۱ ص ۲۰۲
— عن اباهريرة كان ياتي الجمعة من
ذی الحلیفۃ یمشی و هو علی داس ستہ
امیال من المدینہ ربیعہ ج ۳ ص ۱۰۵
انہ کان یاتی الزاویۃ علی فرسخین
من البصرۃ یشہد الجمعة واجیاناً
لا یشہد ربیعہ ج ۳ ص ۱۰۵

مدینہ کے مصنفات میں رہنے والے (مدینہ منورہ)
میں جمعہ پڑھنے کیلئے حاضر ہوتے تھے۔
حضرت ابو ہریرہ ذی الحلیفہ سے چکر مدینہ
میں جمعہ پڑھنے کیلئے آیا کرتے تھے اور ذی الحلیفہ
مدینہ سے چھ میل کے فاصلہ پر تھا۔
حضرت انس بن مالک زاویہ سے جو بصرہ
شہر سے چھ میل کے فاصلہ پر تھا بصرہ میں
جمعہ کے لئے حاضر ہوتے اور کبھی نہ آتے۔

— قال الشافعی وقد کان سعید بن زید
وابوہریرۃ یکران بالشجرۃ اقل من
سنۃ امیال فیشهد ان الجمعة و
یدعانا ربیعہ ج ۳ ص ۱۰۵

امام شافعی نے فرمایا کہ سعید بن زید اور
ابو ہریرہ شجرہ میں رہتے تھے جو چھ میل سے کم
تھا۔ تو دونوں کبھی جمعہ کے لئے حاضر
ہوتے اور کبھی نہیں۔

— ان عبد اللہ بن عمرو بن عاص کان

اور عبد اللہ بن عمرو بن عاص طائف سے دو

علی میلین من الطائف فیئشہد الجمعة
وید عہار بیقی ج ۲ ص ۱۱۵

دو میل پر تھے تو جمعہ کے لئے حاضر ہونے اور
کبھی ترک کر دیتے۔

ان احادیث پر غور کیجئے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ دیہات کے لوگ عہد نبوی میں جمعہ پڑھنے کے لئے مدینہ منورہ میں آتے تھے حضرت ابو ہریرہ ذی الحلیفہ (گاؤں) سے مدینہ میں حاضر ہو کر جمعہ پڑھتے تھے حضرت انس زاویہ گاؤں سے شہر میں حاضر ہو کر جمعہ پڑھتے تھے جس سے واضح ہوا کہ گاؤں میں جمعہ پڑھا ہی نہیں جاتا تھا جس کو جمعہ پڑھنا ہوتا وہ شہر کی جامع مسجد میں آکر پڑھتا تھا۔ پھر ان احادیث میں یہ تصریح بھی ہے کہ کبھی تو یہ صحابہ شہر میں آکر جمعہ پڑھ لیتے اور کبھی جمعہ کو ترک کر دیتے تھے یعنی گاؤں میں ہی پڑھتے۔ اور وہاں ظہر پڑھتے تھے جس سے صاف تصریح طور پر واضح ہوتا ہے کہ دیہات میں مقیم لوگوں پر نہ جمعہ فرض ہے اور نہ دیہات میں انہیں جمعہ قائم کرنا جائز ہے۔

یہ ہی وجہ تھی کہ اگر جمعہ کے دن عید واقع ہو جاتی اور گاؤں کے پھرنے والے عید پڑھنے کے لئے مدینہ منورہ میں آجاتے اور حضور علیہ السلام

حضور علیہ السلام نے دیہاتیوں کو جمعہ پڑھنے کی اجازت دی

کی اقتدا میں عید کی نماز ادا کر لیتے تو حضور علیہ السلام ان دیہاتیوں سے فرماتے کہ تم میں سے جو جمعہ کی نماز پڑھنا چاہے وہ کٹھہر جائے اور جو جانا چاہتا ہے اس کو اجازت ہے چنانچہ حضرت زید بن ارقم فرماتے ہیں کہ عید اور جمعہ ایک دن میں آگئے تو

قال صلی العید ثم خص فی الجمعة قال
من شاء ان یصلی فلیصل (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۲ ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس دن میں عیدیں

جمع ہو گئی ہیں (عید اور جمعہ) جو جمعہ چھوڑنا چاہے

اس کیلئے نماز عید کی کافی ہے اور تم کو جمعہ پڑھنے کے

لے حدیث زید بن ارقم کونانی و عاکم نے بھی روایت کیا اور علی بن المدینی نے اس کی تیسری روایت کی اور حدیث ابو ہریرہ کہ امام احمد بن حنبل و دارقطنی نے موطا میں فرار دیا اور بیہقی نے موطا میں روایت کیا اور اسمیں اہل حوالی کی قید لگائی۔

(۱) ان دونوں حدیثوں سے بھی واضح ہوا کہ نہ تو دیہات میں جمعہ قائم کرنا جائز ہے اور نہ دیہاتیوں پر جمعہ پڑھنا فرض ہے کیونکہ اگر فرض ہوتا تو حضور علیہ السلام ان کو جمعہ نہ پڑھنے کی رخصت عطا فرماتے۔
 (۲) علامہ ابن خطاب نے فرمایا۔ ای عن حضور ہا ولا تستقط عنه الظہر کہ حضور علیہ السلام نے دیہاتیوں کو جمعہ میں حاضر نہ رہنے کی رخصت عطا فرمائی مگر ظہران سے ساقط نہیں ہوئی یعنی ان پر ظہر پڑھنا پھر بھی فرض رہا اور جمعہ چونکہ ان پر فرض تھا ہی نہیں۔ اسلئے اس کی حضور نے رخصت عطا فرمادی۔

هذا الحديث محمول على من كان يجيها
 من اهل البلد للعید فليس عليه واجب
 ان يتوقف الى ان يجضر الجمعة
 فيصل الى الجمعة ثم يرجع الى منزله
 دون حدیثوں کا تعلق ان دیہاتیوں سے
 سے ہے جو عید پر ٹھہرنے کے لئے مدینہ میں آگئے
 تھے۔ ان پر یہ واجب نہیں کہ جمعہ کے انتظار
 میں شہر میں رہیں اور جمعہ پڑھ کر واپس ہوں۔

ر حاشیہ البوداؤد ج ۱ ص ۱۵۳

چنانچہ عہد عثمانی میں جب جمعہ کے دن عید آگئی اور عید پر ٹھہرنے کیلئے دیہاتی شہر میں جمع ہوئے تو
 عید کی نماز کے بعد حضرت عثمان غنی نے دیہاتیوں سے فرمایا۔

من اراد من اهل العوالي ان يصل
 معنا الجمعة فليصل ومن احب
 ان ينصرف فليفعل (عن المعجم ج ۳ ص ۱۴۱)
 کہ دیہات سے آنے والوں میں جو جمعہ کے
 وقت ٹھہرا رہنا پسند کرتے تو ہمارے ساتھ جمعہ
 پڑھ لے اور جو واپس ہونا چاہے چلا جائے۔
 واضح ہوا کہ عید کی نماز ادا کرنے کے بعد جمعہ ادا کئے بغیر واپس چلے جانے کی اجازت دیہات سے
 آنے والوں کے لئے ہے اور یہ اجازت اسی لئے ہے کہ دیہات والوں پر نہ جمعہ فرض ہے اور نہ
 انہیں دیہات میں اقامت جمعہ جائز ہے۔ نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے
 فرمایا کان الناس ینتابون الجمعة من
 منازلہم والعوالی فیاتون فی الغبار
 یصیبہم الغبار والعرق فینخرج
 منہم العرق فاتی رسول اللہ صلی اللہ
 کہ لوگ اپنی منزلوں اور گاؤں سے باری باری
 جمعہ کیلئے مدینہ میں آتے تھے اور وہ گرد و غبار
 میں آتے اور گردان پر پڑتی اور پسینہ آجاتا
 اور یہ پسینہ مکتا یعنی اس سے بڑھتی، ان میں سے

ایک شخص حضور نبوی آیا تو حضور علیہ السلام نے
اس سے فرمایا کہ اگر تم میں دن کے لئے غسل کر لیتے
تو کیا اچھا ہوتا۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا مِنْهُمْ وَهُوَ عِنْدِي
فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ
أَنْتُمْ قَطَّهْتُمْ لِيَوْمِكُمْ هَذَا (بخاری)

(۱) یتابون۔ اتیاب سے ذبت نبوت آنا۔ اسی طرح یتابون نوبتہ سے اس کے معنی بھی
باری باری کے ہیں۔ عوالی ان دیہات کا نام ہے جو مدینہ کے مغنافات میں واقع تھے علامہ ابن
حجر علیہ الرحمۃ نے لکھا کہ یہ دیہات مدینہ سے چار میل یا اس سے زیادہ مختلف فاصلوں پر تھے۔
علامہ قرطبی نے کہا۔

کہ اس حدیث میں کوئیوں کا رد ہے جو یہ کہتے ہیں
کہ شہر سے باہر گاؤں میں رہنے والوں پر جمعہ
واجب نہیں ہے۔

فیصد الکوفین حیث لم یوجبوا
للمجتمعة علی من کان خارج المصر۔

لیکن علامہ ابن حجر عسقلانی نے صاف صریح طور پر علامہ قرطبی کا رد کر دیا اور لکھا۔

کہ اگر دیہات میں رہنے والوں پر جمعہ فرض ہوتا
تو پھر باری باری گنے کے بجائے لوے دیہات
کی آبادی مدینہ میں جمعہ پڑھنے کیلئے آتی۔

فیه نظر لانه لو کان واجباً علی اهل
القری ما تناوبوا ولکانوا یحضرون
جمیعا (فتح الباری)

علامہ ابن حجر کی اس تصریح سے بھی واضح ہوا کہ دیہات میں رہنے والوں پر جمعہ فرض نہیں ہے
انہیں ظہر کی نماز پڑھنا فرض ہے۔

اور حضرت عطاء نے فرمایا جب تو قریہ
جامعہ میں ہو اور وہاں جمعہ کی اذان ہو تو
تجھ پر جمعہ میں حاضر ہونا واجب ہے خواہ
تو اذان سننے یا نہ سننے۔

وَقَالَ عَطَاءٌ إِذَا كُنْتُمْ فِي قَرْيَةٍ جَامِعَةٍ
فَتُؤَدَّى بِالصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ
فَحَقَّ عَلَيْكَ أَنْ تَشْهَدَ هَا سَمِعْتُ
الْبَدَاءَ أَوْلَمَ تَسْمَعُهُ (بخاری)

عطاء بن ابی رباح تابعی ہیں اور اس اثر کو امام عبدالرزاق نے ابن جریر سے موصولاً روایت
کیا جس میں یہ لفظ بھی ہیں۔

ابن جریر کہتے ہیں میں نے حضرت عطاء سے پوچھا
کہ قریہ جامعہ کس کو کہتے ہیں آپ نے فرمایا قریہ

عن ابن جریر قلت لعطاء ما القرية
للمجتمعة قال ذات الجماعة والامير

والقاضي والدور والمجتمعة الاخذ
بعضها ببعض مثل جدّة -
جامعہ وہ ہے جس میں جماعت برقی ہو وہاں
امیر اور قاضی ہو اور مکانات ہوں آپس میں
ملے ہوئے جیسے جدہ ہے۔ (فتح الباری: ج ۲ ص ۲۸۲)

فقہاء احناف نے مصر کی جو تعریف کی ہے وہ اثر عطا سے ماخوذ ہے

اثر عطا سے دو باتیں واضح ہو گئیں اور یہ کہ جامع کی اصطلاح سلف میں جاری و ساری تھی
دوم یہ کہ فقہاء احناف نے مصر جامع کی جو حد مقرر کی ہے اس کے متعلق یہ کہنا غلط ہے وہ کسی اثر
سے بھی ماخوذ (۲) علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ حضرت عطا نے جو یہ فرمایا کہ "آذان کی آواز
سننے یا نہ سننے" تو یہ حکم اس شخص کے لئے جو داخل البلد ہو یعنی جو شخص شہر میں ہے اور جمعہ اس پر
واجب ہے تو آذان جمعہ کی آواز سننے یا نہ سننے۔ یہ صورت اس کو مسجد میں حاضر ہو کر جمعہ پڑھنا
فرض ہے۔ اثر عطا سے یہ بھی ثابت ہوا کہ گاؤں میں جمعہ جائز نہیں۔ اس لئے کہ قریہ
جامعہ کی جو تعریف حضرت عطا نے فرمائی ہے۔ وہ گاؤں پر صادق نہیں آتی۔

وَكَانَ اَنْسٌ فِي قَصْرِ اَحْيَانًا يُجْتَمَعُ
وَاحْيَانًا لَا يُجْتَمَعُ وَهُوَ بِالزَّاْوِيَةِ
عَلَى فَرْسَخَيْنِ -
اور حضرت انس جو اپنے محل میں مقیم تھے کبھی تو
بصرہ کی جامع مسجد میں آکر جمعہ داکرتے تھے اور کبھی جمعہ
نہیں پڑھتے تھے اور انکا محل زاویہ میں تھا۔ جو

بصرہ سے چھ میل کے فاصلے پر ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ نے فتح الباری میں لکھا کہ اثر انس کو ابن ابی شیبہ اور امام عبد الرزاق
علیہ الرحمۃ نے روایت کیا الفاظ یہ ہیں۔

اِنَّهٗ كَانَ يَتَّهَدُ لَجَمْعَةٍ مِنَ الزَّاْوِيَةِ
وَهِيَ عَلَى فَرْسَخَيْنِ مِنَ الْبَصْرَةِ (فتح الباری) کہ حضرت انس زاویہ سے جمعہ پڑھنے کیلئے بصرہ شہر
میں آتے تھے جو بصرہ سے چھ میل پر واقع تھا۔

اور ہیثمی جلد ۳ صفحہ ۱۲۵ میں یہ لفظ بھی ہے واحيانا لا يشهد یعنی حضرت انس کبھی تو
زاویہ گاؤں سے جمعہ پڑھنے کیلئے بصرہ میں آجاتے اور کبھی نہیں آتے اور اپنے گاؤں میں ظہر پڑھتے
معلوم ہوا کہ دیہات میں نہ جمعہ واجب ہے اور نہ اقامت جمعہ جائز۔

جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا ہے

(۱) كَانَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ حِينَ تَمِيلُ الشَّمْسُ
 (۲) كُنَّا نُبَكِّرُ بِالْجُمُعَةِ وَنُقِيلُ بَعْدَ
 الْجُمُعَةِ

حضرت انس کہتے ہیں کہ حضور جمعہ کی نماز اس
 وقت پڑھتے جب دن ڈھلتا (۲) ہم جمعہ جلدی
 پڑھ لیا کرتے اور جمعہ کے بعد قبیلہ کرتے تھے۔

معلوم ہوا کہ جمعہ کا وقت زوال شمس کے بعد ہے (۲) حدیث دوم سے واضح ہوا کہ جمعہ کا
 وقت زوال شمس کے بعد ہے یعنی جو وقت ظہر کے ہے۔ وہی جمعہ کے لئے ہے۔ وقت ظہر کے
 متعلق تمام مباحث فیوض الباری پارہ سوم ص ۲۳ تا ص ۳۳ پر بیان ہو چکے ہیں۔
 (۳) حدیث دوم میں تبکر کا لفظ ہے۔ تبکیر کے معنی اول وقت کے بھی آتے ہیں اور ایک چیز
 کو دوسری چیز پر مقدم کرنے کے بھی۔ یہاں دوسرے معنی مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ صبح بہ کلام کی
 عمومی سادت یہ ہی تھی کہ وہ گرمیوں میں پہلے قبیلہ کرتے۔ اس کے بعد نماز ظہر اور کرتے تھے لیکن
 جمعہ کے دن بعض اوقات پہلے قبیلہ کرتے اس کے بعد جمعہ پڑھ لیتے تھے حضرت انس سے
 مروی ہے۔ اِذَا اشْتَدَّ الْبُرْدُ بَكَرَ
 بِالصَّلَاةِ وَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ
 أَبْرَدَ بِالصَّلَاةِ يَعْنِي الْجُمُعَةَ (بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سردی زیادہ
 ہوتی تو اول وقت میں نماز پڑھتے اور جب سخت
 گرمی ہوتی تو نماز کو ٹھنڈے وقت پڑھتے یعنی جمعہ کی نماز۔

واضح ہوا کہ ظہر کے متعلق تو حضور کا صاف نص صریح ارشاد موجود ہے کہ سردیوں میں اول وقت
 میں اور گرمیوں میں تاخیر سے پڑھی جائے۔ مگر جمعہ کے لئے گرمیوں میں تاخیر سے پڑھنے کے متعلق کوئی
 نص صریح نہیں ہے۔ خود زیر بحث حدیث میں جو یعنی الجمعۃ کے الفاظ ہیں تو ان کے متعلق احتمال
 قوی یہ ہے کہ یہ راوی کے اپنے ہیں۔ چنانچہ بخاری میں ہی ہے۔ وقال یونس بن بکر اخبرنا
 ابو خالد قال بالصلاة ولم يذكر الجمعة۔

اسی طرح روایت اسماعیلی و بیہقی عن ابی الحسن الخ و عبید بن یعیش الخ میں بھی صریح
 صلوة کا لفظ ہی ہے۔ اس بنا پر علامہ عینی علیہ الرحمۃ کا یہ فرمانا بہت قوت رکھتا ہے کہ
 جمعہ کے متعلق اصل یہ ہی ہے کہ گرمی اور سردی دونوں موسموں میں اول وقت میں پڑھا جائے
 یہ اس لئے بھی کہ جمعہ میں اجتماع عظیم ہوتا ہے اور لوگ دُور دُور سے آتے ہیں اور تاخیر کرنے میں

ان کو وقت ہوگی خصوصاً گاؤں سے آنے والوں کو۔

فائدہ۔ اس پر تمام علماء کا اجماع ہے کہ جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کے لئے ہے یعنی زوال شمس کے بعد اور جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متواتر عمل سے واضح و ثابت ہے مگر بعض خنابہ کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ زوال سے قبل بھی جمعہ پڑھے جانے کو جائز قرار دیتے ہیں اور دلیل یہ ہے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے جمعہ کا دن وہ دن ہے کہ جعلہ اللہ عیداً للمسلمین اللہ تعالیٰ نے اس کو مسلمانوں کے لئے عید قرار دیا ہے۔ تو جب حضور نے جمعہ کو عید قرار دیا تو جمعہ کی نماز عید کے وقت پڑھنا جائز ہونی چاہیے لیکن یہ استدلال بہت ہی عجیب و غریب ہے کیونکہ اس استدلال کے صحیح مان لینے کی صورت میں تو یہ بھی ماننا پڑیگا کہ جمعہ کے دن روزہ حرام ہے اور خطبہ جمعہ جمعہ کی نماز کے بعد دیا جاسکتا ہے۔ حالانکہ ایسا کسی نے نہیں کہا۔

سعی الی الجمعة (۲) واضح ہو کہ آیت جمعہ میں اس امر کی گنجائش ہے کہ ذکر اللہ سے مراد نماز ہو یا خطبہ مفسرین میں بھی یہ امر مختلف فیہ ہے۔ علامہ ابن الہمام فرماتے ہیں کہ ذکر اللہ سے ظاہر یہ ہے کہ نماز مراد ہو۔ کیونکہ اذانی للصلوة کی جڑا فاسعوا۔ الی ذکر اللہ ہے معلوم ہوا کہ اصل میں ذکر سے مراد نماز ہے اور خطبہ محض ضمناً ذکر میں شامل ہو جاتا ہے۔ ورنہ اگر ذکر سے مراد صرف خطبہ ہوتا تو الی ذکر اللہ والصلوة فرمایا جاتا، ویجوز کون الموأ بہ الخطبة اور یہ بھی جائز ہے کہ ذکر سے خطبہ مراد ہو (فتح القدير)

علامہ آلوسی نے بھی یہی فرمایا کہ ذکر سے خطبہ بھی مراد ہو سکتا ہے اور نماز بھی۔ علامہ ابو بکر حصاص علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ذکر سے مراد خطبہ ہی ہے کیونکہ اذان کے بعد خطبہ ہوتا ہے اور اس کی طرف سعی کا حکم دیا گیا ہے۔ فدل علی ان المراد الخطبة تو اس پر دال ہے کہ ذکر سے خطبہ مراد ہے۔ سعی کے اصل معنی جلد جلد چلنے کے ہیں اور سعی کے معنی مطلق عمل اور چلنے کے بھی آتے ہیں ابن مہیر نے کہا کہ آیت جمعہ میں اللہ تعالیٰ نے سعی کے امر اور سعی کی نہی کو بطور تقابل بیان کیا تو واضح ہوا کہ سعی سے مراد وہ عمل ہے جو عبادت ہو۔ مطلب یہ کہ جب جمعہ کی اذان ہو تو اللہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اور دنیاوی کاروبار چھوڑ دو۔

(۲) موطا امام مالک میں ہے کہ حضرت ابن عمر نے فرمایا سعی کے معنی یہ ہیں کہ جب کی

آذان ہو جائے تو اللہ کی یاد کی طرف چلو یعنی سعی کے معنی دوڑنے کے نہیں بلکہ مطلق چلنے اور قصد کرنے کے ہیں (۳) حضرت ابن عباس کی تعلیق کو امام ابن حزم نے عکرمہ سے وصل کیا اور عطاء تابعی کی تعلیق کو عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں بایں الفاظ وصل کیا کہ جب خطبہ کی آذان ہو۔ تو خرید و فروخت اور تمام دنیاوی کاروبار حتیٰ کہ سونا اور لکھنا اور مرد کا اپنی بیوی کے قریب ہونا حرام ہے (۴) صاحب مدایہ نے فرمایا۔

المعتبر فی وجوب السعی وحرمة

ابیعہو الاذان الاصلی الذی

کان علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اور اسماعیل بن ابی زیاد شامی کی تفسیر میں حضرت جابر سے مروی ہے حضور علیہ السلام

نے فرمایا۔ تحرم التجارۃ عند الاذان

ویمحرم الکلام عند الخطبۃ یعنی جمعہ

غرضیکہ جب خطبہ جمعہ کی آذان ہو جائے تو پھر سب کاموں کو چھوڑ کر یاد الہی میں مشغول

ہو جانا واجب و لازم ہو جاتا ہے۔

وقت کلام و سلام حرام ہو جاتا ہے۔

مساافر پر جمعہ واجب نہیں ہے

واجب نہیں۔ ابن منہور نے کہا مسافر پر جمعہ

واجب نہ ہونے پر اجماع ہے چنانچہ حضرت ابن عمر سے مروی ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

لیس علی المسافر جمعۃ (دارقطنی ص ۱۶۲۔ ابوداؤد ج ۱ ص ۱۶۷ وعلینی ج ۳) مسافر پر جمعہ واجب نہیں۔

ابن بطلال نے کہا۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت علی بن ابی طالب و ابن عمر انس بن مالک

عبدالرحمن بن سمرہ و ابن مسعود و مکحول و عمرو بن مغیرہ و ابراہیم نخعی و شعبی و عمر بن عبدالعزیز

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی نقل ہے خود امام زہری سے بھی یہ منقول ہے کہ مسافر پر جمعہ

واجب نہیں ہے۔

اگر مسافر شہر میں سے گزے اور آذان کی آواز سنے تو اس کو جمعہ میں شامل ہو جانا

مستحب ہے (۲) اسی طرح جمعہ کے دن سفر کرنا بھی جائز ہے۔ زوال سے قبل تو سفر میں کچھ

مضائقہ نہیں حضرت عمر زبیر بن العوام ابو عبیدہ بن الجراح و عبد اللہ بن عمر حسن ابن سیرین امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم جواز کے قائل ہیں لیکن زوال کے بعد جمعہ کا وقت ہو جائے اور بہت ضروری نہ ہو تو امام مالک احمد عدم جواز کے قائل ہیں اور امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ جواز کے یعنی جواز کے بعد گو کہ سفر جائز ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ضرور کیا جائے بلکہ حتی المقدور جمعہ کے دن زوال کے بعد سفر نہ کرنا افضل و اولیٰ ہے تاکہ جمعہ کی نماز کی فضیلت حاصل ہو۔

واضح ہو کہ جب امام خطبہ شروع کرے تو
خطبہ جمعہ کے وقت نماز اور کلام ممنوع ہے

اب سامعین کو خاموشی کے ساتھ خطبہ سناوا جب ہے اور دوران خطبہ نماز پڑھنا خواہ وہ جمعہ کی سنتیں ہی ہوں یا بولنا سلام وغیرہ کا جواب دینا حتیٰ کہ امر بالمعروف کرنا بھی منع ہے۔ لیکن امام دوران خطبہ بھی امر بالمعروف کر سکتا ہے جیسا کہ حدیث ابن عمر سے ثابت ہے دیکھئے فیوض پارہ چہارم ص ۲۴۔ اور صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ حضرت امام عظیم علیہ الرحمۃ کا مسلک یہ ہے کہ جب امام خطبہ کے لئے بیٹھ جائے تو لوگ نہ نماز پڑھیں نہ کلام کریں۔ لیکن قبل خطبہ بھی چپ ہو کر بیٹھنا واجب ہے یعنی جب امام خطبہ کی نیرت سے منبر پر بیٹھ گیا اور اس نے خطبہ شروع نہیں کیا اس وقت سے سامعین کے لئے چپ رہنا واجب ہو جاتا ہے۔ تو وجوب کی تصریح صاحب ہدایہ نے بھی نہیں کی ہے۔ اس لئے وجوب کے قول کی بجائے استحباب کا قول کرنا مناسب ہے۔ یعنی جب امام خطبہ کے قصد سے منبر پر بیٹھ گیا۔ ابھی اس نے خطبہ شروع نہیں کیا تو اس وقت خاموش ہو کر بیٹھ جانا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔ ہاں جب خطبہ شروع کرے تو اب خاموش ہو کر بیٹھ جانا واجب ہے۔

مَنْ قَالَ لِمَاجِهٍ انصت والامام جس نے اپنے ساتھی سے یہ کہا کہ چپ رہ

يخطب فقد لغا (بخاری) درانحالیکہ امام خطبہ سے رہا جو تو اس نے لغو کیا۔

اس حدیث کی صحت پر اجماع ہے بلکہ اسے متواتر قرار دیا جاسکتا ہے۔ امام مالک و لیث امام

ابو حنیفہ و ثوری و جمہور سلف من الصحابہ کا یہ ہی مسلک ہے۔

جمعہ کی سنتیں نماز پنجگانہ کے لئے سنت مؤکدہ یہ ہیں۔ دو رکعت فجر سے پہلے چار

پہلے اور چار بعد اور اول فضل یہ ہے کہ جمعہ کے بعد چار سنت پڑھے پھر دو اور پڑھ لے تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔

(۲) جو سنتیں چار رکعتی ہیں مثلاً جمعہ و ظہر کی تو چاروں ایک سلام سے پڑھی جائیگی چاروں رکعتوں کے بعد سلام پھیریں۔ یہ نہیں کہ دو دو رکعت پر سلام پھیریں۔ اگر کسی نے ایسا کیا تو اس ادا نہ ہوئیں۔ دوبارہ ان چاروں کو ایک سلام سے پڑھا جائے۔

اس کی سنتوں کے سلسلہ میں امام اعظم علیہ الرحمۃ کی دلیل حدیث ابن مسعود ہے۔

كَانَ يَصَلِّي قَبْلَ الْجُمُعَةِ اَرْبَعًا كَهَضْرَةِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ جَمْعًا مِنْ قَبْلِ بَعْثِ جِبْرِائِيلَ

عدها اربعا (ترمذی) سنت ادا فرماتے تھے اور جمعہ کے بعد بھی

امام ترمذی نے فرمایا۔ ابن مبارک اور ثوری کا بھی یہی مسلک ہے۔

اول مسلم میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا جب تم میں سے کوئی جمعہ پڑھ لے

فلیصل بعدھا اربع رکعات۔ تو چاہئے کہ وہ چار رکعت سنت

رسم تفسیر مظہری ج ۹ ص ۲۹۴ پڑھ لے۔

اور حدیث زیر بحث میں دو رکعت سنت کا ذکر ہے۔ اس لئے فضل یہ کہ جمعہ کے بعد چھ

رکعت سنت پڑھ لی جائیں۔ تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔ ویسے صرف دو پر اکتفا

کرے۔ تو بھی حرج نہیں

صلوة حاجت

اگر کوئی مشکل پیش آجائے تو نماز حاجت پڑھیے۔ یہ نماز حضور علیہ السلام

نے ایک نابینا کو تعلیم فرمائی۔ جب انہوں نے یہ نماز پڑھی تو پڑھتے ہی

بینا ہو گئے (ترمذی طبرانی۔ ابن ماجہ) دو رکعت نفل جیسے عام طور پر پڑھتے ہیں۔ پڑھو۔ سلام پھیرنے

کے بعد یہ دعا پڑھو اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَ اَتُوَسَّلُ اَتُوَجَّہُ اِلَیْکَ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ

نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ تُوجَّهْتُ بِکَ اِلَی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هَذِهِ بِیَا اَبِی

حَاجَتِیْ لَانَا لِنَقْضِیْ لِیْ اللّٰہِ فَسَقِّعْهُ فِی

صلوٰۃ التسبیح

یہ نفل نماز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عم مکرم حضرت عباس رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کو تعلیم فرمائی اور فرمایا کہ اس نماز کے پڑھنے والے کے اگلے پچھلے گناہ

معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ حضور نے فرمایا اس نماز کو روزانہ پڑھو۔ ورنہ ہر جمعہ کے دن ایک بار پڑھو۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر ہفتہ میں ایک بار پڑھو۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر سال میں ایک بار پڑھو۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر میں ایک بار پڑھ لو۔ اس نفل نماز کا بے انتہا ثواب ہے اور بے شمار دینی و دنیوی برکات کے حصول کا سبب ہے۔ ترکیب یہ ہے۔

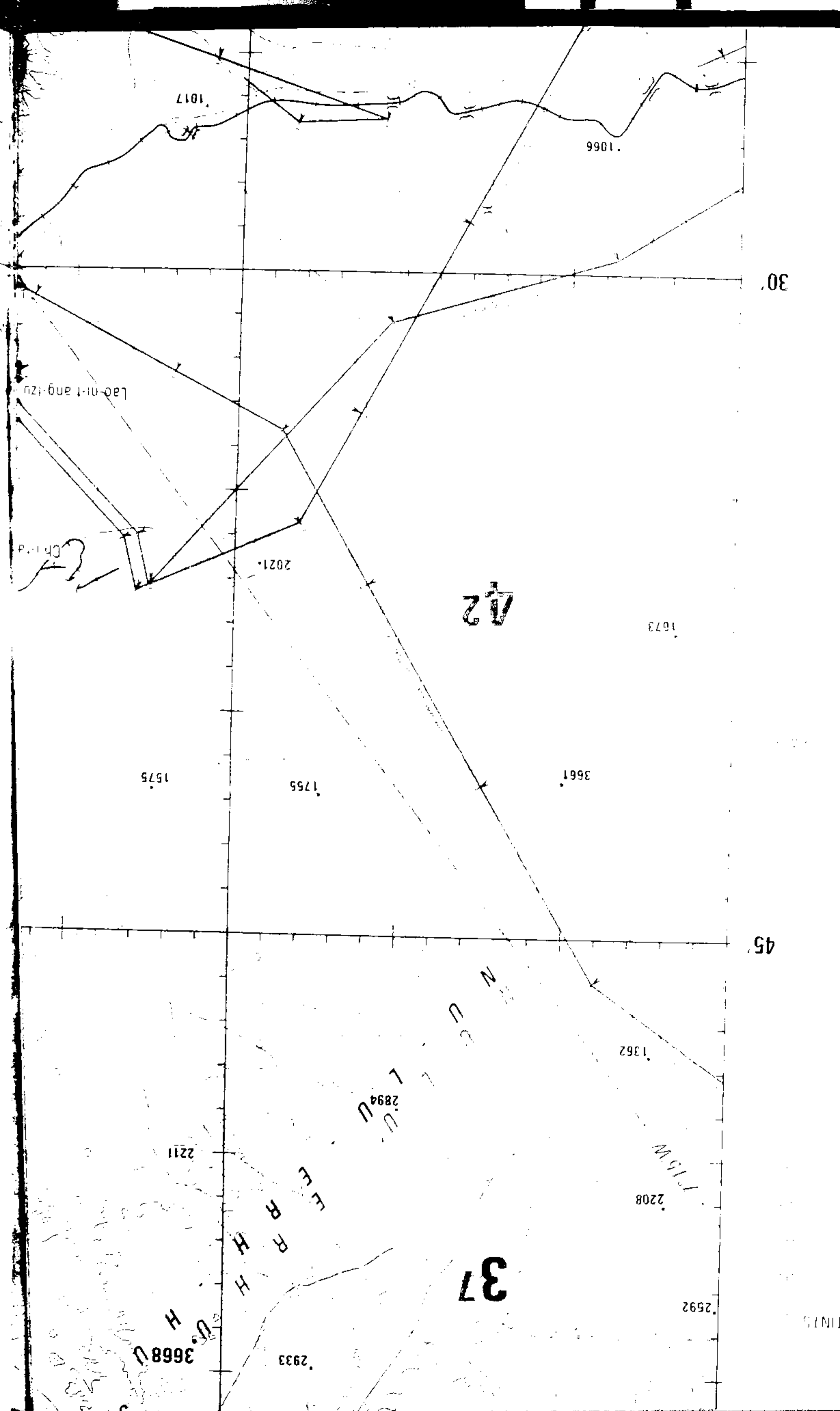
اللَّهُ أَكْبَرُ کہہ کر نیت کر کے سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ سے لَإِلَهَ غَيْرُكَ تک پڑھو۔ تو بار سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اس کے بعد اَعُوذُ بِطَبِئَةِ بِسْمِ اللَّهِ الْحَمْدُ اور سورہ پڑھ کر دس بار یہی تسبیح پڑھو۔ پھر رکوع کرو اور رکوع وغیرہ باہر یہی تسبیح پڑھو۔ پھر رکوع سے سر اٹھاؤ اور بعد تسبیح و تحمید کے دس بار یہی تسبیح کہیں سجدہ میں جاؤ اور اس میں دس بار یہی تسبیح پڑھو۔ پھر سجدہ سے سر اٹھا کر دس بار یہی تسبیح کہو۔ پھر سجدہ کو جاؤ اور اس میں دس مرتبہ یہی تسبیح پڑھو۔ پھر دوسری رکعت میں ۱۵ مرتبہ تسبیح مذکور پڑھ کر اس کے بعد بسم اللہ والحمد للہ و سورہ پڑھ کر دس مرتبہ تسبیح پڑھی جائے اور حسب سابق رکوع و سجود میں تسبیح پڑھ کر بیچ کا قعدہ کیا جائے اور اس میں التحیات درود دعا مکمل پڑھی جائے۔ اسی طرح دو رکعتیں اور پڑھی جائیں ہر رکعت میں ۱۵ بار تسبیح ہوگی۔ پھر بیچ میں دو رکعتیں اور رکوع و سجود میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ۔ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ کے بعد تسبیح پڑھی جائے گی۔

نوٹ۔ اس نماز کے پڑھنے کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں۔ اوقات مکروہہ و ممنوعہ کے علاوہ جس وقت چاہو پڑھ سکتے ہو۔

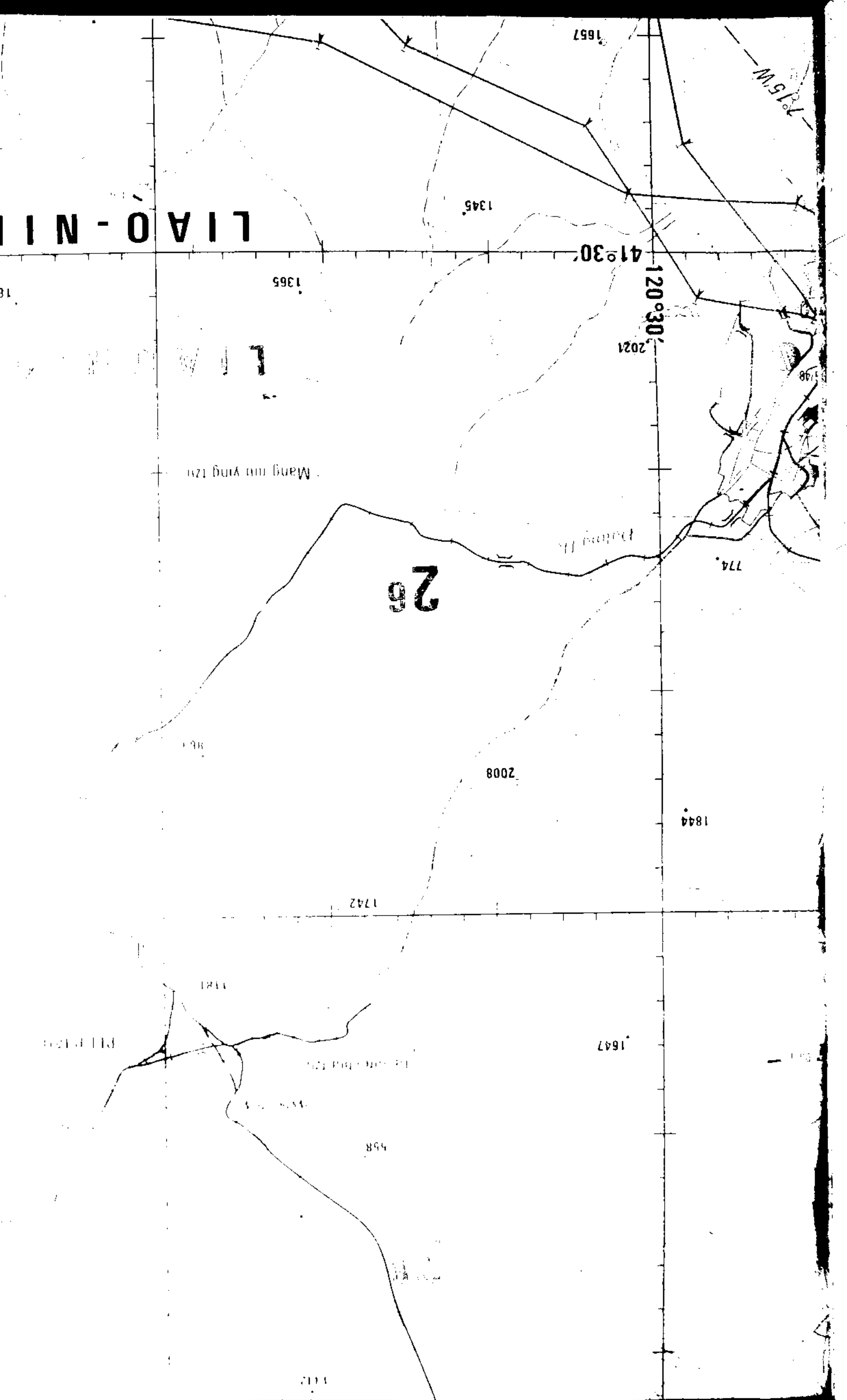
پنج گنج صغیر | (۱) بعد از نماز فجر يَا عَزِيزُ يَا اللَّهُ ستو مرتبہ (۲) بعد از نماز ظہر يَا كَرِيمُ يَا اللَّهُ ستو مرتبہ (۳) بعد از نماز عصر يَا جَبَّارُ يَا اللَّهُ ستو مرتبہ (۴) بعد از

نماز مغرب يَا سَتَّارُ يَا اللَّهُ ستو مرتبہ (۵) بعد از نماز عشاء يَا غَفَّارُ يَا اللَّهُ ستو بار پڑھیے۔ اول و آخر ۱۱ مرتبہ درود شریف پڑھیے۔ اسکے بعد دعائیں یہ وظائف بشیارت دینی و دنیوی برکات کے حصول کا موجب ہیں۔





LIAO-NI





POSITION DIAGRAM

NM 32-3	NM 33-1	NM 33-2
NM 32-12	NM 33-10	NM 33-11
POLAND		

Berg, Gebirge	mountain, montagne
Bach	brook
Forst	forest
Graben	ditch
Heide	heath
Kopf	peak
Moos, Busch, Wald	tele

GLOSSARY

HÖHEN IN FUSS
ELEVATIONS IN FEET
ALTITUDES EN PIEDS

JOINT

